دینی، دعوتی، اصلاحی اور فکری خطبات کا مجموعہ

سازِ دل

تالیف

محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

ناشر

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی..........(۴۹)

نام کتاب: سازِ دل

تالیف: محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۲۴۸/

تعداد: ۱۱۰۰/

قیمت: ۱۵۰/ روپئے

سنہ اشاعت..........۲۰۱۷ء م ۱۴۳۸ھ

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ناشر

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 9719831058 - 9719639955

E-mail:masoodazizi94@gmail.com

WWW. mifiin.org

ملنے کے پتے

☆ خانقاہ رحیمی رائے پور، سہارنپور ☆ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور

☆ مکتبہ ابوالحسن، محلّہ مفتی سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

اجمالی فہرست

(۱) محبت خداوندی اور اس کے اثرات ---------------------------- ۳۷

(۲) صبر کی حقیقت اور اس کے فوائد ---------------------------- ۵۷

(۳) حسد اور حرص دو مہلک بیماریاں ---------------------------- ۷۶

(۴) امت مسلمہ اور اس کی ذمہ داریاں ---------------------------- ۹۵

(۵) مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ ---------------------------- ۱۰۴

(۶) کونسا انسان افضل ہے؟ ---------------------------- ۱۳۱

(۷) علم دین کے سیکھنے کی اہمیت وفضیلت ---------------------------- ۱۳۸

(۸) تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ ---------------------------- ۱۵۸

(۹) اللہ تعالی نفع پہنچانے والوں کو باقی رکھتا ہے ---------------------------- ۱۸۰

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین اسوہ ہے ---------------------------- ۱۸۶

(۱۱) آسمان وزمین کو چھ دن میں بنانے کی مصلحت ---------------------------- ۱۹۵

(۱۲) بیویوں کے ساتھ حسن سلوک ---------------------------- ۲۰۳

(۱۳) جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ---------------------------- ۲۲۶

(۱۴) اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو ---------------------------- ۲۳۶

(۱۵) اللہ کے عرش کے سایہ میں کون لوگ ہونگے؟ ---------------------------- ۲۴۱

تفصیلی فہرست

دعائیہ کلمات: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دیوبند ---------- ۱۸

مقدمہ: حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن فیضی ندوی کناڈا ---------- ۱۹

تقریظ: حضرت مولانا حسن عبدالقادر مرچی جنوبی افریقہ ---------- ۲۴

عرض مؤلف: محمد مسعود عزیزی ندوی ---------- ۲۵

تعارف صاحب کتاب: ---------- ۲۷

محبت خداوندی اور اس کے اثرات

ایمان کی سب سے بڑی علامت ---------------------------- ۳۸

خدا کی محبت کے اثرات ---------------------------- ۳۹

مخلوق کی خالق سے محبت ---------------------------- ۴۰

جب آپ میرے تو آپ کی ساری چیزیں میری ---------------------------- //

اللہ جس کا ہوجائے تو سب چیزیں اسی کی ---------------------------- ۴۱

اللہ سے محبت رکھنے والے کی ایک مثال ---------------------------- //

خلیل اور محبوب کی محبت کی مثال ---------------------------- ۴۳

محبت کے بعد سب چیزیں آسان ---------------------------- //

تجھے اب تک وہاں کس نے روک رکھا تھا؟ ---------------------------- ۴۴

اللہ سے محبت ہے تو امتحان بھی ہوگا ---------------------------- ۴۵

مجھے طلاق دیدو! ---------------------------- ۴۶

اللہ سے تم کو محبت نہیں ---- ۴۷

مقربین کی آزمائش ---- ۴۸

اللہ کی محبت کے بعد ساری چیزیں ہیچ ---- ۴۹

ایمان سب سے بڑی چیز ہے ---- ۵۰

اللہ اپنے بندے سے بہت محبت کرتا ہے ---- ۵۱

جب اللہ سے محبت ہوجائے گی تو مزہ آئے گا ---- //

اللہ کی اگر حقیقی محبت حاصل ہوجائے ---- ۵۲

صحابہ کے اوصاف ---- ۵۳

ایک باندی کا اللہ سے محبت کا واقعہ ---- ۵۴

آج جنت کو جلادوں گی اور جہنم کو بجھادوں گی ---- ۵۵

عشق میں مزہ بہت آتا ہے ---- //

تمہارے پاس مجنوں والی آنکھ نہیں ہے ---- ۵۶

صبر کی حقیقت اور اس کے فوائد

ہم ضرور بالضرور آزمائے جائیں گے ---- ۵۸

اپنے محبوب کو آزمایا جاتا ہے ---- //

بچے کے رونے پر ہی ماں متوجہ ہوتی ہے ---- ۵۹

صابرین کے علاوہ سارے لوگ گھاٹے میں ہیں ---- ۶۰

صبر کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے ---- //

صبر کرنا مغفرت کا ذریعہ ہے ---- ۶۱

حضرت ابراہیم بن ادہم کا صبر ---- //

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر ---- ۶۲

ایک صحابیہ کا صبر ---- ۶۳

عقلمند بیوی کا بے پایاں صبر ---- ۶۴

امام ابوحنیفہ کا صبر ---- ۶۵

ایک مرید کے صبر کا واقعہ ---- //

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر ---- ۶۶

حضرت ایوبؑ نے اٹھارہ سال تک صبر کیا ---- ۶۸

حضرت ایوبؑ کی بیوی کو شیطان نے بہکا دیا ---- //

اگر میں ٹھیک ہوگیا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا ---- ۶۹

صبر ہمارے اندر کچھ بھی نہیں ---- //

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے ---- ۷۰

شکریہ ادا کرو گے تو صابر بن جاؤ گے ---- ۷۱

صبر بہت بھاری کام ہے ---- //

دین پر عمل کرنے میں پریشانیاں آتی ہیں ---- ۷۲

بہنوں کو وراثت دینا یہ بھی صبر میں داخل ہے ---- ۷۳

کل قیامت میں کوئی کام آنے والا نہیں ہے ---- ۷۴

حسد اور حرص دو مہلک بیماریاں

اللہ ہماری حیثیتوں کے مطابق نوازتا ہے ---- ۷۷

سارے فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں ---- //

کوشش کرنا ہمارا فریضہ ہے ---- ۷۸

دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر جلنا حسد کہلاتا ہے ---- //

بربادی کے دو پوائنٹ ---- ۷۹

محمود غزنوی کا خدا ترس خادم ---------- ۸۰
حسد بری چیز ہے ---------- //
اپنی اصلیت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے ---------- ۸۱
انسان ناپاک قطرہ سے بنا ہوا ہے ---------- //
اللہ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا ---------- ۸۲
اگر مجھ سے معافی مانگتا تو میں معاف کر دیتا ---------- ۸۳
اپنی حقیقت کو نہ بھولیں ---------- ۸۴
لوگوں کا امام ابو حنیفہ سے حسد ---------- //
حسد دو چیزوں سے ہوتا ہے ---------- //
ایک حسد تو انجانے سے ہوتا ہے ---------- ۸۵
ایک حسد جاننے سے ہوتا ہے ---------- //
امام ابو حنیفہ کے پھنسانے کا حیلہ ---------- //
عورت تھوڑے سے پیسے کے چکر میں آ گئی ---------- ۸۶
تم جاؤ اور میری بیوی کو بھیج دو ---------- ۸۷
قاضی کے یہاں حاضری ---------- //
یہ میری بیٹی ہے ---------- ۸۸
آج کل کے حالات ---------- //
یہودیوں کا مسلمان سے حسد ---------- ۸۹
یہود و نصاری ہمارے دوست نہیں ہو سکتے ---------- ۹۰
ایک کمبخت یہودی ---------- //
حسد دونوں اعتبار سے ہوتا ہے ---------- ۹۱
لالچ اور حرص میں ننانوے کو سو کرنے کی فکر ---------- //

انسان کا پیٹ نہیں بھرتا ---------- ۹۱
حسد اور بغض نہ کرو ---------- ۹۲
اللہ کے فیصلے پر راضی رہو ---------- ۹۳
سب کچھ اللہ ہی دینے والا ہے ---------- //
حسد اور حرص بہت خراب بیماریاں ہیں ---------- ۹۴

امت مسلمہ اور اس کی ذمہ داریاں

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ---------- ۹۶
ایک طبقہ جنت میں ایک جہنم میں ---------- //
ہماری ذمہ داری ---------- ۹۷
ایک صحابی کا رستم کے دربار میں اعلان حق ---------- //
اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے ---------- ۹۸
ہمارا کام بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے ---------- ۹۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا کو کلمہ کی دعوت دینا ---------- //
ایک اللہ کی طرف دعوت ---------- ۱۰۰
دنیا کی تنگی سے نکالنے کی دعوت ---------- ۱۰۱
اسلام صرف عدل وانصاف کی دعوت دیتا ہے ---------- //
اللہ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ مذہب ہے ---------- ۱۰۲

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

موت سے کسی کو انکار نہیں ---------- ۱۰۵
موت کے سلسلہ میں شک نہیں ہوتا ---------- //
ہمیں مردوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے ---------- ۱۰۶

اگر لوگ مردے کا ٹھکانہ دیکھ لیں اور اس کا کلام سن لیں -------- ١٠٧

جو ایک مرتبہ چلا گیا وہ واپس نہیں آیا -------- //

قبر کی منزل -------- ١٠٨

قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا -------- //

میدان محشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا -------- ١٠٩

سورج ہم سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے -------- ١١٠

قیامت کے ہولناک مناظر -------- //

دنیا کی گرمی کی ایک واضح مثال -------- ١١١

محشر کی گرمی کا کیا حال ہوگا؟ -------- ١١٢

لوگوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا -------- ١١٣

لوگوں کا حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانا -------- //

لوگوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا -------- ١١٤

لوگوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا -------- ١١٥

لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا -------- //

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری -------- ١١٦

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب -------- //

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب -------- //

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب -------- ١١٧

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حساب وکتاب -------- //

پھر امت محمدیہ کا حساب وکتاب ہوگا -------- //

مشرک کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا -------- ١١٨

جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اسے بخش دیا جائے گا -------- //

بالکل اخیر میں جہنم سے نکلنے والے عتقاء الرحمٰن ہوں گے -------- ١١٩

جنت میں کمی کا احساس نہیں ہوگا -------- ١٢٠

صرف ارادہ نہیں بلکہ عمل ضروری ہے -------- ١٢١

خواہشات کو قبر کا گڑھا ہی پورا کرے گا -------- ١٢٢

دین ودنیا کی فکر کرنی ہے -------- ١٢٣

پلصراط سے سب کو گزرنا پڑے گا -------- ١٢٤

آخرت کی تیاری کرلیں -------- //

موت اپنے محبوب سے ملنے کا ایک ذریعہ ہے -------- ١٢٥

مرنے سے پہلے خوشی -------- //

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت -------- ١٢٦

اللہ سے تعلق قائم کرنا چاہئے -------- //

جوان کا توبہ کرنا -------- ١٢٧

موت کا کوئی وقت مقرر نہیں -------- ١٢٨

اللہ کا جو جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی آزمایا جاتا ہے -------- ١٢٩

ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے -------- //

کون سا انسان افضل ہے؟

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں -------- ١٣٢

اچھے انسان کے پرکھنے کی کسوٹی -------- //

مخموم القلب کی پانچ قسمیں ہیں -------- ١٣٣

دنیا کے جھمیلوں میں رہے مگر دل خراب نہ ہو -------- ١٣٤

کسی کو دیکھ کر حسد نہ کرے -------- //

ایسے انسان خال خال نظر آتے ہیں ---------- ۱۳۵

اللہ نے اچھوں کے لئے ایک سرٹیفکیٹ بنایا ہے ---------- ۱۳۶

ہمارے اوپر دونگراں ہیں ---------- ۱۳۷

علم دین کے سیکھنے کی اہمیت

عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے! ---------- ۱۳۹

کسی کام کو کرنے کے لئے سیکھنا ضروری ہے ---------- ۱۴۰

ہر چیز کا ایک اصول ہوتا ہے ---------- //

دین پر عمل کے لئے کچھ سیکھنا پڑے گا ---------- ۱۴۱

اللہ سے قریب ہونے کے لئے علم کا سیکھنا ضروری ہے ---------- ۱۴۲

علم دین بھی سیکھو اور دنیا بھی کماؤ ---------- //

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے ---------- ۱۴۳

آپ کا بچہ پستہ کا فالودہ کھائے گا ---------- ۱۴۴

علم دین سے دین و دنیا دونوں بنتی ہیں ---------- //

ایک بزرگ کا واقعہ ---------- ۱۴۵

اللہ تعالیٰ کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے ---------- //

طالب علم کی دعا کی برکت سے دل کی تمنا کا پورا ہونا ---------- ۱۴۶

علم دین سیکھنے والے کی بہت اہمیت ہے ---------- ۱۴۷

علم دین کا راستہ جنت کا راستہ ہے ---------- ۱۴۹

علم دین سیکھنے والے نبی کے مہمان ہوتے ہیں ---------- ۱۵۰

جب تک زندہ رہے طالب علم بن کر رہے ---------- ۱۵۱

نیت درست ہونی چاہئے ---------- //

مزدوری کر کے علم دین کو سیکھا ---------- ۱۵۲

اللہ کے در کی مزدوری کی اجرت ---------- ۱۵۳

عالم دین کو استغناء کی صفت پیدا کرنی چاہئے ---------- ۱۵۵

عالم عابد سے مرتبہ کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے ---------- //

شیطان ہر وقت اپنے داؤ میں رہتا ہے ---------- ۱۵۶

تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ

اونچے مقام پر پہنچنا ہر انسان کی تمنا ہے ---------- ۱۵۹

جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بڑا بنا دیتا ہے ---------- //

اپنے آپ کو چھوٹا سمجھو دوسرے آپ کو بڑا سمجھیں گے ---------- ۱۶۰

اگر دوسروں کو حقیر سمجھو گے تو خود حقیر سمجھے جاؤ گے ---------- ۱۶۱

حقیقی تواضع اختیار کرنیوالوں سے اللہ خوش ہوتا ہے ---------- //

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ---------- //

اپنی آمد پر لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرنا ---------- ۱۶۳

ہمارے پاس وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ---------- ۱۶۴

چھوٹا سا عمل بخشش کا ذریعہ ---------- ۱۶۵

اپنے آپ کو کمتر سمجھو ---------- ۱۶۶

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تواضع ---------- //

حضرت تھانوی کی تواضع ---------- ۱۶۷

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی تواضع ---------- //

ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کا سنت پر عمل کرنا ---------- ۱۶۹

علامہ اقبال کا سنت پر عمل کرنا ---------- //

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تواضع ---------- ۱۷۰
حضرت شیخ الہندؒ کی تواضع ---------- ۱۷۱
تواضع اور احساس کمتری میں فرق ---------- ۱۷۲
ہماری حیثیت ایک غلام کی مانند ہے ---------- ۱۷۴
تواضع سے دین ودنیا دونوں کو پالیا ---------- //
اللہ تعالیٰ سے ہم دین ودنیا کی بھلائی مانگیں ---------- ۱۷۶
انسان پانی کا بلبلہ ہے ---------- //
اگر ہم حقیقی مسلمان بن جائیں تو ---------- ۱۷۷
جنت میں جانے کے لئے بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے ---------- ۱۷۸
اللہ تعالیٰ ذرہ نواز بھی ہے اور بے نیاز بھی ---------- ۱۷۹

اللہ تعالیٰ نفع پہنچانے والوں کو باقی رکھتا ہے

بہترین انسان وہ ہے جو نفع پہنچائے ---------- ۱۸۱
نفع پہنچانے والوں کو اللہ باقی رکھتا ہے ---------- //
نفع پہنچانے کا جذبہ پیدا کرو ---------- ۱۸۳
دوسروں کے چراغ کو روشن کیجئے ---------- //
اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ معاشرے کو سنواریں! ---------- ۱۸۴
خیر کے کام کرنیوالوں کا نام زندہ رکھا جاتا ہے ---------- ۱۸۵
اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفع پہنچانے والا بنائے ---------- //

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین اسوہ ہے

ہر قوم میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا آیا ---------- ۱۸۷

آخری نبی کی چار نمایاں صفات ---------- ۱۸۷
حضورؐ کی زندگی میں تاریخیت بھی ہے ---------- ۱۸۸
دوسرے مذاہب کی کوئی تاریخ محفوظ نہیں ---------- ۱۸۹
حضورؐ کی زندگی میں کاملیت بھی ہے ---------- ۱۹۰
حضورؐ کی زندگی میں جامعیت بھی ہے ---------- //
حضورؐ کی زندگی میں عملیت بھی ہے ---------- ۱۹۲
حضورؐ کی زندگی ہمارے لئے آئیڈیل ہے ---------- //
ہر اعتبار سے نبی کی زندگی کی پیروی کریں ---------- ۱۹۳

زمین وآسمان کو چھ دن میں بنانے کی حکمت

انسان جلد باز ہے ---------- ۱۹۶
اللہ نے زمین وآسمان چھ دن میں بنائے ---------- //
انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں اللہ کی ترتیب ---------- ۱۹۷
ہر چیز کی ایک ترتیب ہوتی ہے ---------- ۱۹۸
کسی کام میں جلدی نہیں کرنا چاہئے ---------- ۱۹۹
شکر گزاری کا مادہ پیدا کرنا چاہئے ---------- ۲۰۰
سب کچھ اللہ کے حوالے کر دینا چاہئے ---------- ۲۰۱
ہمارا بدلہ آخرت میں ملے گا ---------- //

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ ---------- ۲۰۴
مذہب اسلام نے ہمیں کیا طریقہ بتلایا؟ ---------- //
عورت زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہے ---------- ۲۰۵

بیوی کی بدتمیزی پر شیر کی سواری ---------- ۲۰۵

بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا بدلہ ---------- ۲۰۶

اللہ کی بندی کہنے کی وجہ سے بخشش کا پروانہ ---------- //

حضورؐ کا اپنی بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آنا ---------- ۲۰۷

بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ ہے ---------- ۲۰۸

ہمارے دونوں کے لئے جنت پکی ہے ---------- //

بیوی سکون کی چیز ہے ---------- ۲۰۹

مجھ سے ایک سنت ادا ہو جائیگی ---------- ۲۱۰

احمد علی لاہوری کی سادگی ---------- ۲۱۱

مجھے تو دنیا ہی میں جنت مل گئی ---------- //

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو ---------- ۲۱۲

بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آؤ ---------- //

پیار و محبت سے دوریاں ختم ہو جاتی ہیں ---------- ۲۱۳

ساس بہو کے لئے ایک نعمت ہے ---------- ۲۱۴

زبان کی پاسداری کے نتائج ---------- ۲۱۵

ایک چھوٹے سے عمل پر مغفرت کا اعلان ---------- ۲۱۶

پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ایک زانیہ کی مغفرت ---------- ۲۱۷

فاطمہ جیسی عورت بننے کی کوشش کرنی چاہئے ---------- ۲۱۸

رسول کی زندگی کو اپنا اسوہ بناؤ ---------- //

مذہب اسلام میں کوئی تفریق نہیں ---------- ۲۱۹

بوڑھے ماں باپ سرکار کے حوالے ---------- ۲۲۰

ہمارے نبی کا طریقہ کچھ اور ہی ہے ---------- ۲۲۱

اگر تم بیویوں کا خیال کروں گے تو گھر جنت بن جائے گا ---------- ۲۲۱

حسن اخلاق سے ہی جیتا جا سکتا ہے ---------- ۲۲۲

جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں ---------- ۲۲۳

اپنے گھر میں نبی کی سنت زندہ کیجئے ---------- //

سب کے حقوق پہچاننے والے بنیں ---------- ۲۲۴

جس دن کوئی کام نہیں آئے گا

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ---------- ۲۲۷

قبرستان میں رہ کر بھی قبر کے عذاب سے غافل ---------- ۲۲۸

قیامت کی ہولناکی سے حضرت عائشہ کا رونا ---------- //

تین جگہوں پر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ---------- ۲۲۹

پہلی جگہ میزان کے وقت ---------- ۲۳۰

دوسری جگہ اعمال نامہ دینے کے وقت ---------- ۲۳۱

تیسری جگہ پلصراط پر گزرنے کے وقت ---------- ۲۳۲

اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتیں دی ہیں ---------- ۲۳۳

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو!

اے لوگوں انصاف قائم کرنے والے بنو ---------- ۲۳۶

کسی مفاد کی خاطر جھوٹ مت بولو ---------- ۲۳۷

اے لوگو! جھوٹے گواہ مت بنو ---------- //

گواہی دینے میں امیر و غریب کو نہ دیکھا جائے ---------- ۲۳۸

خواہشات نفس کی پیروی نہ کی جائے ---------- ۲۳۹

گواہی میں حق کا دامن نہ چھوٹنے پائے ---------------------------------- ۲۳۹
حق بات پر جمے رہو -- ۲۴۰

اللہ کے عرش کے سائے میں کون لوگ ہوں گے؟

قیامت کے دن کی خوفناکی --- ۲۴۲
دنیا میں حادثہ کی ہیبت ناکی--- //
اس دن عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی --------------------------- ۲۴۳
قیامت کے دن کی گرمی --- //
سب سے پہلے کن کا حساب وکتاب ہوگا؟ --------------------------------- ۲۴۵
ٹال مٹول کرنے سے دیر ہوسکتی ہے --------------------------------- //
سات لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے -------------------------------- ۲۴۶
انصاف پرور بادشاہ --- //
ایسا جوان جو اپنے رب کی عبادت میں لگا رہا ہو ------------------------- //
اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والے -------------------------------- ۲۴۷
جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہو ------------------------------------ //
کسی بدکار کی دعوت پر اللہ سے ڈر گیا -------------------------------- //
چپ چاپ صدقہ کرنیوالا-- //
اللہ کے ڈر سے جس کے دو بوند آنسو نکل آئے ہوں----------------------- ۲۴۸

❑❑❑❑❑❑

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساز دل'' جناب مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے دینی، دعوتی، اصلاحی اور فکری خطبات کا مجموعہ ہے، سبھی خطابات مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی جامع مسجد میں ہوئے ہیں، انداز عام فہم اور دلنشیں ہے، عام مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں کے لئے بھی مفید ہے اور طلبہ کے لئے مشقی تقریروں کے لئے بھی نافع ہے۔

اللہ تعالی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

۶/۳/۱۴۳۸ھ
۶/۱۲/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن فیضی ندوی مدظلہ العالی

صدر الندوہ ایجوکیشنل اسلامک سینٹر کناڈا

آج معاشرہ کی تمام خرابیوں اور امراض کے بنیادی طور پر دو سبب ہیں: اول خدا سے بے تعلقی اور غفلت، دوسرے دنیوی انہماک، یا اتباع ہوی۔ ظلم، سنگ دلی، خودغرضی، خود پسندی، حرص وہوس، سب انہی دو کے نتائج ہیں، اللہ تعالی سے غفلت اور اتباع ہوی سے ہمارا معاشرہ مفلوج ہوتا جا رہا ہے، ہم بگاڑ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں، دین واخلاق کی قدریں ہماری بے توجہی کا شکار ہو رہی ہیں۔

عصر حاضر کی خباثتوں سے نجات حاصل کرنا اس وقت ہمارا سب سے اہم فریضہ ہے، اوران تمام امراض کا مداوا صرف یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی کو عملی طور پر اپنا لیں، جسے پوری دنیائے انسانیت کا رہنما اور آئیڈیل قرار دیا گیا ہے۔

سیرت کی تشکیل اور شخصیت کی تعمیر کے لئے یہ ذات منبع فیض ہے، سیرت کا موضوع بڑا وسیع ومحیط ہے، سیرت نگار اور محققین حضرات نے اس عنوان پر اپنی پوری زندگیاں وقف کر کے اس موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اقوام کی زندگی میں جب انقلاب رونما ہوتا ہے تو تین قسم کے طبقے وجود میں آتے ہیں: پہلے طبقہ میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اپنی قدامت پرستی پر پورے طور سے قائم رہتے ہیں، جو کسی قسم کی تبدیلی قبول نہیں کرتے، دوسرے طبقہ میں

ایسے افراد ہوتے ہیں، جو اس انقلاب کی تاب نہ لاکر اپنے اصل راستے کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، تیسرے طبقہ میں ایسی شخصیتیں ہوتی ہیں، جو اصل اصول پر قائم رہتے ہوئے اس میں جدت پیدا کرتی ہیں اور اپنے آپ کو حالات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اسی آخری مکتب فکر میں ہمارے عزیز مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بھی شامل ہیں۔

پیش نظر کتاب ''ساز دل'' مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور کی تقریروں کا مجموعہ ہے، جس میں مختلف موضوعات پر ان کی بہترین تقریریں ہیں، یہ تقریریں دینی، تبلیغی، دعوتی، اصلاحی اور علمی موضوعات پر مشتمل ہیں، جن کو مولانا مسعود صاحب نے نہایت سادہ انداز، عام فہم اسلوب اور دلکش ودلنشیں طریقہ سے پیش کیا ہے، ان کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہ علمی بھی ہیں، دعوتی بھی اور اصلاحی بھی، عوام وخواص بلکہ ہر طبقہ اور ہر سطح کے لوگوں کے لئے مفید ہیں۔

مولانا ایک ماہر معلم، استاد ومدرس کے ساتھ ساتھ کثیر التصانیف والتالیف بھی ہیں، زور بیان داعی ومبلغ کے ساتھ نہایت سادہ طبیعت اور شریف النفس انسان بھی، تواضع وانکساری آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب طالب علمی کے زمانہ سے ہی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی خدمت میں رہے اور خوب استفادہ کیا بلکہ ان کی تعلیم وتربیت پر حضرت مولانا کی خصوصی توجہ رہی تھی، جس کے اثرات ان کی تحریروں اور تقریروں میں بہت نمایاں ہیں، مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کو اللہ تعالی نے علمی، دینی، اصلاحی اور دعوتی خدمات انجام دینے کی صلاحیت عطا کی، آپ صرف اہل علم وقلم نہیں بلکہ مبلغ مصلح، مفکر ومدبر، مدرس ومعلم اور مؤلف ومصنف بھی ہیں، یہ خطبات جو مختلف موضوعات سے متعلق ہیں، ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ پوری کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے، مولانا کے اندر فکر اسلامی کی تجدید واشاعت کا جذبہ اور دعوت واصلاح کا شوق وولولہ اور اس کے ساتھ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن

علی حسنی ندویؒ کے ساتھ جو خاص تعلق تھا، وہ ہر جگہ خواہ تحریر ہو یا تقریر نمایاں نظر آتا ہے، ''سازِ دل'' جوان کے سوزِ دل کی ترجمانی ہے، یہ مختلف موضوعات پر کی گئی تقریریں ہیں، جن میں موصوف نے دل کا ساز چھیڑنے کی ایک خوبصورت کوشش کی ہے، اور مختلف فکر کے لوگوں کیلئے نہایت دلکش و دلنشیں انداز میں عام دینی معلومات سے لیکر اعلیٰ دعوتی افکار و نظریات تک بہت خوش اسلوبی، داعیانہ فکر اور اصلاحی جذبہ کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، بعض تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد مسعود صاحب کے مشاہدات، تجربات اور تأثرات، تعلق مع اللہ، اور حب رسول کس درجہ پر فائز المرام ہے، جو الفاظ کا جامہ پہن کر سامع وقاری کیلئے اس قدر اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ بے تکلف بیان کی حلاوت ولذت اور مواد کی چاشنی اور مٹھاس محسوس کرتا ہے۔

مولانا محترم نے ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد اس اہم مقصد سے ایک اہم ادارہ ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے قائم کیا، جس کے ذریعہ تعلیم وتربیت، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، اصلاح معاشرہ اور فکر اسلامی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں کل ۱۵؍تقریریں ہیں، جن کا مختصر خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

محبت خداوندی اور اسکے اثرات: اللہ تعالیٰ کی محبت اور انسانی زندگی میں اسکے اثرات اور اسکے نتائج اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کے سلسلہ میں اچھا مواد اکٹھا کیا گیا ہے۔

صبر کی حقیقت اور اس کے فوائد: پر بحث کرتے ہوئے صبر کی تشریح وتوضیح، اس کی اہمیت وافادیت اور صبر کے متعلق اکابر امت کے بعض واقعات اور حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے مشہور واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حسد اور حرص دو مہلک بیماریاں: اس عنوان کے تحت اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عطا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو بیان کر کے حسد اور حرص کی تعریف اور ان بیماریوں کے نقصانات کو واضح کر کے حسد اور حرص سے متعلق بعض واقعات نقل کئے ہیں۔

امت مسلمہ اور اس کی ذمہ داریاں: اس کے ذیل میں امت مسلمہ کا تعارف اور ایک مسلمان کی امت کے تئیں کیا ذمہ داری ہے اس کو واضح کیا اور حضرت ربعی ابن عامر کے واقعہ سے امت مسلمہ کی ذمہ داری اور اسلام کے عالمی مشن و پیغام کو بیان کیا۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟: موت کی حقیقت کو بیان کر کے موت کے بعد کے مسائل، قبر کی زندگی اور میدان محشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا، لوگوں کا مختلف پیغمبروں کے پاس یکے بعد دیگرے جانا اور حساب وکتاب کے سلسلہ میں شفارس کرانا اور اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا حاضر ہونا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شفارس کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا حساب وکتاب کا نظام قائم کرنا اور پھر جنت وجہنم کے فیصلے کے بعد لوگوں کا اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا، ایک تفصیلی مضمون ہے۔

کونسا انسان افضل ہے؟: یہ ایک حدیث ہے، اس کے ذیل میں افضل انسان کون ہے؟ اس کی کیا کیا صفات وخصوصیات ہیں، وہ بیان کی گئی ہیں۔

علم دین کے سیکھنے کی اہمیت: عالم اور جاہل میں فرق اور علم کی اہمیت وافادیت اور قرب الٰہی کیلئے علم جیسی نعمت کا ہونا، علم کے فوائد اور صاحب علم کی فضیلت اور اہل علم کے بعض واقعات۔

تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ: اس مضمون کے تحت تواضع وعاجزی وانکساری کی تعریف، اور اس کی خصوصیات واہمیت اور اس کے فوائد ونتائج پر بعض بزرگوں اور اکابرین کی تواضع کے واقعات ذکر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نفع پہنچانے والوں کو باقی رکھتا ہے: اس عنوان کے ذیل میں بتلایا گیا ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو نافع ہو، اور نافع کوئی بھی ہو، کسی بھی مذہب کا پیرو ہو، اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین اسوہ ہے: اس موضوع کے تحت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خصوصیات بیان کیں، جو کسی دوسرے پیغمبر کے یہاں ایک ساتھ

جمع نہیں ہیں، یہ آپ کی جامعیت، کاملیت، تاریخیت اور عملیت ہے۔

زمین وآسمان کو چھ دن میں بنانے کی حکمت: اس کے ذیل میں اللہ تعالی کی آسمان وزمین کو چھ دن میں بنانے کی کیا حکمت ہے، وہ بیان کی اور کس ترتیب سے کیا بنایا، یہ بیان کیا ہے، اور اس میں کیا پیغام ہے اس کو واضح کیا ہے۔

بیویوں کیساتھ حسن سلوک: اس مضمون میں بیوی کی اہمیت اور اسلام میں اس کا مقام ومرتبہ اس کیساتھ حسن سلوک کی تعلیم اور انسانی زندگی میں اس کی اہمیت وافادیت اور حضورؐ کا اپنی بیویوں کے ساتھ رویہ وکردار اور بعض دوسرے واقعات بھی اس کے ذیل میں بیان کئے۔

جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا: اس میں قیامت کی ہولناکی، قیامت کا منظر، میزان، پلصراط، اعمال ناموں کے پیش کئے جانے کے وقت امت کی کیا پوزیشن ہوگی اس پر روشنی ڈالی ہے۔

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو: اس عنوان کے تحت امت کو انصاف اور عدل کے سلسلہ میں ہدایت کی گئی ہے اور ہر موقع پر انصاف وعدل کو ہاتھ سے نہ جانے دینے کی تلقین کی گئی، اور حق بات پر جمے رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ کے عرش کے سایہ میں کون لوگ ہوں گے؟: اس سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کی گئی ہے، پہلے قیامت کی ہولناکی اور اس کی ہیبت ناکی اور اس دن کی شدتِ گرمی کو بیان کیا ہے، پھر عرش کے سایہ میں کن صفات کے حامل لوگ ہوں گے؟ ان کا ذکر ہے، مضامین کے اس اجمال سے کتاب کی جامعیت اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور نافع بنائے۔ (آمین)

والسلام

ڈاکٹر سعید الرحمٰن فیضی ندوی

صدر الندوہ ایجوکیشنل اسلامک سینٹر کناڈا

۴؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

مطابق ۴؍مارچ ۲۰۱۷ء

تقریظ

حضرت مولانا حسن عبد القادر مرچی
مہتمم مدرسۃ النور للمکفولین پیٹرس میرتج برگ جنوبی افریقہ
خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی رسوله محمد وآله وصحبه اجمعین، امابعد!

''ساز دل'' کتاب پورا پڑھنے کا موقعہ ملا، یہ کتاب ۱۵؍تقاریر پر مشتمل ہے، جن کو ہمارے پیارے دوست حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب نے نوجوانوں میں فرمایا تھا، جو بہت پراثر اور عام فہم تقاریر کا ایک مجموعہ ہے، جس کو بندہ نے بہت پسند کیا، اللہ تعالی اس کتاب کو قبول فرمائے اور مصنف اور تمام احباب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین

۱۸؍شوال ۱۴۳۵ھ

حسن مرچی

مہتمم مدرسۃ النور للمکفولین

سدارا، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

راقم نے ۲۰۰۹ء کے شروع سے مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، ضلع سہارنپور کی جامع مسجد میں نوجوانوں کی اصلاح وتربیت کے لئے ایک ہفتہ واری پروگرام شروع کیا تھا، جو ہر ہفتہ بدھ کے روز بعد نماز مغرب شروع ہوتا تھا، جس میں نوجوان خاص طور سے اور جملہ مسلمان عام طور سے شریک ہوتے تھے، اور راقم کسی خاص دینی موضوع پر بیان کرتا تھا، ریکارڈ کی سہولت کی وجہ سے تمام بیانات محفوظ ہوجاتے تھے، بعض دوستوں نے ان تمام بیانات کو صفحہ قرطاس پر نقل کردیا، جس سے ان کی اشاعت آسان ہوگئی، اس طرح ان بیانات کی ایک جلد ''افکار دل'' کے نام سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہوگئی تھی، ۲۰۱۳ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوگیا، ایک ایڈیشن کراچی سے بھی شائع ہوا، جس میں تیس بیانات ہیں، جن میں سے اکثر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں شائع ہوچکے ہیں، بیانات عام فہم اور دلچسپ ہونے کی وجہ سے صرف عوام نے ہی نہیں بلکہ طلبہ وطالبات نے بھی پسند کئے، علماء کرام اور مقررین وخطباء نے بھی رفیق سفر کے طور پر ساتھ رکھا۔

پیش نظر کتاب ''ساز دل'' اسی سلسلہ کے بیانات کی ایک کڑی ہے، اس میں پندرہ بیانات ہیں، جو سلسلہ وار ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں شائع ہوچکے ہیں، کثرت مشاغل کی وجہ سے اس مجموعہ کی طباعت میں قدرے تاخیر ہوئی، اور اللہ تعالی کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت متعین ہے، اس لئے اس سے پہلے کیسے ممکن ہوسکتا تھا؟ اس لئے اب اس کی طباعت کی توفیق مل رہی ہے، اس کتاب میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب

نعمانی کے دعائیہ کلمات اور جنوبی افریقہ کے ایک عظیم عالم دین حضرت مولانا حسن عبدالقادر مرچی مہتمم مدرسۃ النور لکمفولین کی تقریظ اور کناڈا کے ایک بڑے عالم دین، کئی اداروں کے بانی وموسس اور خطیب حضرت مولانا سعید الرحمٰن فیضی ندوی صدر الندوہ ایجوکیشنل اسلامک سینٹر کناڈا کا مقدمہ ہے، جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ اور صاحب کتاب کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اللہ تعالی تینوں بزرگوں کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

عزیزی مولوی سید محمد فاروق ندوی نے ان بیانات کو صفحہ قرطاس پر نقل کیا اور عزیزم مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری نے اس کتاب میں ذیلی عناوین لگائے اور قرآنی آیات واحادیث کی تخریج کی، پھر کمپیوٹر سے عمدہ کتابت کی، اللہ تعالی دونوں کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

۵/جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

۵/مارچ ۲۰۱۷ء بروز اتوار بعد عشاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف صاحب کتاب

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بن حافظ عبدالستار بن منشی عبدالعزیزؒ بروز جمعہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ م ۵؍اپریل ۱۹۷۴ء مظفری قصبہ مظفرآباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں پیدا ہوئے، عزیزی کی نسبت اپنے دادا حضرت منشی عبدالعزیزؒ کی طرف کرتے ہیں، جو ایک عبادت گذار، نیک وپرہیزگار آدمی تھے، جن کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا تھا اور علماء ربانیین اور صلحاء متقین سے گہرا تعلق تھا، مولانا کے والد صاحب حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو ہوئی، انہوں نے حفظ قرآن کے بعد عصری تعلیم حاصل کی، اسکول اور دینی مدرسہ میں درس وتدریس کے بعد پوسٹ آفس میں ایک عرصے تک ملازمت کی، ریٹائرڈ ہونے کے بعد مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد میں اپنی دینی خدمات وفات تک پیش کیں، بیعت وسلوک کا تعلق حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری سے رکھا، جو آپ کے استاد بھی تھے، ۱۷؍جولائی ۲۰۱۶ء میں وفات پائی، حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، جبکہ اکتالیس سال قبل آپ کے والد منشی عبدالعزیز صاحب کی نماز جنازہ بھی حضرت موصوف نے ہی اکتوبر ۱۹۷۵ء میں پڑھائی تھی، مفتی صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات ۲۰؍فروری ۲۰۱۲ء میں ہوگئی تھی، اللہ تعالیٰ سبھوں کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں حافظ محمد اخلاق صاحبؒ سے حاصل کی اور یہیں قرآن مجید کے آخری دو پارے حفظ کیے، نو سال کی عمر میں ۱۲؍شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳؍جولائی ۱۹۸۳ء سنیچر

کے روز کو جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، یمنانگر (ہریانہ) میں داخل کیے گئے اور وہاں نو سال رہ کر قرآن کریم بروایت حفص تجوید وترتیل کے ساتھ حفظ کیا، اور سند حاصل کی، وہاں اردو، ہندی، انگریزی پڑھی، فارسی اور عربی نحو وصرف کی چند کتابیں پڑھیں، نیز جامعہ اردو علی گڈھ کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور ''ادیب'' ''ادیب ماہر'' کے امتحانات دیئے اور فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے، اور کمپیوٹر سیکھا، وہیں کے دوران قیام اردو میں ''مختصر تجوید القرآن'' نامی ایک کتاب تصنیف کی، جس پر اس فن کے علماء نے تقاریظ لکھیں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مقدمہ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اپنی رائے لکھی، اس کتاب نے علمی حلقوں میں قبولیت حاصل کی، کراچی سے بھی اس کی اشاعت ہوئی، یہاں تک کہ بہت سے مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب کی گئی، اور کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

اس کے بعد ۱۴؍شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۱۹۹۲ء میں ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' رائے پور میں داخلہ لیا اور یہاں دو سال گزارے اور درس نظامی کے مطابق کافیہ وشرح جامی تک تعلیم حاصل کی، رائے پور کے قیام کے دوران حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (ت: ۱۹۹۶ھ) کی صحبت اختیار کی، جو عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ (ت: ۱۹۶۲ء) کے خادم خاص اور خلیفہ تھے، ان کے دست مبارک پر بیعت کی، انکی مجلسوں میں شریک رہے، ان کی صحبت سے فیض اٹھایا، سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے، ان سے دینی وروحانی تربیت حاصل کی، اور پنجوقتہ نمازوں میں ان کی امامت کرنے کا بھی شرف حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے حالات وسوانح پر ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، جس نے کافی مقبولیت حاصل کی، اور اس کے چار ایڈیشن شائع ہوگئے۔

اعلیٰ تعلیم

اس کے بعد ۱۷؍شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۱۹۹۴ء میں ''مدرسہ ضیاء العلوم'' میدان

پوررائے بریلی میں داخل ہوئے اور وہاں عالیہ اولی تک تعلیم حاصل کی، وہاں کے ماہر اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا اور مدرسہ کے علمی دعوتی وفکری ماحول اور آب وہوا سے متأثر ہوئے حتی کہ علم ومطالعہ اور تحریر ونگارش میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا، اور آخری سال میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے، امتحان میں کامیابی کے بعد ۱۳؍شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور وہاں تین سال میں ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو شرعی علوم اور عربی زبان وادب میں عالمیت کی سند حاصل کی۔

فقہ وفتاوی میں اختصاص

اگلے سال ماہ شوال ۱۴۱۸ھ میں درجہ فضیلت میں داخل ہوئے اور دوسال میں فقہ وافتاء میں تخصص کیا اور سند حاصل کی، شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کی، ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران دوسالوں (۱۹۹۶ء/ ۱۹۹۷ء) میں مولانا قاری ریاض احمد مظاہری صدر شعبۂ تجوید وقراءت سبعہ وعشرہ سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

ندوہ کے خاص اساتذہ

مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے بطور خاص استفادہ کیا: مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صحافی وادیب حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی، امام وخطیب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مفتیٔ اعظم ندوہ حضرت مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندویؒ، ادیب دوراں حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری، محدث جلیل حضرت مولانا ناصر علی صاحب ندویؒ، مفسر قرآن حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، فقیہ زماں حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، خطیب عصر حضرت مولانا سید سلمان حسینی صاحب ندوی، داعی الی اللہ حضرت مولانا سید عبداللہ محمد حسنی ندویؒ، حضرت مولانا یعقوب

صاحب ندوی، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی ندوی، حضرت مولانا نیاز احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی، حضرت مولانا برجیس صاحب ندویؒ وغیرہم۔

حضرت مفکر اسلام سے خاص تعلق

مولانا نے ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بیعت کی اور ان کی علمی مجلسوں اور صحبتوں سے فیضیاب ہوئے، یہاں تک کہ حضرت کے قریب ہوگئے اور اخیر دور میں حضرت کی خدمت اور تین وقتوں کی نماز کی امامت کی بھی سعادت حاصل کی اور حضرت کی صحبت بابرکت سے خصوصی فیض اٹھایا اور مولانا کی آٹھ کتابوں پر حضرت نے مقدمے تحریر فرمائے، نیز نکاح بھی حضرت مولانا نے پڑھایا اور خود حضرت نے ہی ولیمہ بھی کیا۔

بیعت وسلوک وطریقت

آپ سب سے پہلے ۱۵؍شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق ۸؍فروری ۱۹۹۳ء پیر کے روز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلیفہ حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے بیعت ہوئے، اور ان کی خدمت وصحبت سے فیض اٹھایا، ۷؍رمضان ۱۴۱۶ھ م ۲۷؍جنوری ۱۹۹۶ء میں ان کی وفات کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ سے ۲۴؍شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۶ء کو رجوع کیا اور بیعت ہوئے، اور ان کی مجالس اور صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے، ۲۲؍رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ حضرت مفکر اسلام کے وصال کے بعد انکے جانشین مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تجدید بیعت کی، اب ان کی سرپرستی میں تعلیمی، سماجی، رفاہی، تبلیغی اور اصلاحی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھ کر خدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں۔

اجازت وخلافت

مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، وہاں آپ کی ملاقات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کے مجاز اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کے خلیفہ حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی سے ہوئی، حضرت مولانا ظریف احمد صاحب نے مفتی صاحب موصوف کو سلاسل اربعہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں ۱۹؍رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹؍مئی ۲۰۱۴ء پیر کے روز اجازت وخلافت عطا فرمائی اور جب حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی ۳؍ستمبر ۲۰۱۴ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد تشریف لائے تو مرکز کی جامع مسجد میں ایک مجمع کے سامنے موصوف کی اجازت وخلافت کا اعلان کیا، اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی خلیفہ حضرت شاہ حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ سے ملاقات کے لئے چھٹمل پور جانا ہوا تو حضرت نے بھی مولانا موصوف کو ۲۹؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹؍فروری ۲۰۱۵ء جمعرات کے روز اجازت وخلافت سے نوازا، اور راقم کو فرمایا کہ اس کا اظہار کردو اور رسالے میں بھی شائع کردو، اس طرح موصوف کا علمی وروحانی اور اصلاحی فیض بھی جاری وساری ہے، مولانا موصوف دنیا کے مختلف ممالک میں دو درجن سے زیادہ علماء کرام کو یہ روحانی فیض منتقل کرچکے ہیں اور ان کو اجازت وخلافت دے چکے ہیں، اللہ تعالی سب کو دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔

تالیفات

عربی واردو اور انگریزی زبانوں میں مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تقریباً ۴۷؍کتابیں چھپ چکی ہیں:

عربی

(۱) ریاض البیان فی تجوید القرآن
(۲) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا

(۳) الإمامة فی الصلاة مسائلہا وأحکامہا
(۴) التدخین بین الشرع والطب
(۵) سیرة النبی الاکرم
(۶) القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة

اردو

(۷) مختصر تجوید القرآن
(۸) بچوں کی تمرین التجوید
(۹) جیب کی تجوید
(۱۰) رہنمائے سلوک وطریقت
(۱۱) فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
(۱۲) امامت کے مسائل واحکام
(۱۳) حیات عبدالرشیدؒ
(۱۴) سیرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلویؒ
(۱۵) تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
(۱۶) تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ
(۱۷) تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
(۱۸) تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ
(۱۹) چند مایہ ناز اسلاف (قدیم وجدید)
(۲۰) مقالات ومشاہدات (۲۸؍مضامین کا مجموعہ)
(۲۱) مکتوبات اکابر (بیس بزرگوں کے خطوط)
(۲۲) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
(۲۳) افکار دل (۳۰؍خطبات کا مجموعہ)
(۲۴) مدارس اسلامیہ کا نظام۔ تحلیل وتجزیہ

(۲۵) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۲۶) سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۷) تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ

(۲۸) قادیانیت-نبوت محمدی کے خلاف بغاوت

(۲۹) میری والدہ مرحومہ

(۳۰) لڑکیوں کی اصلاح وتربیت

(۳۱) نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

(۳۲) ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

(۳۳) تصوف اور اکابر دیوبند

(۳۴) اللہ ورسول کی محبت

(۳۵) ماں باپ اور اولاد کے حقوق

(۳۶) عقائد اور ارکان اسلام

(۳۷) سازِ دل (۱۵ر تقریروں کا مجموعہ)

(۳۸) میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام

(۳۹) دردِ دل (۴۵ر مضامین کا مجموعہ)

انگلش

(۴۰) Rules of Raising Funds

(۴۱) Beliefs and Pillars of Islam

(۴۲) The Laws Pertaining to Imamat

(۴۳) The Rights of Perents and children

(۴۴) Guidelines for Sulook and Tareeqat

(۴۵) Tasawwuf and tha Elders of Deoband

(۴۶) Life Sketch of Hadhrat Thanwi

(۴۷) A Biogrophy of the Noblest Nabi

اسفار

پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں پڑوسی ملک پاکستان کا سفر کیا اور وہاں بہت سے علماء، صلحاء اور ادباء سے ملاقات کی اور استفادہ کیا، پھر ۲۰۰۱ء میں جنوبی افریقہ کا سفر کیا اور وہاں مسلمانوں کے حالات اور ان کی دینی، اصلاحی، دعوتی سرگرمیاں دیکھیں اور اسلامی مکاتب ومدارس اور ان کے تجارتی مراکز کا معاینہ کیا اور بہت سے اسلامی دانشوروں اور علماء کرام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد جنوبی افریقہ کے پڑوسی ممالک جیسے ''بوٹسوانہ'' کا نومبر ۲۰۰۱ء میں سفر کیا، پھر رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء میں شوازی لینڈ کا سفر کیا، اس کے بعد زمبابوے بھی جانا ہوا، اور ۲۰۰۲ء میں کویت کا سفر کیا اور وہاں شیخ نادر عبدالعزیز نوریؒ (جنرل سکریٹری جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ، ومدیر علاقات خارجیہ وزارۃ اوقاف کویت) اور شیخ عبداللہ العلی المطوعؒ (صدر جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی، ومالک شرکۃ علی عبدالوہاب) اور فاضل استاذ شیخ یوسف جاسم الحجی (صدر انٹرنیشنل اسلامک چیریٹی آرگنائزیشن) سے ملاقات کی اور یہاں دس روز قیام رہا اور سرکاری مہمان رہے، اسی سال متحدہ عرب امارات دبئی کی بھی زیارت کی اور یہاں تین دن قیام کیا۔

ماہ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں عمرہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرم مکی کے قریب ''مدرسہ صولتیہ'' میں قیام کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی کی زیارت کی، اس میں نماز پڑھی اور ریاض الجنۃ اور روضۂ اطہر پر حاضری دی۔

۲۰۰۴ء میں ایک افریقی ملک ''ملاوی'' کی راجدھانی ''للونگوے'' کا سفر کیا، پھر ''زامبیا'' گئے اور وہاں ''چیپاٹا'' اور ''زامبیا'' کی راجدھانی ''لوسا کا'' گئے، اور وہاں علماء اور صلحاء،

دعاۃ سے ملاقات کی، جو وہاں سیاہ فام لوگوں اور نئی نسل کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہاں کے اکثر لوگ جود وسخاوت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اور دینی ودعوتی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایک جم غفیر کی موجودگی میں راجدھانی کی مسجد ''النور'' میں بیان کیا، اور ان کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت الی اللہ کے اصول وضوابط اور فضائل واحکام پیش کئے اور مسلموں اور غیر مسلموں میں ان کی دعوتی اور اصلاحی خدمات اور سرگرمیوں کو سراہا، تقریباً ایک ماہ یہاں قیام رہا، ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں اپنے والدین کے ساتھ مناسک حج بیت اللہ اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا، اس کے بعد جنوبی افریقہ اور زامبیا متعدد مرتبہ جانا ہوا، کئی مرتبہ موزمبیق بھی جانا ہوا، اور ۲۰۱۱ء میں ملیشیا اور سنگاپور کا بھی سفر ہوا، مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے قطر کا سفر کیا، اور ایک ہفتہ وہاں قیام رہا، اس کے درمیان حج اور عمرہ کے اسفار بھی ہوئے، اور مارچ ۲۰۱۷ء میں ری یونین اور ماریشش کا بھی سفر ہوا اور دو ہفتے وہاں قیام رہا۔

سابقہ مشغولیات

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد ۲۰۰۰ء میں ''جامعہ بیت العلوم'' پہلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے تقرر ہوا، اس کے بعد جامعہ میں ناظم تعلیمات کے منصب پر فائز ہوئے اور وہاں صرف ایک سال قیام فرما کر سبکدوشی حاصل کی۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا قیام

اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی میں ۲۰/رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے ایک دینی، دعوتی اور علمی

مرکز قائم کیا، جو نسل نو کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کی بنیاد صحیح اسلامی فکر پر رکھی گئی ہے، اس کا مقصد علوم اسلامیہ کی اشاعت وحفاظت اور سیرت نبوی اور قرآن وحدیث کے مطابق نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے۔

مرکز کے شعبہ جات

مرکز کی زیر نگرانی حسب ذیل شعبے کام کررہے ہیں:

(۱) جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ (۲) جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات
(۳) ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر (۴) اے ایس پبلک اسکول
(۵) مکتبۃ الامام أبی الحسن العامۃ (۶) دار البحوث والنشر
(۷) دار الافتاء (۸) جمعیۃ اصلاح البیان
(۹) مجلس صحافت اسلامیہ (۱۰) شعبۂ تعمیر مساجد
(۱۱) شعبۂ دعوت وارشاد (۱۲) شعبۂ کمپیوٹر (۱۳) مطبخ۔

موجودہ عہدے اور ذمہ داریاں

ناظم: مرکز احیاء الفکر الاسلامی
مہتمم: جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ
شیخ الحدیث: جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات
جنرل سکریٹری: دار البحوث والنشر
چیف ایڈیٹر: ماہنامہ ''نقوش اسلام''

والسلام

۶/ مارچ ۲۰۱۷ء حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

محبتِ خداوندی اوراس کے اثرات

یہ بیان ۸/دسمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ بعد
نمازمغرب مرکز کی جامع مسجد میں
نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبتِ خداوندی اوراس کے اثرات

ایمان کی سب سے بڑی علامت

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ”وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡآ اَشَدُّ حُبًّالِلّٰهِ“ (۱) جولوگ ایمان لائے وہ خدا سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کی محبت ایمان کی سب سے بڑی علامت بتائی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محبت الٰہی میں سرشار تھی اور آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنۡ نَفۡسِیۡ وَاَهۡلِیۡ وَمِنَ الۡمَآءِ الۡبَارِدِ“ (۲) اے اللہ! تو اپنی محبت کو میری جان سے میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مجھے محبوب بنا۔

اہل اللہ حضرات نے لکھا ہے کہ انسان کی پیدائش کا سب سے بڑا مقصد اللہ رب العالمین کی محبت ہے، یعنی اللہ کی محبت انسانی زندگی کا راز ہے، اگر محبت الٰہی کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے جان سا ٹکڑا ہے، اگر اس میں محبت الٰہی اور عشق خداوندی کی گرمی ہے تو دل انوار ربانی کا مرکز بن جاتا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے: ؎

سلامتی دل عشاق از محبت تست
وگرنہ ایں دل پرخوں چہ جائے منزل تست

اللہ کی محبت ہی سے عاشقوں کے دل صحیح وسالم رہتے ہیں، اور اللہ کی محبت کے سوا یہ دل محض خون سے بھرا ہوا جسم کا ایک ٹکڑا ہے اور کچھ بھی نہیں، محبت کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اللہ کے

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۱۶۴۔ (۲) سنن ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر ۳۴۱۲

لیے مرنا اور اللہ کے لیے جینا آجائے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا و مافیہا سے بالکل قطع تعلق کرے اور ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے بلکہ دنیاوی تمام تعلقات کے ہجوم میں رہ کر اپنے معبودِ حقیقی کو نہ بھولے، اللہ کی دی ہوئی نعمت سے دنیا میں فائدہ اٹھائے، شادی بھی کرے، کھائے پیئے بھی، اللہ کی مخلوق سے بھی ملے، بازار سے سودا سلف بھی لائے، تجارت اور کاروبار بھی کرے؛ لیکن اس طرح کے ہر کام میں اللہ تعالی کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہو، دنیا کی محبت وزیبائش اور اس کے نقش ونگار دل میں جگہ نہ کرنے پائیں، جب یہ تمام چیزیں پیدا ہوجائیں گی تو حقیقی زندگی حاصل ہوجائے گی۔

خدا کی محبت کے اثرات

جن بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت گھر کر لیتی ہے، انہیں ہر وقت یہ دھن لگی رہتی ہے کہ اللہ کی رضا کس طرح حاصل ہو، وہ صبح وشام کثرت سے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، کبھی رکوع میں جھکے ہوتے ہیں، اور کبھی سجدے میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں، دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارتے ہیں، دنیاداروں سے زیادہ میل جول اور فضول گفتگو نہیں کرتے، اپنے مولائے حقیقی کی یاد میں دنیا کی لذتوں اور آسائشوں کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، انہیں دنیا کی لذتیں مردار کے مانند دکھائی دیتی ہیں، دنیا کی زیبائش انہیں ویران نظر آتی ہے، وہ زبانِ حال سے کہتے ہیں:

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آتی ہے

خدا کی محبت حاصل ہونے سے آدمی ہر قسم کے آداب واخلاق سیکھتا ہے، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ کرتا ہے، اپنی مرضیات اور خواہشوں کو اللہ کی مرضی کے تابع بنادیتا ہے، اس کا دل یادِ الٰہی سے زندہ رہتا ہے، کبھی مردہ نہیں ہوتا، وہ خدا کی محبت میں دیوانہ اور اس کا غلام نظر آتا ہے، محبت سے ساری تلخیاں شیریں ہوجاتی ہیں، محبت سے تانبا سونا

ہوجاتا ہے، خدا کی محبت سے مردہ دل زندہ ہوجاتا ہے، محبت سے بادشاہ غلام بن جاتا ہے، جس کو اللہ تعالی اپنا بنالیتا ہے اس کو دنیا سے بے رغبت فرمادیتا ہے۔

مخلوق کی خالق سے محبت

اللہ تعالی نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہمارے لیے آسائش کا، راحت کا، اور زندگی گزارنے کا جو کچھ ساز وسامان ہے، وہ سب اللہ نے بنایا، سب چیزیں اللہ ہی نے بنائیں ہیں، کیونکہ اللہ ہی ہمارا خالق، اللہ ہی مالک اور اللہ ہی اس کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے، اور جب اس نے اس نظام کو چلایا، اس کائنات کو بنایا، جتنی چیزیں ہیں وہ سب مخلوق کے لئے ہیں، تو مخلوق پر حق بنتا ہے، مخلوق پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جس نے ہم کو بنایا ہے، اس سے ہم کو محبت ہو، تعلق ہو، اگر پیدا کرنے والے سے ہماری محبت ہوجائے، تو ساری چیزیں ہماری ہوجائیں گی، کیونکہ ساری چیزوں کا مالک اللہ تعالی ہے۔

جب آپ میرے تو آپ کی تمام چیزیں میری

سبکتگین ایک بادشاہ گزرا ہے، اس کے محل میں بہت ساری رانیاں تھیں، بہت ساری باندیاں تھیں، ایک باندی سے اس کو بہت زیادہ عشق اور محبت تھی، تو دوسری رانیوں کو حسد ہوگیا کہ بادشاہ کو اس سے زیادہ محبت ہے، بادشاہ کو اس کا اندازہ ہوگیا کہ ان کو اعتراض ہے کہ میں اس سے کیوں محبت کرتا ہوں، کیونکہ وہ بہت زیادہ سمجھدار تھیں، انتہائی دماغ دار، انتہائی ذہین اور انتہائی عقلمند، چنانچہ اس نے ایک طریقہ اختیار کیا کہ ایک روز صبح کے وقت اپنے محل میں سب کو اکٹھا کیا، اور کہنے لگا کہ آج میں موڑ میں ہوں، آج میں بہت خوش ہوں، آج جس رانی نے، جس بیوی نے جس چیز کو لے لیا جس چیز پر ہاتھ رکھ دیا وہ اسی کی ہوگی، تو اس نے اپنے محل کے اندر اور اپنے صحن میں سامان رکھوادیا، ادھر سونا، ادھر چاندی، ادھر یاقوت، ادھر

جواہرات، طرح طرح کے زیورات، طرح طرح کے موتی ، اور دوسرے سامان سب رکھوادئے اور سب کو کہا کہ جس وقت میں اشارہ کروں اس وقت جو جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ اسی کی ہوگی، محل کی ساری عورتیں، ساری رانیاں بہت خوش نظر آرہی ہیں، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اعلان کر دیا، اب جیسے ہی اس نے اشارہ کیا تو سب ٹوٹ پڑی، کسی نے سونے پر ہاتھ رکھا، کسی نے چاندی پر، کسی نے جواہرات پر، کسی نے یاقوت پر رکھا، ایک رانی جس سے بادشاہ کو محبت تھی وہ کھڑی رہ گئی، اور دوسری بیویاں کہنے لگیں کہ یہ تو پاگل ہے، اسے کچھ معلوم نہیں، ہم پہلے ہی کہہ رہے تھے، اتنا اچھا موقعہ گنوا دیا، بادشاہ نے اس رانی سے پوچھا کہ سب نے مزے لوٹ لئے تو کیوں کھڑی رہ گئی، بیوقوف ، نالائق، پاگل؟ تو چونکہ وہ سمجھدار تھی، تو اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ نے یہ کہا تھا کہ جس نے جس چیز پر ہاتھ رکھ دیا وہ اسی کی ہے، آپ کی بات پکی ہے؟ اس نے کہا، ہاں، ہاں! میری بات صحیح ہے، تو اس عورت نے کہا میں آپ کے اوپر ہاتھ رکھ رہی ہوں، جب میں نے آپ کے اوپر ہاتھ رکھ دیا تو آپ میرے ہیں اور آپ کی تمام چیزیں بھی میری ہی ہیں۔

اللہ جس کا ہو جائے سب چیزیں اسی کی

یہی نظام خالق کائنات کا ہے، سب کچھ اللہ نے بنایا ہے، یہ زمین، یہ آسمان، یہ پہاڑ، یہ سونا، یہ چاندی، یہ مال و دولت، یہ کھیتی باڑی، سب کچھ اللہ تبارک وتعالی کی ہے، اگر ہمیں اللہ تعالی کی حقیقی محبت نصیب ہو جائے، اللہ تبارک وتعالی سے ہمیں حقیقی تعلق حاصل ہو جائے تو کیا اللہ تعالی ہمیں یوں ہی بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، ہرگز نہیں، اس لیے اللہ کو اپناؤ اور اسی سے لو لگاؤ، جب اللہ تعالی ہمارا ہو جائے گا تو دنیا کی ساری چیزیں ہماری ہو جائیں گی۔

اللہ سے محبت رکھنے والے کی ایک مثال

دو آدمی تھے، ایک عیسائی اور دوسرا مسلمان، دونوں کا ساتھ میں سفر ہو گیا، کچھ دور تک تو

جو کچھ ان کے پاس کھانا تھا، اس سے کام چلا، ایک دو دن بعد انکے ناشتہ دان یا تھیلے میں چنے، نمکین یا جو کچھ کھانے کا سامان تھا ختم ہو گیا، سفر لمبا تھا، اب دونوں کو فکر لاحق ہوئی کہ بھائی سامان تو کھانے پینے کا سب ختم ہو گیا، مگر سفر ابھی باقی ہے، اس لیے وہ پریشان ہوئے، تو انہوں نے کہا اللہ تعالی سے مانگنا چاہئے؛ کیونکہ اللہ تعالی ہی پیدا کرنے والا ہے، تو مسلمان نے اس عیسائی ساتھی سے کہا، بھائی اب تو تمہارا اور ہمارا اللہ ہی ہے، اسی سے مانگنا چاہئے، مسلمان نے عیسائی سے کہا تم اللہ سے پہلے مانگو، عیسائی نے کہا، آج آپ ہی مانگ لیں، میں کل مانگ لوں گا، اس مسلمان نے اللہ تعالی سے دعا کی، یا اللہ ہم تیرے بندے ہیں، تجھے معلوم ہے کہ سفر میں کوئی زادِ راہ نہیں ہے، اور کہیں آس پاس کوئی ہوٹل بھی معلوم نہیں ہے کہ کھانا مل جائے، اے اللہ کھانے کا انتظام فرمادے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہوا کہ کوئی صاحب غیبی طور سے گرم گرم کھانا لے کر آئے اور انہوں کھالیا، کھا کر آرام سے سو گئے، اب سفر آگے اور بھی باقی تھا، اگلے دن عیسائی کا نمبر آیا، تو عیسائی دوست سے کہا کہ بھائی آج آپ دعا کرو، شاید کھانا آجائے اور وہ بھی بہت خوش، یہ مسلمان تو تھوڑا پریشان تھا، اس لیے کہ یہ سمجھ رہا تھا کہ چلو میں تو مسلمان ہوں، اللہ تعالی نے میری لاج رکھ لی، معلوم نہیں آج کیا حال ہوگا لیکن وہ عیسائی اس دن بھی خوش تھا، اس عیسائی نے دعاء مانگی کہ یا اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ صحیح ہے، میں تو جیسا کیسا ہوں، ہوں، اگر تیرے نزدیک یہ مسلمان صحیح ہے، اور تو اس سے محبت رکھتا ہے اور یہ تجھ سے محبت رکھتا ہے، آج نمبر میرا ہے، اس کی لاج کی وجہ سے، اس کی برکت سے تو آج بھی کھانا دیدے، چنانچہ پھر اللہ نے ایسا ہی کھانے کا بندوبست کیا اور وہ خوش ہو گیا، تو مسلمان پریشان ہوا کہ کیا چکر ہے، کھانے کے بعد اس مسلمان نے اپنے عیسائی ساتھی سے پوچھا کہ بھائی بات بتا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بھئی میں نے تو تیرا ہی حوالہ دیا تھا، کہ اگر یہ مسلمان صحیح ہے اور تجھ سے محبت رکھتا ہے تو یا اللہ کھانا دیدے، تو کل بھی اور آج بھی تیری ہی برکت سے کھانا ملا ہے، اس لئے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، جب اللہ

تعالی سے تعلق ہوجاتا ہے تو وہ ایسی جگہ سے مدد کرتا ہے کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتا: "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (۱) جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتا ہے جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، تو اللہ سے اگر تعلق قائم ہوجائے تو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں۔

خلیل اور محبوب کی محبت کی مثال

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، جب ان کے وصال کا وقت آیا، تو انہیں موت کے فرشتے حضرت عزرائیل نے آکر سلام کیا، کہا آپ کا وقت آگیا ہے اور آپ کا بلاوا ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اپنے دوست کی بھی کوئی جان نکالتا ہے، جاؤ اللہ سے پوچھ کر آؤ؛ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل تھے، فرشتہ اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ وہ ایسا کہہ رہے ہیں، کہ کیا اپنے خلیل کی بھی جان نکالی جاتی ہے، ان کو بھی موت دی جاتی ہے، اللہ تعالی کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ کیا کوئی محبوب اپنے محبوب کی ملاقات سے بھی دیری کرتا ہے، میں تیرا محبوب ہوں، تو میرا خلیل ہے، اپنے محبوب سے بھی کوئی ایسی بات کرتا ہے، تو انہوں نے فرشتے سے کہا "عجل عجل" جلدی کرو، جلدی کرو، جب پتہ چل گیا کہ اللہ سے، محبوب سے، ملاقات ہونے والی ہے، تو پھر انہوں نے جلدی کی، تو اللہ تعالی ہمارا خالق ہے، اللہ تعالی کی محبت کی ہمیں ضرورت ہے، اگر حقیقی محبت اللہ تعالی سے ہمیں حاصل ہوجائے تو پھر دنیا کی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

محبت کے بعد سب چیزیں آسان

جب اللہ سے ہماری لو لگ جائے گی، اللہ سے ہماری محبت ہوجائے گی تو جتنے بھی کام ہیں، سب میں لطف آئے گا، نماز میں بھی مزہ آئے گا، روزہ میں بھی مزہ آئے گا، اب جو

(۱) سورۂ طلاق آیت ۳

عبادت ہم کرتے ہیں، جو نماز پڑھتے ہیں تو یہ ہم ڈیوٹی سمجھ کر کرتے ہیں، چلو بھائی اذان ہوگئی، نماز پڑھ لو، نہیں جائیں گے، وہ کیا کہیں گے؟ ارے بھائی! مسجد میں نہیں آئے تھے، عشاء میں نہیں آئے تھے، کیا بات ہوگئی، ارے وہ فجر میں نہیں تھے، چلو کوئی کیا کہے گا؟ داڑھی رکھ لو بھائی، نہیں رکھیں گے تو کوئی کیا کہے گا کہ یہ کیسا مسلمان ہے، داڑھی نہیں رکھتا، روزہ رکھ لو، اگر روزہ رمضان میں نہیں رکھیں گے تو لوگ کیا کہیں گے، ظاہر ہے، یہ اللہ تعالی کے لیے نہیں ہے، یہ تو اپنی توہین اور انسلٹ سے بچنے کیلئے اور اپنے دکھاوے کے لیے عبادت کررہا ہے، اگر اللہ کی حقیقی محبت حاصل ہوجائے، تو پھر سخت سردی کے اندر نماز کا وقت ہوجاوے، وہ جنگل میں ہو اور سخت ٹھنڈا پانی اس کے پاس موجود ہو تو وہ وضو کرے گا، اور اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور کھلے آسمان کے نیچے اپنا کپڑا بچھائے گا اور اطمینان سے نماز پڑھے گا، اگر اللہ سے محبت نہیں ہوگی تو مسجد کے اندر گرم پانی، ہیٹر موجود، دروازہ بند، وہاں بھی اس کو نماز میں مزہ نہیں آئے گا، کیونکہ یار دوست انتظار میں ہیں، کتنی دیر ہوگئی، دکان پر جانا ہے، بیٹھک میں بیٹھنا ہے، گپ شپ کرنی ہے؛ لیکن اگر اللہ سے حقیقی محبت حاصل ہوجائے تو پھر مزہ ہی آجاتا ہے۔

تجھے اب تک وہاں کس نے روک رکھا ہے؟

ایک مزدور کو کسی نے کہا کہ بھئی یہ میرا سامان ہے، اس کو لے کر چلو، میں اتنا پیسہ دوں گا، اس نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کا سامان لے جاتا ہوں؛ لیکن اگر راستہ میں نماز کا وقت آگیا تو میں نماز پڑھوں گا، ٹھیک ہے، وہ راستہ چلتا رہا، راستہ میں اذان ہوگئی، اس نے کہا دیکھو بھائی میں نے وعدہ کیا تھا، میں نماز پڑھنے جاتا ہوں، تم سامان کے پاس کھڑے رہو، اس نے کہا ٹھیک ہے، تو اس نے مسجد میں نماز پڑھنی شروع کردی، نماز پڑھ کر لوگ نکل گئے، فارغ ہوگئے، مگر وہ نفلیں ہی پڑھ رہا ہے، ہے مزدور اور نفلیں پڑھ رہا ہے، اللہ سے لو لگا رہا ہے، جب کافی دیر ہوگئی، سب نکل کر آگئے، تو مالک نے باہر سے چلا کر کہا، سب لوگ نماز سے فارغ

ہوکر بھی چلے گئے، تجھے اب تک وہاں کس نے روک رکھا ہے؟ کس نے تیراراستہ گھیر رکھا ہے؟ تواس نے بڑی سادگی سے کہا، جس نے تجھے اندر آنے سے روک رکھا ہے، اسی نے مجھے باہر آنے سے روک رکھا ہے، تو اللہ سے جب حقیقی محبت ہوجائے، تو ایک ایک عمل میں ایسا لطف آتا ہے، ایک ایک عمل میں ایسا مزہ آتا ہے کہ زندگی ہی الگ ہوجاتی ہے۔

اللہ سے محبت ہے تو امتحان بھی ہوگا

ایک صحابی اور ایک صحابیہ رضی اللہ عنہما کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شادی ہوئی، بیوی حسین اور جمیل، انتہائی خوبصورت، شادی ہونے کے بعد اچھے طریقے سے زندگی گزر رہی تھی، اور اللہ کے راستہ میں امتحان بھی آتا ہے، اس لیے کہ جس کو جس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے تو آزمائش بھی اس کی کڑی ہوتی ہے، آزمائش بھی اس کی سخت ہوتی ہے، اور جو جتنا نافرمان ہوتا ہے، تو اس کو مہلت بھی اتنی ہی زیادہ ملتی ہے، اس لیے کافروں کے متعلق اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا کہ: "فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا" (۱) چھوٹ دو ان کو، لیکن جو آدمی سچا ہے، نمازی ہے، دین دار ہے، وہ غلط کام کرے تو اسی دن اس کا عیب کھل جائے گا، بھنڈا پھوٹ جائے گا، ایک آدمی روزانہ زنا کرتا ہے، سب کو پتہ ہے؛ لیکن کبھی بھی نہیں پکڑا جاتا، ایک آدمی چوری کرتا ہے، سب کو پتہ ہے؛ لیکن کبھی نہیں پکڑا جاتا، لیکن ایک شریف آدمی ہے، اس نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا تو سارے میں شور ہوجائے گا کہ یہ تو فلاں کی طرف دیکھ رہا تھا، تو اللہ تبارک وتعالی اپنے خاص بندوں کو بچاتا ہے، فوراً پکڑ لیتا ہے، جو نافرمان ہے، اس کو چھوٹ مل رہی ہے، چل بھئی کر جو کرنا ہے؛ لیکن جو اللہ کا خاص بندہ ہے، جس کو اللہ سے تعلق ہے، اس کو فوراً پکڑ لیتا ہے، تو اللہ تعالی کے راستہ میں آزمائش بھی آتی ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے: "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

(۱) سورۂ طارق آیت ۱۷

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ" (۱) کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں کے جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف۔

مجھے طلاق دیدو

چنانچہ صحابی اور صحابیہ اچھے انداز سے زندگی گزارنے لگے کچھ دنوں کے بعد کیا ہوا، شوہر نے رات میں پانی مانگا، تو بیوی لے کر آگئی، اتنے میں صحابی کو نیند لگ گئی، بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے؛ لیکن وہ پانی لے کر کھڑی رہی، جب آنکھ کھلی تو آنکھ کھلنے کے بعد دیکھا کہ پانی مانگے ہوئے گھنٹوں ہوگئے اور وہ کھڑی رہی، وہ انتہائی خوش ہوا کہ واقعی تم عجیب عورت ہو، اتنی مطیع وفرمانبرار اور حسین وجمیل، جو بھی تعریفیں ہوسکتی تھیں وہ کیں، اور کہا کہ تم ابھی تک لیٹی نہیں، پانی کے انتظار میں کھڑی ہو، انہوں نے کہا کہ میں آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے کھڑی رہی، تو شوہر نے خوش ہوکر یہ کہا کہ ٹھیک ہے تم نے مجھ کو خوش کردیا ہے، آج تم جو مانگو گی وہ میں دیدوں گا، بیوی نے کہا کہ پکی بات ہے؟ شوہر نے کہا ہاں پکی ہے کہ بس تم مجھے طلاق دیدو، کیا کہا؟ کہ طلاق دیدو، اب اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، اس لیے کہ بیوی حسین وجمیل اور خوبصورت اور مطیع وفرمانبردار، اطاعت کا یہ عالم کہ اتنی دیر کھڑی رہی، اب وہ سوچنے پر مجبور، ایک پریشانی کی بات ہوگئی؟ کیا کیا جائے؟ چنانچہ جب معاملہ نے طول پکڑا تو عورت نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ جو مانگنا ہے مانگو، جب آپ نے وعدہ کیا ہے، بس مجھے تو طلاق دیدو، مجھ کو آزاد کردو، اب وہ پریشان کہنے لگا کہ کیا تو مجھ سے ناراض ہے؟ یا تجھ کو کوئی تکلیف دیتا ہوں؟ یا کوئی خلاف شرع بات کرتا ہوں، کیا میں تمہارا کوئی حق ادا نہیں کرتا؟ عورت نے کہا کہ نہیں، پھر کیا بات

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۴

ہے، بس مجھے تو آزادی چاہئے، جب تم نے کہا تھا تو وعدہ پورا کرو، تو شوہر نے کہا، اچھا چلو صبح تک ٹھہرو، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں گے اور وہاں اپنا مقدمہ پیش کریں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فیصلہ کریں گے، اس کو مان لیں گے، صبح ہونے کے بعد پھر عورت نے جلدی کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور مجھے آزاد کرو، وہ گھر سے چل دئے اور جیسے ہی گھر سے نکل کر چلے، شوہر کو راستہ میں ذراسی ٹھوکر لگی، ٹھوکر لگ کر گر گئے، تو پیر میں چوٹ لگ گئی اور خون نکلنے لگا، تو اس عورت نے جلدی سے کپڑا لیا اور اس کو صاف کیا اور صاف کر کے کہنے لگی کہ اچھا چلو بس گھر، اب میں طلاق نہیں لیتی، اب شوہر پریشان کہ رات تو تمہارا اس قدر اصرار تھا کہ طلاق دو، طلاق دو، اور اب یہ کہہ رہی ہے کہ گھر چلو، بات بتلاؤ؟ آخر کیا بات ہے؟۔

اللہ سے تم کو محبت نہیں

عورت نے کہا بات دراصل یہ ہے کہ مجھ کو یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ تم نماز بھی پڑھتے ہو، روزہ بھی رکھتے ہو، زکوۃ بھی دیتے ہو اور سب کچھ کرتے ہو؛ لیکن اللہ سے تمہیں محبت نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اللہ سے تمہیں محبت ہوتی، آج تک ہمارے گھر میں کوئی دقت نہیں آئی، کوئی تکلیف نہیں آئی، کوئی پریشانی نہیں آئی، کوئی مصیبت نہیں آئی، تو میں نے یہ سمجھا کہ یہ سب تمہارا دکھاوا ہے، اللہ کو تم سے محبت نہیں اور تم کو اللہ سے محبت نہیں، تو جس آدمی کو اللہ سے محبت نہ ہو، اس کے ساتھ رہنے میں کیا فائدہ، اسی لیے میں طلاق مانگ رہی تھی کیونکہ اگر آپ کو اللہ سے محبت ہوتی تو کم از کم کچھ نہ کچھ پریشانی تو آتی، میں جب سے یہاں رہ رہی ہوں، آرام سے ہوں، کوئی دقت نہیں، کوئی پریشانی نہیں، پھر ہم جب صبح نکلے اور تمہارے ٹھوکر لگی اور خون نکلا، تب میں سمجھی کہ نہیں اللہ سے محبت ہے، اللہ نے آزمائش میں ڈالا ہے، لہٰذا اللہ سے آپ کو محبت ہے، تو میں نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا، دوستو! اگر اللہ سے محبت

کروگے، تو مصیبتیں آئیں گی، پریشانیاں آئیں گی، کیونکہ اللہ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے، جو قریب ہوتا ہے اسی کو تو آزمایا جاتا ہے۔

مقربین کی آزمائش

محمود غزنوی مشہور بادشاہ تھا، اس کا ایک غلام ''ایاز'' تھا، جس کے متعلق علامہ اقبال کا یہ شعر بھی ہے: ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ایاز سے پارلیمنٹ کے سارے کرمچاری اور سارے عہدے داران حسد کرتے تھے، کہ بادشاہ اسی کو پسند کرتا ہے، اسی کو چاہتا ہے، پتہ نہیں اس کو کیوں چاہتا ہے؟ تو اس نے بھی ایک لطیفہ ایسے ہی بنایا، سونے کا ایک بہت قیمتی پیالہ تھا، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا قیمتی ہوگا، تو اس نے جتنے وزراء تھے سب کو بلایا، اور سب کو کہا کہ یہ پیالہ توڑ دو، سب حیران وششدر، کہ اتنا قیمتی پیالہ کیسے توڑا جاسکتا ہے؟ سب پریشان کہ بادشاہ سلامت! ہم توڑ نہیں سکتے، تو ایاز کو کہا کہ ایاز پیالہ توڑ دو، تو اس نے اٹھایا اور فوراً توڑ دیا، اب جتنے وزراء تھے، وہ اسے کہنے لگے نالائق، بیوقوف، آج تو اس کے پتہ گول ہوجائیں گے، اتنا قیمتی پیالہ توڑ دیا، عذر کردینا چاہئے تھا، آج پھنسا یہ، تو بادشاہ نے کہا کہ ارے نالائق کمبخت کیسے تم نے یہ توڑ دیا، اس کو ڈانٹا، ان سب نے نہیں توڑا، تو اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ کا حکم تھا، غلطی میرے سے ہوگئی، آپ کے حکم کی تعمیل میں میں نے یہ کیا ہے، نافرمانی آپ کی مجھ سے نہیں ہوسکتی تھی، سب کو کہا کہ دیکھو، اس سے محبت اس لیے کرتا ہوں، بات میری مانی ہے اور غلطی کا اقرار خود کر رہا ہے، تو آزمایا اس کو جاتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے، جس سے محبت نہیں ہوتی اس کو آزمایا نہیں جاتا، تو اگر اللہ سے حقیقی محبت ہوگی تو گھر میں تنگی نہیں آئے گی، مزے ہی

آئیں گے، مستی ہی آئے گی؛ لیکن اللہ کبھی آزماتا بھی ہے، ہم لوگ مایوس ہوجاتے ہیں، اگر تھوڑی سی تکلیف ہوجائے تو مایوس ہوجاتے ہیں، اللہ ہمیں اٹھالے بس، اللہ ہم برداشت نہیں کرسکتے، اللہ اس کو نہیں آزماتا جو اس کا نافرمان ہوتا ہے: "فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا" (۱) پھر کافروں کو تھوڑی سی مہلت دیدیجئے، تو اگر اللہ سے محبت ہے، اللہ سے تعلق ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ آزمائے گا۔

اللہ کی محبت کے بعد ساری چیزیں ہیچ

قرآن کریم کے اندر ایک آیت سورہ مجادلہ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَا تَجِدُ قَوْماً يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانُوا اٰبآءَ هُمْ أَوْ اَبْنَاءَ هُمْ أَوْاِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ" (۲) تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر، کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے، خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے، یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے "اولئك كتب فی قلوبهم الإيمان" ان کے دلوں کے اندر ایمان ہے اور ایمان جب آتا ہے تو ایمان کے اندر اللہ تعالیٰ اپنی محبت پیدا کردیتا ہے "وايدهم بروح منه" اور ان کی تائید کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں، امیر المؤمنین ہیں، بعض مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ باپ مسلمان ہوگیا، بیٹا مسلمان نہیں ہوا، بیٹا مسلمان ہوگیا، باپ مسلمان نہیں ہوا، تو غزوۂ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے مسلمان نہیں ہوئے تھے، مخالفین ومشرکین کے ساتھ جنگ ہوئی، جس میں وہ شریک تھے، بعد میں جب حضرت ابوبکر کے بیٹے اسلام لے آئے، تو گھر میں ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے، تو

(۱) سورۂ طارق آیت ۱۷ (۲) سورۂ مجادلہ آیت ۲۲

کہنے لگے کہ ابا جان! غزوہ بدر میں جب آپ کی اور ہماری جنگ ہوئی تو آپ میرے سامنے آگئے تھے، اگر میں حملہ کرتا تو آپ بچ نہیں سکتے تھے؛ لیکن میں نے یہ سوچا کہ میرے ابا ہیں، میں نے حملہ نہیں کیا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تو میرے سامنے آجاتا تو میری تلوار سے اور میرے حملہ سے بچ نہیں سکتا تھا، محبت ہے تو ایمان کی اور اگر ایمان نہیں تو کچھ نہیں، انہوں نے یہ ثابت کرکے دکھلا دیا، کہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے، ایمان نہیں تو کچھ نہیں۔

ایمان سب سے بڑی چیز ہے

ایمان نہیں تو بھائی بھی بھائی نہیں، شوہر بھی شوہر نہیں، بیوی بھی بیوی نہیں، بہنوئی بھی بہنوئی نہیں، بیٹا بھی بیٹا نہیں، باپ بھی باپ نہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی جو ابوسفیان کی بیٹی تھیں، ابوسفیان ایمان لانے سے پہلے مدینہ آیا، تو چونکہ ابوسفیان کی بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، تو اس نے سوچا کہ مدینہ آیا ہوا ہوں، تو بیٹی سے بھی مل کر جاؤں، تو ابوسفیان نے کنڈی کھٹکھٹائی، گھر میں آیا، آکر بیٹی سے سلام کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو ابوسفیان کی بیٹی نے فوراً بستر اکٹھا کردیا، ابوسفیان کو عجیب سا لگا کہ بیٹی کیا بات؟ میں اس لائق نہیں؟ کہنے لگیں کہ نہیں، یہ میرے آقا کا بستر ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے، اور آپ میرے باپ ہیں؛ لیکن کافر ہیں، مشرک ہیں، مشرک ناپاک ہیں، میرے آقا کے بستر پر آپ نہیں بیٹھ سکتے، وہاں محبت تھی تو ایمان کی اور محبت نہیں تھی تو بے ایمان کی، صحابہ کرام نے نمونے پیش کرکے دکھلا دیئے، قرآن کہہ رہا ہے: "لا تجدقوماً يومنون بالله واليوم الآخر" ایمان ہے تو سب کچھ، اور ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں، بیٹی باپ کی نہیں، اور باپ بیٹی کا نہیں، باپ کا بیٹا نہیں اور بیٹے کا باپ نہیں، بیوی کا شوہر نہیں، ایمان نہیں تو کوئی رشتہ نہیں، سب کچھ ہے تو ایمان کی بنا پر ہے۔

اللہ اپنے بندے سے بہت محبت کرتا ہے

اگر ہمارا اللہ سے تعلق قائم ہو جائے، اللہ سے محبت ہو جائے، تو اللہ تعالی بھی ہم سے محبت کرتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی کے اندر ارشاد فرمایا ہے:

"اِذَاتَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعاً، وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً، وَاِذَا اَتَانِىْ يَمْشِىْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً" (۱) "یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے، جب بندہ میری طرف ایک بالشت چلتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ چلتا ہوں، اور جب بندہ میری طرف ایک ہاتھ چلتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ چلتا ہوں اور جب وہ میری طرف آہستہ سے چلتا ہے، تو میں اس کی طرف لپک کر چلتا ہوں' اور ایک جگہ یہ بھی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے "کہ پھر میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ چھوتا ہے، پھر اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے" کیا بات ہے یہ؟ جب اللہ سے ہمیں محبت ہو جاوے گی تو جو دعا ہم زبان سے نکالیں گے، اللہ ہماری دعا قبول کرے گا، جو ہم کرنا چاہیں گے، اللہ کہہ رہا ہے کہ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، کوئی کام کرنا چاہیں گے تو اللہ ہماری مدد کرے گا، کہیں جانا چاہیں گے تو اللہ ہمارے پیروں میں طاقت دیدے گا، اور کوئی چیز ہم اللہ سے مانگیں گے، تو اللہ ہم کو وہ عطا فرما دیں گے، اور ہم تھوڑا سا اللہ کی طرف چلیں گے تو اللہ لپک کر ہماری طرف آئے گا، ہم تھوڑے سے بڑھیں گے، تو اللہ تعالی ہماری طرف زیادہ بڑھے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی کے اندر ارشاد فرمایا کہ ساری چیزیں اللہ کی محبت کے ساتھ موجود ہیں، اللہ سے محبت ہے تو سب کچھ ہے۔

جب اللہ سے محبت ہو جائے گی تو مزہ آئے گا

میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اس خالق کائنات کی محبت ہمیں حاصل ہو جائے،

(۱) بخاری شریف حدیث نمبر ۵

جس نے سارے نظام کو بنایا ہے، اور اس کی محبت حاصل ہونے کے بعد پھر ہم کو سب کچھ مل سکتا ہے، اگر اللہ تعالی سے محبت نہیں تو سب کچھ ہو کے بھی ہمارا نہیں ہے، پھر نہ گھر ہمارا، نہ یہ مکان ہمارا اور نہ یہ زندگی ہماری اور نہ یہ جسم ہمارا، کوئی چیز ہماری نہیں، اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہمیں اللہ کی محبت حاصل ہو جائے، اور جب اللہ سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ کے ذکر میں بھی مزہ آئے گا، لطف آئے گا، ہم نے دنیا کا نظام دیکھا ہے، کسی سے کسی کو عشق ہو جائے، کسی سے کسی کو محبت ہو جائے، تو جگہ جگہ اس کا نام لیتا ہے، اگر کسی آدمی کو کسی سے محبت ہو جائے، تو ہر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہے، دیکھو ہمارا دوست ایسا ہے، یار ہم ایسے تھے، ہم ایسے رہتے تھے، اگر کسی شخص کو اپنی بیوی سے محبت ہو جائے تو ہر موقع پر وہ اس کا ذکر کرتا ہے کہ میری بیوی ایسا کھانا بناتی ہے، میری بیوی ایسا کام کرتی ہے، غرض یہ کہ جس کا تعلق جس سے ہو جاتا ہے، تو اس کا ذکر کسی نہ کسی بہانے سے کرتا ہے، اگر ہماری اللہ تبارک وتعالی سے حقیقی محبت ہو جائے تو ہم ہر جگہ اللہ کو یاد کریں گے، ہر جگہ اللہ کا ذکر کریں گے، رات کی تاریکی کے اندر بھی اللہ کو یاد رکھیں گے، تنہائی کے اندر بھی اللہ کو یاد رکھیں گے، بازار کے اندر بھی اللہ کو یاد رکھیں گے، اور گھر کے اندر بھی، بال بچوں کے درمیان بھی اللہ کو یاد رکھیں گے۔

اللہ کی اگر حقیقی محبت حاصل ہو جائے

آج بھی دنیا میں جو اللہ کے نیک بندے ہیں، جنھوں نے رات دن اللہ کو راضی کرنے میں لگایا، محنت کی، شب بیداری کی، اللہ کو خوش کیا ہے، اب وہ اللہ والے بن گئے ہیں، چمک گئے ہیں، دنیا ان کے قدموں پر ہے، وہ دنیا سے بھاگ رہے ہیں، دنیا ان کے پیچھے بھاگتی ہے، مجمع ان کے پیچھے رہتا ہے، وہ تنہائی چاہتے ہیں، لوگ پھر ان کے پاس آتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت دعا کر دو، حضرت ہمارا یہ معاملہ حل ہو جائے، ان کو دنیا سے نفرت ہوتی ہے، لوگ ان کو پیسے دیکر جاتے ہیں یہ لو حضرت ہدیہ قبول کر لو، وہ کہتے ہیں، مجھے ضرورت نہیں، لو

بھائی، غریب کو دیدو، فلاں کو دیدو، ایسے واقعات اب بھی موجود ہیں اور ہم دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں، دنیا ہم سے آگے بھاگتی ہے، تو معاملہ الٹا ہے، اگر اللہ سے ہمیں حقیقی محبت ہوجائے، محبت الٰہی ہم کو حاصل ہوجائے تو ساری دنیا ہماری ہے، اور اس کی دو مثالیں ہم نے آپ کو دی ہے، مرد کی بھی سنا دی اور عورت کی بھی سنا دی، اور ہم لوگ مرد ہیں اور اگر اس طرح سے کوشش کریں اور اس طرح سے اللہ کی محبت حاصل کریں تو سارا نظام ہمارا ہوگا، ساری چیزیں ہماری ہوں گی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ تبارک وتعالی سے حقیقی محبت حاصل تھی، اور اس عورت کی میں نے آپ کو مثال دی کہ اس کو اپنے شوہر سے طلاق لینے کی نوبت کیوں آگئی؟ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ اس مرد کو اللہ تعالی سے محبت نہیں اور اللہ کو اس سے محبت نہیں، اگر محبت ہوتی تو آزمائش آتی، آزمائش نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس سے ناراض ہے، اور یہ اللہ سے تعلق نہیں رکھتا، ایسے شوہر کے ساتھ میں رہنا نہیں چاہتی، ان لوگوں کا یہ نظریہ تھا۔

صحابہ کے اوصاف

انہیں کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ" (۱) یہ ایسی نیک ہستیاں ہیں، یہ تو ایسے اللہ کے بندے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا کی سلطنتیں دیدیں، دنیا کی حکومتیں دیدیں، دنیا کا سارا ساز وسامان دیدیں تو بھی یہ اللہ کے احکام کو مانیں، تو بھی یہ نمازوں کو قائم کریں، تو بھی یہ اچھائیو کا حکم کریں، تو بھی یہ برائیوں سے لوگوں کو روکا کریں، تب بھی یہ دین کا ڈنکا بجائیں، تب بھی یہ اللہ کی وحدانیت کے گن گائیں، اللہ تعالی قرآن کریم کے اندر ہدایت فرماتا ہے: "فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ" (۲) اللہ کہتا ہے مجھ کو یاد

(۱) سورۂ حج آیت ۴۱ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲

کرو میں ہر جگہ تم کو یاد کروں گا، اگر ہم اللہ تبارک وتعالی کا ذکر اس مجلس میں کریں گے، تو اللہ ہمارا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کریں گے، اگر ہم اللہ سے محبت کا اظہار یہاں دس آدمیوں میں بیٹھ کر کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالی وہاں ہزاروں فرشتوں کے درمیان ہماری محبت کا اظہار کریں گے۔

ایک باندی کا اللہ سے محبت کا واقعہ

جب کسی کو اللہ تعالی سے حقیقی محبت ہوجاتی ہے، تو اس کے ناز ونخرے بھی بڑھ جاتے ہیں، جس سے جس کو جتنا تعلق ہوتا ہے اتنا ہی ناز ونخرے بھی ہوتے ہیں، پہلے زمانہ میں غلام اور باندیاں ہوتی تھیں، تو ایک باندی جو بہت کمزور تھی، دن بھر اپنے مالک کی خدمت کرتی تھی، رات میں جب سونے کا وقت آتا تو اپنے مالک کی خدمت کرتی، خدمت کے بعد کہتی کہ کوئی اور خدمت میرے لائق، تو وہ کہتا کہ جاؤ آرام کرو، تو وہ جاتی اپنے کمرہ میں وضو کرتی اور مصلّٰی بچھاتی اور نماز پڑھنے لگتی، پوری رات نماز میں مشغول رہتی، جب تہجد کا وقت ہوا تو اس کا مالک ایک مرتبہ اٹھا اور کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، تو اس کو مصلّٰی پر بیٹھی ہوئی پایا اور وہ یہ دعا کر رہی تھی، یا اللہ تجھ کو میری محبت کی قسم، اے اللہ تجھ کو میری محبت کی قسم، ایسا کرنا ہے، تجھ کو میری محبت کی قسم، وہاں نخرے تھے، ناز تھا، اس لیے وہ ایسے کہہ رہی تھی، کہ اے اللہ! تجھے میری محبت کی قسم، یعنی اے اللہ تجھے مجھ سے محبت ہے، اور اللہ کو مجھ سے محبت کب ہوگی، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں گا، تب ہی تو ہوگی، تو وہ نخرے کی بات کر رہی تھی، تو اس کے مالک کو عجیب سا لگا، اس نے کہا ایسے مت کہو، یہ ظاہری حساب سے سوچ رہا تھا کہ ایسی گستاخی مت کر بلکہ یوں کہو کہ اے اللہ مجھے تیری محبت کی قسم، تو اس کو غصہ آگیا کہ نہیں، نہیں ایسا کیوں نہیں، تو وہ نخرے کی بات کر رہی تھی، اللہ کو مجھ سے محبت ہے تب ہی تو ایسی بات کر رہی ہوں، تو جب اللہ تعالی سے حقیقی محبت ہوجاتی ہے تو بندہ اللہ کے ساتھ نخرے بھی کرتا ہے۔

آج جنت کو جلادوں گی اور جہنم کو بجھادوں گی

رابعہ بصریہ ایک اللہ والی مشہور عورت گزری ہے، ایک دن اس نے اپنے ایک ہاتھ میں پانی لیا اور ایک ہاتھ میں آگ لی، اور کہنے لگی کہ جہنم کی آگ کو بجھانے جارہی ہوں، اور آگ سے جنت کو جلانے جارہی ہوں، کیونکہ لوگ جنت اور دوزخ کے لیے عبادت کرتے ہیں، یہ کیسی عبادت ہے، یہ بہت اونچی بات تھی، بہت اونچی، ہمارے لیے تو یہی ہوجائے کہ ہم جنت کے لالچ ہی میں عبادت کرلیں، جنت کے لالچ میں ہی اللہ سے محبت کرلیں، یہ بھی عین عبادت ہے، یہ بھی قرآن کی تعلیم ہے، اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتے ہیں: "وَاللّٰهُ يَدْعُوْا إِلَىٰ دَارِالسَّلَامِ" (۱) اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، یہ بھی عبادت ہے، اگر ہم جنت کے لالچ میں عبادت کریں تو یہ بھی اللہ ہی کا منشاء ہے اور اللہ تعالی سے محبت کا تقاضہ ہے، وہ تو بہت اونچی بات ہے کہ اگر محبت کرو تو کوئی لالچ نہ ہو، ہم لوگوں کا ایمان اتنا کہاں؟ اگر ہو تو بڑی اچھی بات ہے، بغیر لالچ کے کوئی کام کرے، ہم تو ہر چیز کا ریٹ متعین کرتے ہیں، نفل پڑھیں گے، اللہ میاں کتنا ثواب دے گا، روزہ رکھیں گے کتنا اجر دے گا، صدقہ کریں گے تو کتنا دے گا، ہم لوگوں کا تو حال یہ ہے، لیکن اگر کوئی بغیر لالچ کے کرے بہت اونچی بات ہے، اللہ تعالی ہم لوگوں کو ایسی ہی محبت عطا فرمائے۔

عشق میں مزہ بہت آتا ہے

اصل میں جب طبیعتوں کا مزاج بن جاتا ہے، جب کسی سے محبت ہوجاتی ہے، تو وہ چیز اس کو بھلی لگتی ہے، اگر کسی سے کسی کو عشق ہوجاتا ہے تو وہ اس کی گلیوں کا چکر لگاتا ہے، آپ نے لیلیٰ مجنوں کے واقعات سنے ہونگے، لیلیٰ ایک کالی عورت تھی اور ایسی بھونڈی عورت تھی

(۱) سورۂ یونس آیت ۲۵

کہ دیکھتے ہی نفرت ہوتی تھی؛ لیکن مجنوں اس پر عاشق تھا، وہ مجنوں اس کا ذکر کرتا تھا، اس کو اس سے اتنا عشق تھا کہ اس کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں، ایک مرتبہ مجنوں ریت پر لیلیٰ کا نام لکھ رہا تھا، اور اسی سے کھیل رہا تھا، جیسے بچے کھیلتے ہیں، کوئی گزرنے والا گزرا اور کہا کہ بھائی کیا کررہا ہے اس ریت میں، تو اس نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کررہا ہوں، اس کو لیلیٰ کے نام کے لکھنے میں مزہ آرہا تھا، تو ایسا اس کو عشق تھا۔

تمہارے پاس مجنوں والی آنکھ نہیں ہے

ایک بادشاہ کو شوق ہوگیا کہ لیلیٰ بہت خوبصورت ہوگی، اس لیے اس کو دیکھا جائے، چنانچہ اس نے اس کو طلب کیا، اس کو بلایا اور اس کو دیکھا تو وہ تو کالی کلوٹی اور بھونڈی عورت ہے، کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں اور لوگ اس کے چکر میں اور لیلیٰ کے عشق میں پڑے ہیں، تو اس عورت نے کیا جواب دیا کہ میں ہی لیلیٰ ہوں؛ لیکن آپ کے پاس مجنوں والی آنکھیں نہیں، اگر مجنوں والی آنکھیں تمہارے پاس ہوتیں تو تم بھی پاگل ہوجاتے۔

پاگل کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ذکر میں، اس کی مجلس میں، اس کے پاس بیٹھنے میں، مزہ آتا اور ہمیشہ اس سے تعلق ہوجاتا، ہم لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانا یہاں کھاتا ہے اور پانی وہاں پیتا ہے، کیوں؟ وہ تعلق کی بنا پر کہتے ہیں، جب کسی سے تعلق ہوجاتا ہے تو اس میں مزہ آتا ہے، اگر خدا تعالی سے حقیقی محبت اور تعلق حاصل ہوجاوے، تو اس کا دل ہر وقت مسجد میں لگے گا، اس کا جی ہر وقت ذکر میں لگے گا، اس کا جی ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت میں لگے گا، اس کا جی ہر وقت نیک کاموں میں لگے گا، پھر زندگی پر لطف ہوجائیگی، سکون واطمینان نصیب ہوجائے گا، اللہ تعالی ہم سب کو اپنی حقیقی محبت عطا فرمادے۔

صبر کی حقیقت اور اس کے فوائد

یہ بیان ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ
بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد
میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں
ہوا۔

صبر کی حقیقت اور اس کے فوائد

ہم ضرور بالضرور آزمائے جائیں گے

میرے دوستو! اگر کسی صاحب کا کسی ایم پی، ایم ایل اے، ڈی ایم، یا کسی پردھان یا وزیر اعظم سے تعلق ہو جاوے، یا کسی مالدار سے تعلق ہو جائے تو وہ پھولا نہیں سماتا، اور وہ بات بات میں دعوی کرتا ہے کہ میری سپورٹ (Sport) بہت بڑی ہے، مجھ کو کون کیا کہہ سکتا ہے، تو جس کو سپورٹ خدا تعالی کی مل جاوے، جس کا تعلق ڈائرکٹ (Direct) احکم الحاکمین سے ہو، جس کا تعلق ڈائریکٹ اللہ تعالی سے ہو، جو شہنشاہوں کا شہنشاہ، بادشاہوں کا بادشاہ، خالق کائنات، خالق کون ومکاں، جس کو اس سے تعلق ہو، اس سے محبت ہو، تو پھر اس کی سپورٹ کتنی بڑی ہوگی؟ سب سے بڑی ہوگی، لیکن یہ بھی قاعدہ ہے کہ محبت کے اندر ہمیشہ آزمائش آتی ہے، قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ: ”الٓـمّٓ اَحَسِبَ النَّـاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَايُفْتَنُوْنَ“ (۱) اے لوگو! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم صرف یہ کہنے سے چھوڑ دئے جاؤ گے کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور تم آزمائے نہ جاؤ“۔

اپنے محبوب کو آزمایا جاتا ہے

جنت میں داخل ہونے کے لئے آزمایا جانا، مصیبتوں کا آنا، پریشانیوں کا آنا ضروری ہے، جو جتنا قریب ہوگا، اس کی آزمائش اتنی ہی زیادہ ہوگی، باپ جس بیٹے کو زیادہ چاہے گا تو اس کو ڈانٹے گا بھی زیادہ، تاکہ اس کی صحیح تربیت ہو جائے، استاد جس شاگرد سے زیادہ تعلق

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۱؍۲۔

رکھے گا، اس کو چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر بھی ٹوکے گا تا کہ اس کی تربیت صحیح ہو جائے، غرضیکہ جس آدمی کو دنیا میں جس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے، اس کی چھوٹی بات بھی بڑی ہوتی ہے، ایسے ہی اللہ کے جو نافرمان بندے ہیں، اللہ ان کو ڈھیل دے کے رکھتے ہیں، جو کافر ہیں، جو ایمان نہیں لائے، وہ کتنی بھی شرارتیں کریں، ان کو کبھی پیٹ میں درد نہیں ہوتا، ان کو کبھی سر میں درد نہیں ہوتا، ان کو کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی، مستی کی اور عیش کی زندگی گزارتے ہیں، خوب کھاتے ہیں، کبھی پیٹ نہیں اپھرتا، کبھی گیس نہیں ہوتا، کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن جن کا تعلق اللہ سے ہے، جو ایمان والے ہیں، ان کو ذرا سا کچھ ہو جائے تو تکلیف ہوتی ہے، اللہ تعالی ان کو تکلیف دے کر یہ چاہتا ہے کہ میری طرف متوجہ ہو جاویں۔

بچہ کے رونے پر ہی ماں متوجہ ہوتی ہے

بچہ روتا ہے تا کہ ماں اس کی طرف متوجہ ہو جائے، اگر وہ نہ روئے تو ماں دیکھتی بھی نہیں، تو ایسے ہی اللہ کے جو بندے ہیں، جب وہ پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو پھر کس کو یاد کرتے ہیں؟ اللہ کو، تو پھر اللہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو ایسے ہی اگر اللہ تعالی آزمائش میں نہ ڈالے، اللہ تبارک وتعالی تکلیف میں نہ ڈالے، تو پھر انسان متوجہ نہیں ہوتا، یہ دنیا کا قانون بھی ہے اور ایک عام نظام بھی ہے، اور اس پریشانی پر، اس آزمائش پر، اس تکلیف پر اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جو اجر مرتب ہوتا ہے، وہ بہت بڑا ثواب ہے، قرآن کریم کی ایک آیت میں اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیۡنَ" (۱) بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، یہ آیت آپ نے بہت سنی ہوگی، تقریروں میں اور کتابوں میں پڑھی ہوگی، اور اپنی کہاوت میں بھی سنا ہوگا کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، قرآن کہہ رہا ہے، کہ اللہ تبارک وتعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور "اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوۡنَ اَجۡرَھُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ" (۲) جو صبر

(۱) سورۂ بقرہ آیت　(۲) سورۂ زمر آیت ۱۰ر

کرنیوالے ہیں مصیبتوں پر، پریشانیوں پر، اور اللہ کے راستہ میں جو روڑے آتے ہیں ان کو برداشت کرتے ہیں، تو ان کو پورا پورا ثواب ملے گا، پورا پورا اجر ملے گا بغیر حساب وکتاب کے۔

صابرین کے علاوہ سارے لوگ گھاٹے میں ہیں

قرآن کریم میں ایک چھوٹی سی سورت ہے، جس کا نام سورہ عصر ہے، اس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ" (۱) کہ ساری دنیا کے لوگ خسارے میں ہیں، گھاٹے میں ہیں، صرف وہ لوگ گھاٹے میں نہیں ہیں جو ایمان لے آئے، اور نیک کام کئے اور نیک باتوں کی اور حق باتوں کی تلقین کی، لوگوں کو ٹھیک ٹھیک باتیں بتلائیں، لیکن ٹھیک بات بتلانے پر اگر کوئی غصہ ہوا، کسی نے ڈھیلا پھینک کر مارا، کوئی ناراض ہوا، آپ نے کہا کہ بھائی نماز پڑھ لو، کہ چل بڑا ملاجی بن کر آیا، تو اس پر آپ نے صبر کرلیا، آپ نے کسی کو صحیح بات بتلائی کہ بھائی یہ بات صحیح نہیں ہے، یہ غلط ہے کہ چلو بڑے ملاجی معلوم ہوتے ہو، تو اس پر صبر کرنا "وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ" اس پر صبر کرنا، آپ نے کہا بھائی شراب پینا گناہ ہے، اور اس نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کردی اور آپ نے صبر کرلیا تو اس پر بھی آپ کو اجر ملے گا اور خسارے سے بھی بچ جاؤ گے۔

صبر کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے

اسی لئے قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: "وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ" (۲) کہ جو صبر کرتا ہے اور معاف کرتا ہے، تو اللہ تعالی کے نزدیک یہ بڑی بات ہے، ہم کہتے ہیں کہ کسی کے نزدیک یہ بڑا بھاری کام ہے، بڑی بات ہے، صبر کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے، اصل میں صبر کہتے ہیں برداشت کرنے کو، اور عام مفہوم میں تو ہم لوگ سمجھتے ہی

(۱) سورۂ عصر آیت ۳۔　(۲) سورۂ شوری آیت ۴۳۔

ہیں کہ کسی کو کوئی وقت پیش آتی ہے، تو کہتے ہیں کہ بھائی صبر کرو، بھائی یہ ہو گیا، بھائی صبر کرو، اس نے ہمارا حق مار لیا کہ بھائی صبر کرو، بھائی وہ ہمیں پریشان کر رہا ہے، ہمارا حق نہیں دے رہا ہے، کہ بھائی صبر کرو، یہی ہم لوگ آپس میں بھی تلقین کرتے ہیں؛ لیکن اس کا کتنا بڑا مرتبہ ہے، اس کا کتنا اور کیا فائدہ ہے؟ اس کی حقیقت سے ہم لوگ آگاہ نہیں ہیں۔

صبر کرنا مغفرت کا ذریعہ ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر گزرے ہیں، بہت اوالعزم اور بڑے پیغمبر تھے، ایک مرتبہ وحی آئی کہ اے موسیٰ کیا ہم تم کو کوئی ایسی بات نہ بتلا دیں کہ دنیا کی اور کائنات کی ساری کی ساری مخلوقات تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! ضرور بتلایئے، یہ تو بہت اچھی بات ہے اگر مجھے پتہ چل جائے، تو اللہ تبارک وتعالی نے وحی کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ اے موسیٰ! دنیا کے اندر لوگوں کی طرف سے، مخلوق کی طرف سے، اللہ کے بندوں کی طرف سے جو تجھ کو تکلیفیں پہنچیں، بس ان پر صبر کرنا، ان پر اگر صبر کرو گے تو دنیا کی اور کائنات کی جتنی مخلوقات ہیں وہ آپ کیلئے مغفرت کی دعائیں کریں گی۔

حضرت ابراہم بن ادہم کا صبر

اللہ کے ایک محبوب بندے شاید نام آپ نے تقریروں یا کتابوں میں سنا یا پڑھا ہوگا، حضرت ابراہیم ابن ادہم بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے جیسا کہ آج کل تو بسوں میں ۶۰/۷۰/ آدمی آتے ہیں، ایسے ہی کشتیاں ہوتی تھیں جس میں دو سو، تین سو آدمی آتے تھے، بڑی بڑی کشتیاں ہوتی تھیں، ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوئے، انہوں نے اپنے سر کو منڈوا رکھا تھا، کشتی میں جہاں بہت سارے لوگ سوار

تھے، وہیں کچھ بچے بھی سوار تھے، جب انہوں نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری، تو ایک بچہ نے قریب آکر دیکھا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اس کو بہت مزہ آیا، ایسے ہی یکے بعد دیگرے سارے بچے وہاں پہنچ گئے اور سبھوں نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا، کسی نے صرف ہاتھ پھیرا، کسی نے سر میں مارا بھی، یعنی سب بچوں نے ان کا مزاق بنالیا، پھر کیا تھا کہ کشتی میں جتنے لوگ تھے سبھوں نے ہنسنا شروع کیا اور دانت پھاڑنے لگے، یہ اللہ کے مقبول ومحبوب بندے تھے، خاموش بیٹھے تھے، صبر کر رہے تھے، اتنے میں اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ اے ابراہیم! اگر تم بددعا کر دو تو ہم اس کشتی کو پانی میں غرق کر دیں، چنانچہ انہوں نے بددعا کے بجائے دعا کرنے کیلیے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ! اس کشتی کو مت الٹ بلکہ ان کے دلوں کی کشتی کو الٹ دے، یعنی ان کے اندر کی دنیا بدل دے، ان کے اندر دین ڈال دے، ان کے اندر اسلام ڈال دے، چنانچہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جتنے لوگ کشتی میں تھے، مرنے سے پہلے سب نے اسلام قبول کر لیا تھا، سب کے سب اللہ والے ہو گئے تھے؛ کیونکہ انہوں نے دل سے دعا کی تھی اور صبر کیا تھا، اگر ہم اس جگہ پر ہوتے تو کہتے کہ اے اللہ اس کشتی کو ڈبو ہی نہیں بلکہ ان کو صفحہ ہستی سے بھی مٹا دے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھر میں گئے، ایک مہمان آ گیا، تو جو گھر میں باندی تھی، خادمہ تھی، اس سے کہا کہ مہمان آئے ہوئے ہیں، گھر میں جو کچھ سالن رکھا ہوا ہے جلدی سے گرم کر کے لاؤ تو وہ گرم کر کے لانے لگی، اب جیسے ہی گرم کر کے لائی تو دروازے سے پیر ٹکرا گیا، اور سالن نیچے گر گیا، امام حسین نے جب یہ ماجرا دیکھا، تو بہت غصہ ہوئے، غصہ سے لال پیلے ہو گئے، باندی فوراً سمجھ گئی کہ حضرت غصہ میں آ گئے ہیں، اس لیے فوراً اس نے یہ آیت پڑھی: "وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ" قرآن کریم کی آیت پڑھی کہ غصہ پینے والے تو وہ

فوراً ٹھنڈے ہوگئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے غصہ پی لیا، پھر آگے کہا"وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" باندی نے پھر آیت کا دوسرا حصہ پڑھا، یعنی جولوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، تو حضرت امام حسین نے فوراً کہا کہ چلو میں نے معاف بھی کردیا، اور پھر باندی نے آیت کا آخری ٹکڑا پڑھا"وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" (۱) کہ جو احسان کرنے والے ہیں، اللہ تعالی ان کو پسند کرتا ہے، تو حضرت امام حسین نے یہ آیت سن کر کہا کہ چل اچھا تجھے آزاد کردیا، باندی کو آزاد کردیا، تو یہ صبر ہے، قرآن کی آیت سنی فوراً عمل، ہم لوگ رات دن تقریریں سنتے ہیں، رات دن کتابیں سنتے ہیں، مگر وہی من مانی کی زندگی، ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

ایک صحابیہ کا صبر

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات ہے، ایک صحابیہ عورت کی بھی مثال آپ کو دے کر بتلادوں کہ صبر کیا چیز ہے، اور صبر کرنے پر اللہ تعالی کتنا نوازتا ہے، ایک صحابیہ ہیں، ان کے شوہر باہر گئے ہوئے تھے، بچہ ان کے یہاں پیدا ہوا تھا، چھوٹا بچہ تھا، بچہ شوہر کے جانے کے بعد ہی پیدا ہوا تھا، جس روز شوہر کو سفر سے آنا تھا، مثلاً شوہر کو مغرب کے بعد پہنچنا ہے، تو بچہ کا عصر کے بعد انتقال ہوجاتا ہے، تو اس نے سوچا غور کیا کہ اب یہ حادثہ پیش آگیا، شوہر بھی آنے والے ہیں اور وہ اچانک آکر دیکھیں گے تو ان کو تکلیف ہوگی، تو اس نے تھوڑا صبر سے یہ کام لیا کہ انتقال تو ہو ہی گیا ہے، بچہ کو نہلا دھلا کر اس کو ایک الگ چارپائی پر لٹا دیا اور کپڑا اڈھک دیا، جس سے کہ شوہر آوے اور اس کو فوراً ایک دم دل پر جھٹکا نہ لگے، کہ او ہو اپنے بچہ کو دیکھ بھی نہ سکا، چنانچہ وہ مغرب کے بعد اندھیرے سے میں آئے، سلام دعا کے بعد، خیریت معلوم کی، پوچھا بچہ ہوا تھا کیا حال چال ہے بچہ کا، تو عورت نے کہا کہ ماشاء اللہ آرام

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴

سے ہے، سکون سے ہے، تو شوہر نے سوچا کہ شاید سورہا ہوگا، اس لیے کہہ رہی ہے کہ آرام سے ہے، چنانچہ کھانا بھی کھایا اور سب کام ہوئے، بات چیت اور سفر کے حالات بھی ہوئے اور رات میں اپنی ملاقات بھی کی، ایک شوہر جو اپنی بیوی سے تعلق قائم کرتا ہے، وہ بھی کیا، سب کچھ کرنے کے بعد پھر صبح فجر کی نماز پڑھی، فجر کی نماز کے بعد شوہر سے عورت کیا کہتی ہے کہ اچھا ذرا ایک بات بتلاؤ! میری سمجھ میں ایک بات آرہی ہے، اگر آپ کسی کو کوئی امانت دیدو، کسی کو دس روپیہ دیدو کچھ دنوں کے لیے اور وہ اپنے دس روپئے واپس لے لے تو کیا کرنا چاہئے؟ تو اس نے کہا کہ دیدینا چاہئے۔

عقلمند بیوی کا بے پایاں صبر

کہنے لگی کہ اچھا سنو! اللہ نے ہمیں ایک امانت دی تھی، ایک بچہ دیا تھا، اور وہ شام آپ کے آنے سے پہلے اللہ تعالی نے لے لیا، اب یہ حیرت میں پڑگیا، خوش ہوا کہ کتنی عقلمندی سے، کتنے صبر وضبط سے کام لیا، ماں کا صبر، اندازہ لگایئے آپ، باپ صبر کرلے، کوئی اور صبر کرلے لیکن ماں کا صبر، اس درجہ کہ ایک چھوٹا سا بچہ اور شوہر کو ہوا تک بھی نہیں لگنے دی، اور جب صبح کو اطلاع بھی دی تو کس خوبصورت انداز میں، چنانچہ وہ فوراً تھوڑی دیر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا واقعہ پیش آیا اور میں رات ہی میں سفر سے پہنچا ہوں؛ لیکن عورت نے مجھ کو بتلایا نہیں کہ بچہ فوت ہوچکا ہے، اب صبح بھی مجھ کو اس انداز سے بتلایا، ہم نے ہنسی خوشی کے ساتھ رات گزاری ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبر کے بدلہ میں ان کو دعائیں دیں اور ان دعاؤں کے بدلہ میں اس رات کی ملاقات سے اللہ نے جو حمل ٹھہرایا، وہ ایسا بچہ بنا، حافظ بنا، محدث بنا، اللہ کا مقبول بندہ بنا، تو صبر اتنی بڑی نعمت ہے، صبر کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالی بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے، اگر کسی کام میں صبر کریں گے، تو اسی کے اعتبار سے اللہ تعالی آپ کو اجر دے گا۔

امام ابوحنیفہؒ کا صبر

امام ابوحنیفہ کا نام آپ نے سنا ہوگا، بڑے امام گزرے ہیں اور ہم لوگ امام ابوحنیفہ ہی کو مانتے ہیں، ایک مرتبہ وہ اپنے ہزاروں شاگردوں میں بیٹھے ہوئے پڑھا رہے تھے، بعض لوگ شریر قسم کے ہوتے ہیں، دیکھا کہ ملاجی ہیں، کوئی چٹکلا چھوڑتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ تھوڑی دیر ہنس لیں گے مزہ آجائے گا کہ ملاجی کی مذاق اڑادی، چونکہ امام ابوحنیفہ کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، والدہ بوڑھی تھیں، اور آپ اپنے شاگردوں میں بیٹھے پڑھا رہے تھے تو ایک منچلا آیا، اس نے آکر کہا امام صاحب! السلام علیکم، وعلیکم السلام جی! امام صاحب میں آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، میں اور آپ ہوتے تو کیا کرتے، جوتا اٹھا کر اس کو وہیں مارتے اور جتنے شاگرد بیٹھے ہوئے تھے، ان سے کہتے کہ مارو اس کمبخت کو، اس نالائق کو، کیسی بات کہہ رہا ہے، شرم نہیں آتی، میں خود بوڑھا ہو گیا ہوں، میری والدہ مزید بوڑھی ہوگئی ہے، اور یہ نکاح کرنے کو کہہ رہا ہے، گویا طرح طرح سے اس کو ذلیل کرتے، مگر امام ابوحنیفہ نے صبر کیا، ضبط اور تحمل سے کام لیا اور کہا کہ بھائی تمہاری بات ٹھیک ہے، میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں، سمجھدار ہیں، یہ بات مشورہ سے تعلق رکھتی ہے، میں گھر جاؤں گا، اور والدہ سے مشورہ کروں گا، پھر آپ کو بتلاؤں گا، اس نے تو اپنے حساب سے طنز کی بات کہی تھی، چٹکلا چھوڑا تھا؛ لیکن یہاں صبر کا انداز دیکھئے، آگ بگولا نہیں ہوئے، غصہ میں نہیں آئے، کہا کہ میری والدہ عاقلہ بالغہ ہے، سمجھدار ہے، چنانچہ وہ آدمی اتنی بات کر کے کچھ دور چلا ہی تھا کہ ٹھوکر لگی، سر کے بل گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا، امام ابو حنیفہ کے صبر نے اس آدمی کی جان لے لی۔

ایک مرید کے صبر کا واقعہ

اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے، ایک شخص کسی بزرگ سے مرید تھا، ایک دن وہ

اپنے پیر کے پاس جا رہا تھا، آج کل تو سواریاں ہیں، بسیں ہیں، پہلے گھوڑے تانگے میں یا بیل گاڑی میں بیٹھ کر جاتے تھے، وہ ایک بیل گاڑی میں بیٹھ کر اپنی مطلوبہ جگہ اپنے پیر کی خدمت کیلئے چلے، چلتے چلتے راستہ میں اس بیل گاڑی والے نے پریشان کیا، پیسے بھی زیادہ لئے اور ان کو برا بھلا بھی کہا، تو انہوں نے صبر کیا، پیسے جتنے طے تھے، اس نے اس سے زیادہ مانگے؛ لیکن انہوں نے چپ چاپ دیدیئے اور دیکر چل دیئے، کچھ دور کے بعد اس کی بیل گاڑی کسی بچہ پر چڑھ جاتی ہے، تو گاؤں والے اس کو مارنا شروع کرتے ہیں، اب وہ مار بھی کھاتا ہے اور جرمانہ بھی ادا کرتا ہے، اس نے تو ایک دو روپیہ ہی زیادہ لیا تھا ان سے، لیکن ان کے صبر نے بہت سارا خرچ کروا دیا، تو جب آدمی صبر کرتا ہے، اور صابر اور مظلوم کی جو آہ نکلتی ہے، اس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور ڈائرکٹ اللہ تعالی کے دربار میں پہنچتی ہے، اسی لئے کسی کو تکلیف مت پہنچانا، کسی کو پریشان مت کرنا، اس سے اللہ کی پناہ مانگو، اور اللہ سے ڈرو کہ اللہ ہمیں محفوظ رکھے، اور کسی کو ہم تکلیف نہ پہنچائیں، اس لیے کہ تکلیف پہنچانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے، وہ اگر صبر کرلے تو اس صبر کے نتیجہ میں بڑا عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، صبر ایوب بہت مشہور ہے، وہ اللہ کے بڑے پیغمبر تھے، اللہ کے نبی تھے، اللہ نے ان کو آزمائش میں ڈالا، اللہ نے ان کو اولاد بھی خوب دی تھی، مال و دولت بھی خوب دیا تھا، سب کچھ دیا تھا، صحت بھی دی تھی، تندرستی بھی دی تھی، شیطان نے کہا کہ بھائی یہ تو اس لیے اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو سب کچھ دے رکھا ہے، ہم لوگ بھی کہہ دیتے ہیں، اجی اس کے یہاں کیا کمی ہے؟ یہ تو نفلیں پڑھے گا ہی، یہ تو کرے گا ہی، یہ تو روزہ رکھے گا ہی، اللہ تعالی نے بہت دے رکھا ہے، ارے بھائی یہ تو مدرسے میں بہت پیسے دیتا ہے، ہم لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ارے بھائی دے گا کیوں نہیں،

جب اللہ میاں نے بہت سارا دیا ہے، چنانچہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کو کہا کہ بھائی یہ تو اللہ تعالی کی عبادت کریں گے ہی، جب اللہ تعالی نے سب کچھ مال و دولت دے رکھی ہے، اگر اللہ تعالی چھین لے تب پتہ چلے گا، دیکھیں گے پھر بھی یہ کتنی عبادت کرتا ہے، چنانچہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جو جانور تھے، ان میں بیماری پھیلی، وہ مرگئے، پھر بھی وہ اللہ کی شکر گزاری میں لگے رہے، صبر کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے رہے، تو شیطان نے کہا کہ بھائی یہ تو ٹھیک ہے، مال ہی تو ختم ہوا ہے، اولاد تو پوری ہے ہی، اولاد بھی اللہ تعالی نے خوب دی تھی، اب تو کریں گے ہی یہ عبادت، چنانچہ اولاد کے اندر بھی بیماری پھیلی اور ساری اولاد بھی ختم ہوگئی، اب بھلا شیطان تو شیطان ہی ہے، کھلا دشمن "اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" وہ تو انسان کا کھلا دشمن ہے، اس کو پھر بھی برداشت نہیں ہوا کہ نہیں اولاد ہی تو مری ہے، لیکن صحت تو ہے، تندرست اور ہٹا کٹا آدمی ہے، عبادت نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے جسم میں دانے پیدا کردئے، صرف ان کی زبان اور آنکھ سلامت تھی باقی پورے جسم پر دانے ابھرے ہوئے تھے، اور ان دانوں میں کیڑے پڑ گئے تھے، چنانچہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش تھی، اور آزمائش بھی بہت سخت تھی، اور ان کا یہ صبر تھا، مزید ان کو بستی والوں نے گھن کرکے، نفرت کرکے بستی سے باہر ڈال دیا تھا کہ بھائی یہ بیماری متعدی نہ ہوجائے، ہمارے بچوں کو نہ لگ جائے، ہمارے خاندان والوں کو نہ لگ جائے، لہٰذا اس کو بستی سے الگ کہیں کوڑی پر ڈال دو، سب نے ساتھ چھوڑ دیا، اخیر تک ان کی بیوی نے ساتھ دیا، ایسی بیوی سب کو نصیب ہوجائے تو بڑی قسمت کی بات ہے، چنانچہ محلّہ والوں نے نفرت کرکے کوڑی پر ڈال دیا، کہ بھائی یہ بستی سے باہر ایک طرف کوڑی پر پڑے رہیں گے، تو کم از کم ہم بو سے اور بیماری سے محفوظ رہیں گے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کا حال یہ تھا کہ جسم سے اگر کوئی کیڑا نیچے گر بھی جاتا تھا، تو اس کو اٹھا کر اوپر رکھ لیا کرتے تھے، کیوں؟ وہ کہتے تھے کہ جب اللہ نے تیری غذا میرے جسم کو بنایا ہے تو نیچے کیوں گرتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اٹھارہ سال تک صبر کیا

چنانچہ اٹھارہ سال تک اس بیماری میں ملوث رہے، ہمارے تو ایک دن سر میں درد، پیٹ میں درد ہوجائے تو مایوس ہوکر یہ تمنا کرنے لگتے ہیں یا اللہ! بس تو اٹھالے، ہم لوگوں کا ایمان یہ ہے، کوئی بھی ہو، تھوڑا سا بیمار ہوجاوے، تو ہم دنیا سے مایوس ہوجاتے ہیں، یا اللہ بس اٹھالے، برداشت کی طاقت نہیں اور ہم لوگوں میں یقیناً برداشت کرنے کی طاقت ہے بھی نہیں، نہ تو ایمان ہمارا اتنا مضبوط، نہ ہمارے اندر اتنی طاقت اور نہ ہمارا جسم اتنا متحمل کہ برداشت کرسکے، ہم ضعیف الایمان ہیں، ایمان ہمارا کمزور، جسم ہمارا کمزور، صحت ہماری کمزور، ہم ہر اعتبار سے کمزور ہیں تو ہم برداشت کر ہی نہیں سکتے، چنانچہ اٹھارہ سال تک یہ بیماری رہی، صرف بیوی نے ساتھ دیا، تو شیطان کو لگی پڑی تھی، اس نے اس وقت بھی ان کو طرح طرح سے بہکانا چاہا، جب سوچا کہ کچھ بس نہیں چل رہا ہے۔

حضرت ایوبؑ کی بیوی کو شیطان نے بہکا دیا

ایک مرتبہ شیطان ان کی بیوی کے پاس گیا، چونکہ عورت تھی اور عورت نرم مزاج کی ہوتی ہے، کہا السلام علیکم! حضرت جی کی شکل میں گیا، بزرگ کی شکل میں گیا اور کہا کہ تمہارے میاں اتنے دن سے بیمار ہیں، میرے پاس ایک نسخہ ہے، اگر تم چاہو تو بتلا دوں، آرام ہوجائیگا، کہا ٹھیک ہے، شیطان نے کہا لیکن ہمارا ایک دستور ہے، ہم نسخہ تو بتلاتے ہیں؛ لیکن ہمارا نظام یہ ہے کہ جس طرح تم اپنے خدا کو سجدہ کرتی ہو، ایسے ہی بس ایک مرتبہ مجھے سجدہ کرنا پڑے گا، سجدہ کروگی تو بس ایسا نسخہ بتاؤں گا کہ فوراً آرام ہوجائے گا، وہ تو چونکہ نبی کی بیوی تھیں؛ لیکن بہرحال تھی عورت، تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر تمہاری بات یہ ہے تو میں مشورہ کرکے بتلاؤں گی۔

اگر میں ٹھیک ہوگیا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا

چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، پوچھا کہ ایک آدمی ایسا آیا تھا، اور اس نے اس طرح کہا، حضرت ایوب علیہ السلام اس پوزیشن میں بھی کہ ایک طویل عرصے سے بیمار تھے، سنتے ہی غصہ سے لال پیلے ہوگئے، فوراً کہا کہ اگر خدا نے مجھے صحت دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا، وہ تو شیطان تھا، مشورہ کی بات کیوں کہی "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کیوں نہیں پڑھا، اس کو فوراً کیوں نہیں بھگایا، کیوں سجدہ کی بات پر مشورہ کو کہا؟ اگر میں صحیح ہوگیا، تو تجھے سو کوڑے ماروں گا، تو نے کیوں گوارہ کرلیا کہ وہ سجدہ کی بات کہے، خدا کے علاوہ بھی کسی کو سجدہ کیا جاتا ہے؟ خدا نے ہم کو آزمائش میں ڈالا ہے، ہم اس پر بھی خوش ہیں، چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر تو مجھے سو سال کی اور زندگی دے اور میں اسی حالت میں بیمار رہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں تو تیری رضا کے ساتھ ہوں، جس طرح تو رکھنا چاہتا ہے میں اس پر خوش ہوں، اسی طرح صبر کے ساتھ میں راضی ہوں، یہ آزمائش ہے، چنانچہ اٹھارہ سال کے بعد اللہ تبارک وتعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا دی، آزمایا، صبر پر پورا پورا اتارا، وہ صبر پر رہے، اور کبھی بھی ان کی زبان سے ناشکری کے کلمات نہیں نکلے۔

صبر ہمارے اندر کچھ بھی نہیں

ہمارے تو ذرا سا سر میں درد ہوجاوے، تو یہ کہتے ہوئے پھرتے ہیں کہ یار کیا بتلاؤں سر میں بہت درد ہے، صبح سے چائے بھی نہیں پی، ایک دوسرے سے ملتے ہیں کہ بھائی السلام علیکم، وعلیکم السلام بھائی! کیا حال چال ہیں؟ اجی بس ٹھیک ہیں، نزلہ بہت ہے، کھانسی بہت ہے، ہم آپس میں کیا کرتے ہیں، یہی شکوہ کرتے ہیں؟ ذرا سا کچھ ہوجائے، اس کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بیس تیس چالیس سال تک ہمیں ٹھیک رکھا، یا چوبیس گھنٹے میں یا

سال کے اکثر حصہ میں صحیح رہے؟ کبھی شکر ادا نہیں کیا، کبھی کسی کو نہیں بتلایا کہ الحمد للہ ہم صحیح ہیں، لیکن ایک دن اگر ذرا سی طبیعت خراب ہوگئی، دو چھینکیں آگئیں تو کیا ہوگا؟ کہ کیا حال ہے بھائی؟ کہ بس کچھ نہیں برا حال ہے، چھینکیں آگئیں، نزلہ بہت زبردست ہے، کھانسی بہت ہے، بس ہمت نہیں ہو رہی ہے باہر نکلنے کی، فوراً شکوہ شکایات کرنے شروع کردیتے ہیں، اور وہاں دیکھو حضرت ایوب علیہ السلام کو، اللہ کے پیغمبر ہوکر اٹھارہ سال کے اندر کبھی بھی زبان پر شکوہ نہیں آیا، کہا کہ اے اللہ اگر تو اسطرح راضی تو میں تیرے ساتھ راضی ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں خوش ہوں، یہ ہے صبر کا مقام، پھر اللہ تبارک وتعالی نے اٹھارہ سال کے بعد صحت دی اور صحت کے بعد ان کا جتنا مال اور جتنی دولت تھی وہ بھی لوٹا دی، اولاد بھی اللہ تبارک وتعالی نے دیدی، صحت اور تندرستی بھی دی۔

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے

صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے، ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہم لوگ صبر کو اختیار کریں، زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر موقع پر، اگر دینی لائن اختیار کرنے میں کوئی پریشانی آرہی ہے، اگر ہمیں نماز پڑھنے کے لیے پانی ٹھنڈا مل رہا ہے، تو صبر کرکے وضو کیجئے، یہ تصور کیجئے کہ یہ تو پانی ٹھنڈا ہے؛ لیکن قبر کے گڑھے کے اندر ڈالا جاؤں گا تو وہاں کی گرمی تیز ہوگی، جہنم میں ڈالا جاؤں گا تو آگ زیادہ سخت ہوگی، تو اس آگ کو اس ٹھنڈے پانی سے بجھانا ہے، اگر وضو کرنی ہے اور پانی ٹھنڈا ہے، تہجد پڑھنا ہے، اور فجر کی نماز پڑھنی ہے تو یہ نہ سوچئے کہ پانی ٹھنڈا ہے، کیسے ہوگا؟ نہیں یہ سوچو کہ جہنم کی آگ کو اگر بجھانا ہے، جو سخت ہے، اور جس کی تیزی اور جس کی سوزش اور جس کی چنگاری اتنی سخت اور تیز ہے کہ اگر اس کا معمولی سا حصہ دنیا میں دکھا دیا جائے، تو پوری دنیا بھسم ہوجائے وہ آگ ہے، تو وہ آگ اگر ٹھنڈی کرنی ہے تو ہمیں صبر کرنا ہے ٹھنڈے پانی پر، اگر مسجد میں دروازے نہیں ہیں، مسجد میں پردے نہیں ہیں، مسجد میں

گدے نہیں ہیں تو ان پر صبر کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے، صبر کے ساتھ گھر میں رہنا ہے، اگر ہمارے پاس ہلکا پھلکا گھر ہے، دال نہیں ہے، چٹنی ہے تو چٹنی کھا کر صبر کرنا ہے اور شکر کرنا ہے مولی کا، اگر ہمارے پاس اعلی قسم کے کپڑے نہیں ہیں، معمولی قسم کے کپڑے ہیں، تو ان کو پہن کر صبر کرنا ہے، اور شکر کرنا ہے مولی کا کہ مولی تو نے جو دیا ہے تیرا شکر ہے، تو نے جو دیا ہے، ہم اس پر صبر کرتے ہیں، تو جس حال میں رکھتا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

شکریہ ادا کرو گے تو صابر بن جاؤ گے

اگر کسی لنگڑے، لولے کو دیکھیں تو فوراً شکر کے لیے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں کہ اے پروردگار! تو نے مجھے پیر تو دئے ہیں کم از کم، اس کو تو پیر بھی نہیں دئے، کسی نابینا کو دیکھیں تو اللہ کا شکر ادا کریں، کہ اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے، تو نے مجھے تو آنکھیں بھی دی ہیں، اس بیچارے کو تو آنکھیں بھی نہیں دیں، اسی طرح ہم تمام چیزوں پر اگر قیاس کریں گے، تو اللہ والے بن جائیں گے، اور جب اللہ والے بن جائیں گے، تو اللہ کی جتنی چیزیں ہیں وہ ساری ہماری ہو جائیں گی، یہ معمولی معمولی چیزیں ہیں، سمجھ میں ہم لوگوں کی نہیں آتی، اگر کوشش کریں، اگر فکر کریں اور صبر کے فائدہ کو پہچانیں، تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

صبر بہت بھاری کام ہے

یہ سب مثالیں صبر کی اس لیے دی ہیں تا کہ صبر کی عظمت سمجھ میں آجائے، صبر کو اللہ تعالی نے جو کہا "اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" کہ بڑا بھاری کام ہے، بڑا بھاری اس اعتبار سے کہ ہم لوگ کسی اہم کام کے متعلق بولتے ہیں کہ بڑا اہم کام ہے، تو جس کام کو قرآن اہم بتلائے جس کام کو خود خالق کائنات اہم بتلائے تو وہ کتنا اہم ہوگا، ہم لوگ کہتے ہیں کہ بھائی پردھان

جی کی بات کو اہمیت دے رہے ہیں، ایم ایل اے صاحب کی بات کو اہمیت دے رہے ہیں، ایم پی صاحب کی بات کو اہمیت دے رہے ہیں، ہمارے ہندوستان کے وزیر اعظم نے یہ بات کہی ہے، ارے بھائی معمولی بات نہیں ہے، انہوں نے کہی ہے، ٹی وی پر آئی، اخبار میں آئی، تو ان کی بات کو ہم اہمیت دے رہے ہیں، لیکن جو خالق کائنات، احکم الحاکمین، شہنشاہوں کا شہنشاہ وہ قرآن میں جس بات کو کہے کیا وہ اہم نہیں ہوگی؟ بلا شبہ اللہ تعالی کہہ رہا ہے "اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" یہ صبر کرنا بڑا بھاری کام ہے، بہت مہتم بالشان کام ہے، عظیم کام ہے۔

دین پر عمل کرنے میں پریشانیاں آتی ہیں

میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہمیں دین کے اختیار کرنے میں، دین پر عمل کرنے میں جو دقتیں آئیں گی، جو پریشانیاں آئیں گی، ان پر صبر کرنا ہے، نماز پڑھنے میں جو دقتیں آئیں گی ان پر صبر کرنا ہے، کیونکہ پانچوں وقت مسجد میں آنا پڑے گا، اس پر صبر کرنا ہے، ٹھنڈے پانی میں وضو کرنی پڑے گی، اس پر بھی صبر کرنا ہے، رمضان میں سحری کے وقت اٹھنا، اٹھ کر وضو کرنا، سحری کھانا، اس پر صبر کرنا ہے، اور اگر رمضان دسمبر اور جنوری میں ہو جائے تو ٹھنڈی کی حالت میں تراویح پڑھنا اور سحری میں اٹھنا اس پر صبر کرنا ہے، اور حج میں چلے جاویں، حج میں پانچ دن کی پابندی اور وہاں کی مشقتیں سب کو برداشت کرنا اور صبر کرنا ہے، غرضیکہ زندگی کے جتنے شعبے ہیں، ہر شعبے میں جو بھی پریشانی آئے نفس کے خلاف اس کو برداشت کرنا ہے، اس پر صبر کرنا ہے، مال اللہ تبارک وتعالی نے دیا ہے اس کی زکوۃ نکالنی ہے، لوگ کہیں گے کہ بھائی کم ہو جائے گا، چالیس ہزار میں سے ایک ہزار نکالنے ہیں، یہ تو ایک ہزار کم ہو جائیں گے، اس پر صبر کرنا ہے، اس لئے کہ زکوۃ سے مال کم نہیں ہوتا ہے، مال کی گندگی نکل جاتی ہے، جیسے ہم لوگ چاول بناتے ہیں، پچھ نکالنے سے چاول صاف ہو جاتے

ہیں، ایسے ہی رس پکاتے ہیں، اس کی ملائی نکل جاتی ہے تو صاف ہو جاتا ہے، ایسے ہی ہمارا جو مال ہے، اس مال کی زکوۃ نکال کر اس کی گندگی دور ہو جاتی ہے، چائے کو چائے کی چھلنی میں چھان کر اس کی گندگی نکالتے ہیں تو وہ صاف چائے ہو جاتی ہے، اسی طرح سے جو ہمارا مال ہے، وہ زکوۃ سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

بہنوں کو وراثت دینا یہ بھی صبر میں داخل ہے

ہم لوگوں کے یہاں وراثت میں بہنوں کو حصہ نہیں دیا جاتا ہے، ہمارے یہاں یہ عام ماحول ہے، اصل میں قرآن کریم کا اصول ہے کہ اگر گھر میں میت نے ترکہ چھوڑا ہے، باپ کی وفات کے بعد عورتوں کا بھی حصہ بنتا ہے، بھائیوں کا بھی حصہ بنتا ہے، قرآن کھلے طور پر اعلان کر رہا ہے: "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ" (۱) یہ آیت سورۂ آل عمران کی ہے، جس میں اللہ تعالی نے حقوق بیان کئے ہیں کہ اگر باپ مرے یا ماں مرے یا جو بھی مرے، اس کے وارثین میں کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا، یہ قرآن نے صاف بتلا دیا، قرآن نے نماز کا حکم دیا ہے؛ لیکن طریقہ نہیں بتلایا، طریقہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے، قرآن نے زکوۃ کا حکم دیا ہے، لیکن طریقہ نہیں بتلایا ہے، طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے، قرآن نے حج کا حکم دیا ہے؛ لیکن طریقہ نہیں بتلایا ہے، طریقہ حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے، لیکن قرآن نے وارثین کے حقوق بتلائے ہیں، بہنوں کے حقوق بتلائے ہیں، بھائیوں کے حقوق بتلائے ہیں، اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، ہم نماز پر بھی عمل کر رہے ہیں، ہم حج پر بھی عمل کر رہے ہیں، حتی کہ جتنی بھی عبادتیں ہیں، سب کی تفصیل حدیث میں ہے، لیکن قرآن پر ہم پورا عمل نہیں کرتے ہیں، کیونکہ قرآن میں وراثت کی تقسیم کی تفصیل مذکور ہے، اگر تیس روپئے ہیں اور ایک بہن اور

(۱) سورۂ نساء آیت ۱۱

ایک بھائی ہے تو بیس روپئے بھائی کے اور دس روپئے بہن کے ہیں، اسی طرح پورے اصول ہیں، حقوق میں ہمارا انصاف کام آئے گا، کل قیامت کے دن اس کا انداز ہوگا، کیونکہ ہم فطری طور پر لڑکے سے زیادہ پیار کرتے ہیں، عام طور سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ یہ میرا لڑکا میرے مرنے کے بعد میری جائیداد کا مالک بنے گا، میرے بوڑھاپے کا سہارا بنے گا، اس لیے اس کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اور اسی کو گھر اور جائیداد دی جاتی ہے، لیکن قرآن یہ کہہ رہا ہے جتنا تمہارے پاس مال ہے، اس کی تقسیم صحیح کرو، بچیوں کو بھی ان کا حق پورا پورا دو، یہ بات ذرا نفس پر گراں گزرتی ہے، مشکل معلوم ہوتی ہے، چونکہ رواج نہیں، مسئلہ معلوم نہیں، اگر معلوم ہے تو یقین نہیں، اس لیے انصاف کا تقاضہ ہے کہ ترکہ میں سے جس وارث کا جو حق ہے، اس کو ادا کیا جائے، چونکہ یہ طبیعت پر بار معلوم ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھی صبر کرنا ہے اور بہنوں اور لڑکیوں کے حقوق ادا کرنے ہیں۔

کل قیامت میں کوئی کام آنے والا نہیں ہے

کیونکہ کل قیامت کے دن نہ تو تمہارا بیٹا کام آئے گا، نہ تمہاری بیٹی، کوئی بھی کام نہیں آئے گا، اگر کام آیا تو تمہارا عمل کام آئے گا جو کہ آپ نے دنیا میں کیا ہے، اگر انصاف سے کام کیا ہوگا، تو بس وہی کام آئے گا: "یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیۡهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیۡهِ، لِکُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡهِ، وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ، ضَاحِکَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ، وَ وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ عَلَیۡهَا غَبَرَةٌ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡکَفَرَةُ الۡفَجَرَةُ"۔(۱)

اس دن ہر انسان بھاگے گا اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے، ان میں سے ہر شخص کے لئے اس دن ایک فکر ہوگا جو اس کو ہر چیز سے بے پرواہ کر دے گا، کچھ چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے ہنسی خوشی، اور کچھ چہرے اس دن ایسے

(۱) سورۂ عبس آیت ۳۴ تا ۴۲

ہوں گے کہ ان کے اوپر غبار ہوگا، ان پر سیاہی (یعنی ذلت) چھائی ہوئی ہوگی، یہی لوگ کافر ہوں گے۔

قرآن صاف صاف کہہ رہا ہے، کہ اس دن کوئی کام نہیں آئے گا، اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اگر حقوق کی پامالی کی ہوگی، یہاں پر حقوق ادا نہیں کئے ہوں گے، حقوق ادا کر کے تھوڑا سا صبر نہ کیا ہوگا تو جہنم کے گڑھے میں جانا ہوگا، اور وہاں ہمیشہ ہمیش کے لیے جلنا ہوگا، کیونکہ جہنم کا عذاب بہت سخت ہے: ”اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ“ اللہ کہتا ہے کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے، ہم موم بتی پر اپنی انگلی نہیں رکھ سکتے، چراغ کی لو کو نہیں چھو سکتے، ہلکی سی آگ پر اگر ہمارا ہاتھ چلا جاتا ہے، تو فوراً جل جاتا ہے، اور جب جل جاتا ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں، تو اللہ کی بنائی ہوئی آگ کا کیا حال ہوگا؟ جس میں جلنا ہوگا، اس لئے میرے دوستو! عقل سے کام لو، یہ چند دن کی زندگی اس کو داؤ پر مت لگاؤ، تھوڑی سی مصیبت اٹھا لو تو آنے والی زندگی کا تمہارے لیے بہت سستا سودا ہوگا، اللہ تعالی ہم کو صبر کرنے کی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

38

حسد اور حرص دو مہلک بیماریاں

یہ بیان ۲۲/دسمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

حسد اور حرص دو مہلک بیماریاں

اللہ ہماری حیثیتوں کے مطابق نوازتا ہے

میرے محترم اور دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے ہم سب کو ہماری حیثیتوں کے مطابق نعمتوں سے نوازا ہے، جو جس نعمت کے لائق ہے، جو جس نعمت کے قابل ہے، جو جس صلاحیت کا مالک ہے اس کو وہی دی، جس کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ کھیتی اچھی طرح سے کرسکتا ہے، اس کو کھیتی دی، جس کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ اچھے طریقہ سے مزدوری کرسکتا ہے، اللہ تعالی نے اس کو طاقت دی ہے، جس سے وہ مزدوری کرتا ہے، جس کے اندر یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ علم حاصل کرسکتا ہے، تو اس کو علم دیا ہے، غرضیکہ دنیا کے ہر شعبہ میں اللہ تعالی نے خود ہی ایسے فیصلے فرمائے ہیں، کسی کے بس کی کوئی بات نہیں۔

سارے فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں

چونکہ ہمارا ایمان ہی تقدیر پر ہے، سارے فیصلے اللہ نے اپنے حساب سے کئے ہیں، کسی کو خوبصورت بنادیا تو کسی کو کالا بنادیا، کسی کو تنکڑا پہلوان بنادیا تو کسی کو دبلا پتلا بنادیا، اس میں ہماری عقل کو، ہمارے دماغ کو اور ہماری کسی بھی چیز کو دخل نہیں ہے، اللہ نے جو فیصلے کردئے ہیں، سب اس کی طرف سے اور اس کی منشاء کے مطابق ہیں، اسی لئے جب یہ سب فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں، اگر کوئی انسان اس پر اعتراض کرے کہ اللہ تعالی نے مثلاً اس کو حسین وخوبصورت کیوں بنادیا، میرے بیٹے یا میرے فلاں عزیز کو کالا کیوں بنادیا، تو وہ گویا کہ اللہ کے فیصلے پر اعتراض کررہا ہے، وہ اللہ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہے، اللہ نے اس کو اتنی زمین

دیدی اور میرے پاس ایک کھوڑ بھی نہیں ہے، اللہ نے اس کے بیٹے کو عالم بنادیا اور میرا بیٹا جاہل کا جاہل رہ گیا، اس کے بیٹے نے دسویں کلاس پاس کرلی اور میرا بیٹا پہلی تک بھی نہیں پہنچا، یہ سب فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں، ہمیں تو صرف محنت کرنا اور کوشش کرنا ہے۔

کوشش کرنا ہمارا فریضہ ہے

انسان اپنی طرف سے کوشش کرے، دنیا کو حاصل کرنے کی بھی، دین کو حاصل کرنے کی بھی، اور زندگی کی جتنی بھی چیزیں ہیں، سب کے سلسلے میں کوشش کرنا انسان کا فریضہ ہے، پھر فیصلہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ہے، کہ کس کے لئے اللہ تعالی نے کیا مقدر کیا ہے، کس کے لئے عالم بننا مقرر کیا ہے، کس کے لئے بہترین بزنس مین بننا مقرر کیا ہے، کس کے لئے بہترین وکیل بننا متعین کیا ہے، کس کے لئے بہترین ماسٹر بننا متعین کیا ہے، کس کے لئے بہترین کاشتکار بننا متعین کیا ہے، کس کے لئے بہترین ٹیلر بننا متعین کیا ہے، غرضیکہ جس کیلئے جو بہتر سمجھا وہی اس کو بنایا، یہ مکینک ہے، یہ انجینئر ہے، یہ ڈاکٹر صاحب ہیں، یہ ماسٹر صاحب ہیں، یہ کسان ہے، یہ فیکٹری کا مالک ہے، یہ بادشاہ ہے، یہ وزیر اعظم ہے، یہ فقیر ہے، یہ مفلس ہے، حسب حیثیت اللہ نے جس کے اندر جیسی صلاحیت رکھی، جیسا دماغ رکھا، اس کے حساب سے اس کے متعلق فیصلے کئے ہیں اور وہ صلاحیتیں اس کو عطا کیں ہیں۔

دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر جلنا حسد کہلاتا ہے

لیکن ہم لوگ کہتے تو ہیں کہ بھائی اللہ ہی سب کچھ دیتا ہے، روزی روٹی سب اللہ دیتا ہے، سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر بھی ہم لوگ اعتراض کرتے ہیں، پھر بھی ہم دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر اپنے اندر ایک کڑھن رکھتے ہیں، ایک جلن رکھتے ہیں، ایک خلش رکھتے ہیں، اس لئے آج کی گفتگو حسد سے متعلق ہے، یعنی حسد اور حرص کے متعلق، ایک حسد ہوتا ہے،

یعنی دوسروں کی نعمتوں کو اور دوسروں کی چیزوں کو دیکھ کر جلنا، دل میں کڑھن پیدا کرنا، اور ان کے زائل ہونے کی تمنا کرنا، اور ایک حرص ہوتی ہے، یعنی دوسروں کی چیز کو دیکھ کر طبیعت میں لالچ آنا، تو دونوں بڑی بیماریاں ہیں، ایسی بیماریاں ہیں کہ جن سے دنیا تو برباد ہوتی ہی ہے آخرت بھی برباد ہوتی ہے۔

بربادی کے دو پوائنٹ

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر جب طوفان آیا، تو انہوں نے مخلوق کے ہر ایک جوڑے کو اپنی کشتی کے اندر بیٹھالیا، کشتی میں بیٹھانے کے بعد ایک بوڑھا آدمی بھی نظر آیا، جس کو کوئی پہنچانتا نہیں تھا، لوگوں نے شکایت کی کہ حضرت دیکھو یہ کون ہے، اس کو بلایا کہ بھائی تو کون ہے؟ کہا میں تو شیطان ہوں، تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو ڈانٹا کہ نالائق کمبخت، شیطان تو نے بدمعاشی کی، تو کیوں اور کیسے کشتی میں آیا؟ اس نے کہا کہ بس حضرت معاف کردو غلطی ہوگئی، حضرت نوح نے فرمایا کہ ایسے تھوڑا ہی معاف ہوجائے گا، شیطان بولا حضرت چھوڑ دو، اچھا بس میں جا رہا ہوں، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا نہیں، ایسے نہیں چھوڑیں گے بلکہ تم یہ بتلاؤ کس جتن اور کس طرح سے تم انسان کو بہکاتے ہو، یہ جتن بتانا پڑے گا، تب چھوڑیں گے، شیطان بولا جی ٹھیک ٹھیک بتادوں گا، لیکن چھوڑنا پڑے گا، وعدہ کرو، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا، ہاں چھوڑ دیں گے، بات بتا صحیح، کہ جی اصل میں ہم جو لوگوں کو بہکانے کا کام کرتے ہیں، ایک جتن تو ہمارے پاس حسد ہے، اس کے ذریعہ سے ہم لوگوں کی زندگی برباد کرتے ہیں، اور دوسرا ہمارے پاس جو انجکشن یا جو ذریعہ ہے وہ حرص کا ہے، لالچ کا ہے، ان دو چیزوں سے ہم دنیا کے انسانوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام بولے وہ کیسے؟ شیطان نے کہا کہ جی حسد کی وجہ سے تو میں خود پریشان ہوں، میں نے جنت میں آدم سے حسد کیا تھا، اور اس کو سجدہ نہیں کیا تھا،

تو حسد کی بنا پر اللہ تعالی نے مجھے پھٹکار لگائی اور مجھے دنیا میں پھینک دیا، اور آدم نے لالچ کیا، اس کو جس چیز سے منع کیا گیا تھا، میں نے اس کو کرنے کے لئے اس کو لالچ میں ڈالا، وہ اس نے کیا تو وہ دنیا میں پھینک دیا گیا، تو یہ ہی دو پوائنٹ میرے پاس ہیں، اسی سے میں پوری دنیا کو تہہ وبالا کردیتا ہوں، تباہ و برباد کردیتا ہوں، سارے جھگڑے، ساری لڑائیاں، سارے فسادات انہی دو کے ذریعہ سے ہوئے ہیں، چنانچہ ہمیں تجربہ ہے، لڑائی ہوگی، جھگڑا ہوگا تو حسد شامل ہوگا، یا حرص شامل ہوگی، دونوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور ہوگی۔

محمود غزنوی کا خداترس خادم

آپ لوگوں نے سلطان محمود غزنوی کا نام سنا ہوگا، ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے، اس کا ایک خادم تھا، یہ سمجھئے ایک وزیر یا اس کا ایک قریبی تھا، اس کا نام ایاز تھا، اس کے آپ نے بہت سے لطیفے سنیں ہوں گے، جس کے بارے میں یہ شعر بھی ہے: ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اس کا واقعہ ہے کہ وہ روزانہ اپنے کمرہ میں جاتا تھا اور وہ اپنی ایک الماری کھولتا تھا اور اس کو دیکھتا تھا، کسی کو دیکھنے نہیں دیتا تھا، لوگوں کو حسد ہوگیا، ویسے بھی بادشاہ اس کو چاہتا تھا، سمجھدار تھا اور دماغ دار تھا، تو جو وزراء تھے، منسٹر اور قریبی لوگ تھے، سب کو حسد ہوگیا کہ بھائی یہ شاید کچھ مال چراتا ہے اور روزانہ اپنی الماری کھولتا ہے، اور اس میں روزانہ کچھ رکھتا ہے اور کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتا، تو اس کی شکایت کی جانی چاہئے۔

حسد بری چیز ہے

چنانچہ حسد ہونے کی بنا پر انہوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ بادشاہ سلامت! یہ ایاز اپنی ایک الماری کھولتا ہے، اور کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتا اور تالا لگا کر رکھتا ہے، اس میں کچھ چرا کے

رکھتا ہے، بادشاہ نے فوراً کہا کہ اچھا اس کو بلاؤ، ایاز کو بلایا گیا اور پوچھا گیا کہ سنا تمہاری الماری میں کچھ سامان ہے، تم روزانہ کھولتے ہو، اس نے کہا جی ہاں روزانہ دیکھتا ہوں، بادشاہ نے کہا کہ اس کی چابی لاؤ، تو وہ جو حاسد تھے خوش ہوگئے کہ آج تو اس کو مار پڑے گی، اور یہ یہاں سے نکال دیا جائے گا، چنانچہ اس سے چابی لیکر ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھ کے لاؤ اس کی الماری میں جو کچھ سامان ہے، تو وہ لیکر آیا، اس میں تین سامان تھے، ایک ٹوٹا ہوا جوتا، ایک پھٹی ہوئی لنگی اور ایک کرتا تھا، یہ تین چیزیں تھیں، تو بادشاہ نے پوچھا کہ ایاز یہی تین سامان تھے، یا اور بھی کچھ تھا ان میں چھپا ہوا، کہ جی نہیں، بس یہی تین سامان تھے، بادشاہ نے کہا پھر کیا بات ہے کہ تو ان کو تالے میں چھپا کے رکھتا ہے، اور کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتا۔

اپنی اصلیت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے

ایاز نے کہا کہ بادشاہ سلامت! اصل بات یہ ہے کہ جس وقت میں آپ کے دربار میں آیا تھا، تو اس جوتے، لنگی اور اس کرتے میں آیا تھا، اب اللہ نے آپ کے دربار میں آ کر مجھ کو نواز دیا، میرے پاس نعمتیں ہیں، دولت ہے، آپ کا قریب ہوں، آپ کے دسترخوان پر بیٹھتا ہوں، آپ کے پاس بیٹھتا ہوں، مجھے یہاں آ کر عزت ملی ہے، تو روزانہ میں اس کو جا کر دیکھ لیتا ہوں، اور سوچتا ہوں کہ میری اصلیت تو یہ تھی کہ اس جوتے، اس لنگی اور اس کرتے میں آیا تھا، ٹھیک ہے اب بادشاہ کے قریب ہوکر منسٹر بن گیا اور وزیر بن گیا؛ لیکن میری حقیقت یہ ہے، اس لئے میں دیکھتا ہوں، تاکہ میں اپنی اصلیت کو یاد رکھوں، تو انسان اگر اپنی اصلیت کو یاد رکھے تو کبھی بھی دھوکہ نہیں کھائے گا۔

انسان ناپاک قطرہ سے بنا ہوا ہے

انسان کیا ہے "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" یہ کمزور پیدا کیا گیا ہے، اور کمزور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ناپاک قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے، کیسا ناپاک قطرہ، منی کا قطرہ "یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ

الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ" (۱) ایسی جگہ سے نکلتا ہے کہ اگر کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک، اس کو نہ دھوئیں تو نماز نہ ہوگی، اس ناپاک قطرہ سے پیدا ہوا، پھر نو مہینے ماں کے پیٹ میں رہا اور گندہ حیض کا خون اس کی غذا رہا، پھر بڑا ہوگیا، الٹی سیدھی چیزیں کھاتا رہا، اب دیکھو تو اب بھی پیٹ میں نجاست ہے، اب مرجائے گا، مرنے کے بعد قبر کے گڑھے میں جائے گا، یہ ہے حقیقت انسان کی، اگر ان چیزوں کو آدمی یاد رکھے تو اس کو پتہ چل جائے گا، کہ میں کیا ہوں، کیا کرسکتا ہوں، نہیں کچھ نہیں کرسکتا "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" یہ ہے انسان کی حقیقت، تو ایاز نے اپنی حقیقت کو پہچاننے کیلئے، اپنی حیثیت کو یاد رکھنے کیلئے، ایسا کیا، اسی لئے انسان کبھی بھی کتنا بھی بڑا ہوجائے، علمی اعتبار سے کتنا بھی بڑا ہوجائے، مال کے اعتبار سے کتنا بھی بڑا ہوجائے، دولت کے اعتبار سے کتنا بھی بڑا ہوجائے، اولاد کے اعتبار سے کتنا بھی بڑا ہوجائے، اگر وہ اپنی حقیقت کو، اپنی اصلیت کو یاد نہیں رکھے گا، تو پھر اس کے اندر تکبر آئے گا، اس کے اندر گھمنڈ آئے گا، اس کے اندر فخر آئے گا، اس کے اندر تباہی مچانے کا مادہ پیدا ہوگا اور وہ دوسرے انسانوں کو تکلیف پہنچائے گا، اور یہ سوچے گا کہ میں تو ہمیشہ باپ دادا سے ایسے ہی رہا ہوں۔

اللہ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا

قارون دنیا کا سب سے بدترین انسان تھا، جس کو اللہ تعالی نے بہت سارا مال دیا تھا، اس مال کی وجہ سے وہ بہت بڑا متکبر ہوگیا تھا، حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کا آدمی تھا، حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ بھائی اپنے مال کی زکوۃ دیدے، کہنے لگا کہ کیسے زکوۃ دیدوں، میرا مال، میرا کمایا ہوا، حضرت موسی علیہ السلام نے کہا اے اللہ! اس کو زمین میں دھنسا دے "فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ، فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ" (۲) "پھر ہم نے قارون اور اس کا گھر زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے لئے

(۱) سورۂ طارق آیت ۷
(۲) سورۂ قصص آیت ۸۱

کوئی جماعت نہیں تھی جو اس کی نصرت کرتی اللہ کے سوا اور خود بھی وہ اپنی مدد نہ کر سکا‘‘ اللہ قرآن میں کہہ رہا ہے کہ ہم نے اس کو دھنسا دیا، جب وہ دھسنے لگا تو وہ معافی مانگ رہا ہے کہ اے موسی! معاف کر دے، حضرت موسی نے کہا کہ اے اللہ اس کو اور دھنسا، یہاں تک کہ اس کو سینے تک دھنسا دیا، پھر کہا کہ اے موسی مجھ کو معاف کر دے، پھر حضرت موسی علیہ السلام نے کہا اے اللہ اس کو اور دھنسا، چنانچہ اس کو گردن تک دھنسا دیا، پھر اس نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ اے موسی مجھے معاف کر دے، تو اللہ نے اس کو سر سمیت زمین میں دھنسا دیا، اس کا پورا مال ختم، وہ اتنا خراب انسان تھا، اس نے کیا کیا تھا، وہ اپنی اصلیت کو بھول گیا تھا، وہ تو یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ یہ سب میرا کمایا ہوا مال ہے، میں زکوۃ نہیں دوں گا، اس لئے اللہ نے اس کو برباد کر دیا اور ایسا برباد کیا کہ اب تک بھی اس کا نام برائی سے لیا جاتا ہے، اب سب اس کی برائی بیان کرتے ہیں کہ کتنا نالائق انسان تھا، آج جتنے بھی دنیا میں کافر ہیں، دنیا میں جتنے مشرک ہیں، ان سب سے بدتر انسان ہو گیا۔

اگر مجھ سے معافی مانگتا تو میں معاف کر دیتا

لیکن اللہ کتنا بڑا رحیم ہے، اللہ نے موسی علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسی! اگر قارون مجھ سے ایک مرتبہ بھی معافی مانگ لیتا تو میں اس کو معاف کر دیتا، اللہ اتنا بڑا رحیم اور رحمان ہے، کہ اگر ہمارے گناہ سمندر کے برابر بھی ہوں، آسمان کے برابر بھی ہوں، اور زمین اور آسمان سے ہمارے گناہ بھرے ہوئے ہوں، پھر بھی ہمیں اللہ کی ذات سے ناامید نہیں ہونا چاہئے، اس کے سامنے گڑگڑانا چاہئے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہمارے سارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ تعالی ہر وقت اپنے بندوں کو معاف کرنے کیلئے تیار ہے، کیونکہ جب قارون کے بارے میں اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ اگر قارون مجھ سے ایک بار بھی معافی مانگ لیتا، تو میں معاف کر دیتا اور اس کو زمین میں نہ دھنساتا۔

اپنی حقیقت کو نہ بھولیں

اصل عرض یہ کرنا ہے کہ ہم اپنی اصل حقیقت کو نہ بھولیں، اپنی حقیقت کو یاد رکھیں، ایاز نے اپنی حقیقت کو یاد رکھا اور اپنی غربت کے سامان کو روزانہ دیکھتا تھا، لیکن حسد کرنے والوں نے کسر نہیں چھوڑی، اس کو پھنسوانے کی کوشش کی، تو یہ دنیا ہے اور شیطان کے یہ دو پھندے ہیں، ایک پھندہ حسد کا ہے اور دوسرا پھندہ حرص کا، اور انہیں کے ذریعہ وہ دنیا کو برباد کرتا ہے۔

لوگوں کا امام ابوحنیفہ سے حسد

حسد کی دوسری مثال یہ ہے ایک بڑے بزرگ امام ابوحنیفہ سے آپ واقف ہی ہیں، ہم لوگ امام ابوحنیفہ کو اپنا امام سمجھتے ہیں، امام ابوحنیفہ جب نئے نئے ابھرے اور ان کے علم کا، ان کی فقاہت کا، ان کی بزرگی کا اور ان کی بلندی کا عروج ہوا تو لوگوں کو حسد ہوا، امام اوزاعی بڑے عالم اور بڑے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ عبداللہ بن مبارک خراسانی یہ امام ابوحنیفہ نام کا آدمی کون ہے؟۔

حسد دو چیزوں سے ہوتا ہے

اصل میں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ حسد دو وجہوں سے ہوتا ہے، یا تو جان بوجھ کر ہوتا ہے، کیوں؟ یہ میرا رشتہ دار ہے، یہ میرا دوست ہے، میرا جان پہچان والا یہ کیوں ترقی کر گیا، یا انجانے میں ہوتا ہے، اس کو پتہ نہیں ہوتا، دوسرے کسی نے بھڑکا دیا کہ یہ اتنا خراب آدمی ہے کہ اس سے خراب آدمی تو کوئی پورے مظفر آباد میں ہے ہی نہیں، تو اس کو حسد ہو جائے گا، حالانکہ بیچارہ کو پتہ نہیں ہے، ایسے ہی کسی نے بھر دیا، تو حسد یا تو انجانے کی وجہ سے ہوگا، یا رشتہ داری کی وجہ سے ہوگا، یا تعلق کی وجہ سے ہوگا، یا دوستی کی وجہ سے ہوگا، کسی نہ کسی مناسبت کی وجہ سے ہوگا۔

ایک حسد تو انجانے سے ہوتا ہے

امام ابوحنیفہ کے متعلق امام اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ بھئی یہ ابوحنیفہ کون ہے؟ یہ تو بدعتی ہے، بہت خراب معلوم ہوتا ہے، تو انہوں نے جواب نہیں دیا بلکہ ایک کتاب ''کتاب الرہن'' جو امام ابوحنیفہ کی لکھی ہوئی تھی، وہ لا کے دیدی، اس پر نام نعمان لکھا ہوا تھا، چونکہ امام ابوحنیفہ کا اصل نام نعمان ہے، تو پڑھنے کے بعد امام اوزاعی نے کہا دیکھو عبداللہ اگر تم کو علم حاصل کرنا ہے تو نعمان نام کا جو آدمی ہے، اس سے پڑھ لو، اس سے بڑھ کر کوئی قابل آدمی میری نظر میں نہیں ہے، اب موقع تھا، عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ حضرت یہی ابوحنیفہ ہے جس کو تم بدعتی اور خراب کہہ رہے تھے، اسی کی تو یہ کتاب ہے، اس کا نام نعمان ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے، تو یہاں حسد انجانے کی وجہ سے ہوا۔

ایک حسد جاننے سے ہوتا ہے

دوسرا حسد جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کی بھی مثال امام ابوحنیفہ سے ہی دیدوں، کیونکہ امام ابوحنیفہ کو اللہ تعالی نے بہت نوازا تھا، امام اعظم کا لفظ آتا ہے، اعظم انگریزی میں Chief چیف کو کہتے ہیں، جس کے معنی بہت بڑا ہوتا ہے، تو وہ اپنے زمانے کے چیف اور امام تھے، تو دوسرے علماء کو یا اسی طبقہ کے دوسرے لوگوں کو حسد ہوگیا اور انہوں نے پلان بنایا کہ بھائی اس کو پھنسانا چاہیے، آج کل بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بھائی اس کو توڑ گرانا ہے، آج کی زبان میں کہتے ہیں کہ اس کو رگڑنا ہے، اس کو پھنسانا ہے، تو انہوں نے سوچا کہ انکو کیسے پھنسایا جائے۔

امام ابوحنیفہ کے پھنسانے کا حیلہ

محلّہ کی ایک عورت کو جو بیوہ تھی، جوان تھی لیکن بیوہ ہوچکی تھی، اس کو کہا کہ دیکھو ہم تم کو بھاری رقم دیں گے، لیکن ایک کام کرنا ہے، ابوحنیفہ کو پھنسانا ہے، کہا اچھا، اس عورت سے بات

ہوگئی، چنانچہ امام ابوحنیفہ ایک مرتبہ اس کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے، تو اس عورت نے حیلہ سے کہا کہ حضرت ''السلام علیکم'' برقعہ میں آئی، برقعہ میں لپٹ سپٹ کے کہا کہ میرے خاوند کی زیادہ طبیعت خراب ہے، اور آخری مرحلہ میں ہے، وصیت کرنا چاہتے ہیں، کچھ لکھوانا چاہتے ہیں، میں تو اسکی زبان سمجھ نہیں رہی ہوں کہ کیا بول رہا ہے، اگر آپ آجاویں تو مجھے بتلا دیں یا لکھ دیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، تو وہ خدا کے بندے چلے گئے، اندر داخل ہوگئے، تو اب جو غنڈے اور بدمعاش تھے، یعنی جو مخالفین تھے، اور پہلے سے گھات میں تھے، وہ فوراً نکل گئے کہ اچھا پتہ چل گیا، رات میں اکیلے اس عورت کے یہاں، چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا، اب وہ کیا بولیں گے، بات صحیح ہے، امام صاحب کو معلوم ہی نہیں کہ یہ کس وجہ سے لائی ہے، اس نے تو اس طرح بہانے سے بلایا ہے، تو وہ امام ابوحنیفہ کو اور اس عورت کو پکڑ کر جو وہاں اس وقت پولیس اسٹیشن تھا، لے گئے، کہ جی یہ گڑ بڑ حالت میں پکڑے گئے، امام ابوحنیفہ اتنا بڑا مولوی اور اتنا بڑا عالم ہوکر ان کے یہاں آیا ہے، کہ اچھا، تو جو وہاں کا حاکم تھا، اس کو اطلاع دی، تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، اس وقت تو ان کو حوالات میں بند کردیا جائے، جیل میں ڈال دیا جائے، صبح دیکھا جائے گا، ایک اندھیری کوٹھری کے اندر ان کو بند کردیا گیا۔

عورت تھوڑے سے پیسے کے چکر میں آگئی

امام ابوحنیفہ باوضو تھے، چنانچہ نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے، نماز پڑھنی شروع کردی، کافی دیر تک نماز پڑھتے رہے، کیونکہ ان کے ذہن میں تو تھا ہی نہیں کہ لوگ اس طرح کی بھی خرافات کرسکتے ہیں، نماز پڑھتے رہے، جب سلام پھیرا، تو اس عورت کو احساس ہوا کہ اوہو، یہ تو ان کے بارے میں تجھ کو ان لوگوں نے بہکا دیا، تھوڑے سے پیسے کے چکر میں لالچ میں آگئی، اس میں لالچ بھی ہے، دیکھو کس وجہ سے پھنسایا، لالچ، حرص پیسے کی وجہ سے، اور ان لوگوں نے کس وجہ سے پھنسوادیا؟ حسد کی وجہ سے، کہ اس کو ڈبونا ہے، اس کی مٹی پلید کرانی ہے، چنانچہ وہ شرمندہ ہوئی اور کہنے لگی کہ حضرت مجھے معاف کردیں، مجھ سے غلطی ہوگئی،

لوگوں نے مجھے رقم کا لالچ دیا ہے، کہ تمہیں اتنے پیسے دیں گے، تم ایسا ایسا کرلو، میں معافی چاہتی ہوں، مجھے معاف کردو۔

تم جاؤ اور میری بیوی کو بھیج دو

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں معاف کردیا؛ لیکن تم ایک کام کرو، جیل کا جو حولدار ہے، جیل کے باہر جو ذمہ دار رہتا ہے، تو اس سے جاکر منت وسماجت کرو اور اس سے اجازت لے کر یہ کہو کہ بھائی میرے گھر میں کوئی ضروری کام رہ گیا ہے، تم میرے ساتھ چلو اور پھر مجھ کو یہیں لاکر چھوڑ دینا، میں اپنے گھر کا کام نمٹا دوں گی، اور کرنا یہ ہے کہ اس برقعہ کو میری بیوی کو جاکے دیدینا، وہ اس میں لپٹ کر یہاں آجائے گی، سمجھا دیا ان کو، کہ ٹھیک ہے میں نے تم کو معاف کردیا، کوئی مسئلہ نہیں ہے، چنانچہ اس نے اس حولدار کے سامنے رونا دھونا کیا، تو اس نے کہا کہ چلو اچھا ٹھیک ہے، کتنی دیر میں آجاؤ گی کہ بس زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ میں، ضروری کام ہے، اگر ساتھ میں چلنا ہے تو میرے ساتھ چل، اب یہ امام ابوحنیفہ کے گھر گئی، امام صاحب کی بیوی کو سارا واقعہ بتلا دیا کہ میں نے تمہارے شوہر کو پھنسانے کے چکر میں ایسا ایسا کیا تھا، معاملہ ایسا ہوگیا، اب تو تم میرا یہ برقعہ لے جاؤ اور اس کو اوڑھ کر تم جیل میں چلی جاؤ کہ اچھا ٹھیک ہے، وہ چلی گئی۔

قاضی کے یہاں حاضری

ان دونوں نے آرام سے رات گزاری، اب جو حاسدین تھے، وہ سوچ رہے تھے کہ آج تو مزہ آجائے گا، بڑا ملاجی بن رہا تھا، اس کی بڑی شہرت ہے، اس کی بڑی بزرگی ہے، اب جب صبح ہوئی، نو دس بجے وہ قاضی کے یہاں، حاکم کے یہاں حاضر ہوئے، تو امام ابوحنیفہ کو مخاطب کرکے حاکم نے کہا کہ ابوحنیفہ تم اتنے بڑے عالم ہو، تمہارا شہرہ ہے پورے علاقہ میں،

اور تم ایسی حرکت کرتے ہو، کسی غیرمحرم کے گھر رات میں گھستے ہو، اور آپ غیرمحرم کے ساتھ ایسی حالت میں پکڑے گئے ہیں، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نہیں ایسی بات تو نہیں ہے، میں غیرمحرم کے ساتھ تو نہیں ہوں۔

یہ میری بیٹی ہے

حاکم نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ امام صاحب نے فرمایا، وہ فلاں آدمی ہے، ان سے معلوم کرو، یعنی اپنے سسر کی جانب اشارہ کرکے کہا، چونکہ سب آدمی تماشہ دیکھنے آئے تھے، اب وہ سسر تو اس لئے آگئے تھے کہ بھائی آج داماد کا کیا ہوگا کیونکہ وہ پھنس گیا، اب انہوں نے کہا کہ ان کو بلاؤ جو بڑے میاں جی ہیں، ان کو دکھاؤ کون ہے، جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو میری بیٹی ہے، اور میں نے تو اس کا نکاح امام صاحب سے اتنے دن ہوگئے کیا ہے، یہ میری بیٹی ہے، اب چاروں طرف مجمع تھا، سب دیکھ رہے ہیں، سسر کہہ رہے ہیں کہ یہ میری بیٹی ہے، اور میں نے امام صاحب سے ان کا نکاح کر رکھا ہے، تو یہ کوئی غیرمحرم نہیں ہیں، تو اللہ تبارک وتعالی نے ان کی مدد تو ایسے کی، اب جتنے حاسدین تھے، سب شرمندہ ہوئے، دنیا میں تو ذلیل ہوئے ہی، اللہ تبارک وتعالی ان کو آخرت میں بھی ذلیل کرے گا، دنیا میں تو وہ ذلیل ہوگئے اپنی کارستانی کرکے؛ لیکن اللہ جس کو بچائے، اس کو کون پھنسا سکتا ہے، کوئی نہیں پھنسا سکتا، تو یہ حالات ہیں حسد کے اور لالچ کے۔

آج کل کے حالات

آج کل بھی اسکول ومدارس میں اگر کسی کا بول بالا ہورہا ہے، کسی کی ترقی ہورہی ہے، تو دوسرے لوگوں کو حسد ہوجاتا ہے، اور بداخلاقی کے جرم میں پھنسا دیتے ہیں، یہاں تک کہ جھوٹی گواہی بھی دلوادیتے ہیں، اسی طرح معاشرے میں اگر کسی سے لوگوں کو حسد ہوجائے یا کسی

کو نیچا دکھانا ہو تو زنا کاری کا یا لواطت کا الزام لگا دیتے ہیں اور جھوٹی گواہی بھی دلوا دیتے ہیں اور اس کو پھنسا دیتے ہیں، اسی طریقہ سے لوگ اگر کسی کو پھنسانا چاہیں تو اس کو ممنوعہ تنظیم یا القاعدہ وغیرہ سے منسوب کر کے شکایت کر دیتے ہیں، اور اس آدمی کی زندگی برباد ہو جاتی ہے، اللہ جس کو بچانا چاہے بچ جاتا ہے، ورنہ تو آدمی دنیا میں ہی جہنم میں چلا جاتا ہے، حسد اور لالچ ایسی بری بلا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

یہودیوں کا مسلمان سے حسد

ایک بزرگ ہیں مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی ان کا بڑا شہرہ ہے، انہوں نے ابھی کا ایک واقعہ لکھا ہے، کہ میں فرانس گیا، فرانس میں مجھے ایک دوست ملے، وہ کہنے لگے کہ ایک حسد کی بات بتلاؤں کہ لوگ کیسے کیسے حسد کرتے ہیں، وہ کہنے لگے کہ میں ایک پروفیسر کے یہاں کام کرتا تھا، رمضان کا مہینہ آ گیا، میں نے کہا کہ مجھے چھٹی دیدی جائے، کیونکہ مجھے یہاں رمضان کے روزے رکھنے ہیں، اور جہاں مسلمان رہتے ہیں، وہاں سے آنے جانے میں پریشانی ہوگی، رمضان کی چھٹی دیدو، تاکہ میں تراویح اور روزے آرام سے رکھ سکوں، انہوں نے کہا کہ، جانے کی ضرورت ہی نہیں، چھٹی کیوں لے رہے ہو، اگر تمہارا انتظام یہیں ہو جائے، کہنے لگے کہ بہت اچھی بات ہے، یونیورسٹی کالج سے بڑی ہوتی ہے، جس میں بڑی بڑی ڈگریاں لی جاتی ہیں، تو اس کے کسی شعبہ میں لے گئے کہ دیکھو یہاں، نوجوان لوگ لمبی لمبی داڑھیوں والے ہیں، اور عمامے باندھ رکھے ہیں، اور وہ سب روزے رکھ رہے ہیں، کہا کہ تم یہاں رہو، چنانچہ پورا رمضان انہوں نے ان کے پاس گزارا، وہ قرآن شریف بھی روزانہ پڑھتے تھے، تراویح بھی پڑھتے تھے، اور روزے بھی رکھتے تھے، افطار بھی کرتے تھے، اعتکاف میں بھی بیٹھتے تھے، تو وہ عید کے بعد عید کر کے وہاں آئے اور اپنے پروفیسر کا شکریہ ادا کیا کہ جی آپ نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا، میں کہاں جاتا، میرا یہیں کام ہو گیا، تو وہ ہنس کے بولے

کہ ارے باؤلے، یہ مسلمان نہیں بلکہ یہ سب یہودی ہیں، کہ اصل یہاں کی حکومت نے ایک پروجیکٹ ایسا تیار کیا ہے کہ اس میں جو یہودی لوگ ہیں، وہ یہ تحقیق کر رہے ہیں کہ رمضان میں یہ مسلمان جو قرآن پڑھتے ہیں یا مسلمانوں کی جو چیزیں ہیں ان کو کر کے دیکھو، اگر ان کی سب باتیں اچھی لگیں تو اختیار کر لیں گے، قبول کر لیں گے، اور اگر اس میں کمیاں ہوں گی تو پروپیگنڈہ کریں گے، اور تباہی مچائیں گے، تو وہ سارے یہودی تھے، مسلمان ان میں کوئی نہیں تھا، داڑھیاں اتنی لمبی لمبی، پگڑیاں باندھے ہوئے، نماز بھی پڑھ رہے ہیں، قرآن کی تلاوت بھی کر رہے ہیں، روزے بھی رکھ رہے ہیں، یہ ہے حسد یہودیوں کا۔

یہود و نصاریٰ ہمارے دوست نہیں ہو سکتے

اور یہود و نصاریٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ”وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ“ (۱) کہ یہود اور نصاریٰ تمہارے دوست ہو ہی نہیں سکتے، وہ تم سے کسی بھی طرح راضی نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ تم ان کے نقش قدم پر نہ چلنے لگو، نقش قدم پر بھی چلو گے، تو تمہاری جان لے کر ہی رہیں گے، ایسی ایسی وہ لوگ حرکتیں کرتے ہیں۔

ایک کمبخت یہودی

حضرت مولانا ذوالفقار صاحب نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ”رشیا“ ایک جگہ ہے کہ میں وہاں پر گیا، میرے ساتھ کچھ دوست تھے، ایک آدمی اچھے لباس میں آیا، ایسے ہی داڑھی میں، اور وہ اپنی زبان میں ان سے کچھ بات کرنے لگا، بات کر کے جب چلا گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا تھا، میرے دوستوں نے بتلایا کہ یہ یہاں کا رشین آدمی تھا، اور یہ پوچھ رہا تھا کہ یہ کون آدمی ہیں، یہ کون بزرگ ہیں تمہارے ساتھ، ہم نے بتلایا کہ یہ ہمارے بڑے پیر ہیں، اللہ والے ہیں، پاکستان سے آئے ہیں، بزرگ ہیں، تو اس نے ہم سے کہا کہ بھائی

سورۂ بقرہ آیت ۱۲۰

دیکھوتم بھی رشتین ہواور میں بھی رشتین ہوں، اس آدمی کودھوکہ دیدو، اوراسے ادھرادھرٹرخادو، اور جواس کے پیسے ہیں وہ سب ادھرادھرخرچ کرادو، تو یہ خود بھاگ جائے گا، یہاں یہ دین کی، اسلام کی بات پھیلائے گا، اس لئے ایسی تدبیر کروتاکہ ہم لوگ بچے رہ جائیں، وہ اسی لباس میں تھا، داڑھی میں اور کرتے پائجامہ میں، یہودی تھا کمبخت۔

حسد دونوں اعتبار سے ہوتا ہے

حسد دینی اعتبار سے بھی کیا جاتا ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی، آپ کی کھیتی اگراچھی ہوگئی تو پڑوس والا یہ کہے گا کہ بھائی اس کی کھیتی تو بہت لہلہارہی ہے، یار یہ تو کیا غضب ہے؟ اس کے پاس پیسے بھی ہیں، اس کا کاروبار بھی ہے، وہ پریشان ہوگا، اللہ تعالی اس کو دے رہا ہے، پریشان وہ ہورہا ہے، اس کے پیڑ بھی ہوگئے ہیں، اس کا مکان بھی بن گیا ہے، اس کے بچے بھی خوب سارے ہیں، دینے والا کون ہے؟ قاسم کون ہے؟ قاسم اللہ تعالی ہے، اللہ اس کو دے رہا ہے، توتمہیں کیوں پریشانی ہورہی ہے؟۔

لالچ اور حرص میں ننانوے کوسو بنانیکی فکر

ایسے ہی حرص میں بھی آدمی کرتا ہے، کہ حرص میں انسان ننانوے کوسو بنانے کی فکر میں رہتا ہے، دوسرا مرض جس سے شیطان انسان کو پھندے میں پھنساتا ہے، وہ حرص ہے، حرص میں دوسروں کی نعمتوں کو دیکھتا ہے، تولالچ کرتا ہے، اور جب لالچ کرتا ہے توحاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے، جب حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے پھروہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کو جائز طریقہ سے حاصل کیاجائے یاناجائز طریقہ سے، کوشش کرے گا کہ کسی نہ کسی جگاڑ سے یہ چیز حاصل ہوجاوے۔

انسان کا پیٹ نہیں بھرتا

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے اندر فرمایا، اصل میں انسان کی

طبیعت میں چونکہ لالچ اتنا ہے کہ اگر اللہ نے اس کو دس بیگہ زمین دیدی تو وہ پندرہ کی فکر کرتا ہے، پندرہ دیدی تو بیس کی فکر کرتا ہے، ایک مکان بن گیا تو دوسرے مکان کی فکر، تین مکان بن گئے تو چار مکان کی فکر، ایک گاڑی تو دوگاڑی کی فکر، ایک دوکان ہے تو دوسری دکان کی فکر، ایک پلاٹ ہے تو دوسرے پلاٹ کی فکر، دوبیل تو چاربیل کی فکر، یہ طبیعت ہے ہرانسان کی، وہ بڑھتی ہی رہتی ہے، حالانکہ داڑھی بھی سفید ہوگئی بھنویں بھی سفید ہوگئیں، قبر میں پیر لٹک رہے ہیں؛ لیکن پھر بھی کیا کہہ رہا ہے، کہ میرے اس پوتے کا، میرے اس نواسے کا ایک گھریا ایک مکان بن جائے، اور ایک گاڑی اس کے لئے ہوجائے، اور وہ زمین جو وہاں بک رہی ہے، وہ بھی لے لی جاوے، تو اس کی طبیعت میں ایسا ایسا ہورہا ہے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَىٰ وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ" (۱) اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو بھی وہ تیسری وادی کے چکر میں رہے گا، اور آدم کے بیٹے کے پیٹ کو قبر کے گڑھے کی جو مٹی ہے وہ ہی بھرے گی، ورنہ اس سے پہلے انسان کوئی بھی ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ کوئی بھی ہو اس کی طبیعت میں لالچ ہے، حرص ہے۔

حسد اور بغض نہ کرو

حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا" (۲) تم آپس میں حسد مت کرو، ایک دوسرے کے مال میں ریٹ زیادہ مت لگاؤ اور ایک دوسرے سے بغض مت کرو، اور ایک دوسرے کو دیکھ کر جلو بھنو نہیں، اور اللہ کے بندو (آپس میں) بھائی بھائی بن کر رہو، مطلب یہ ہے کہ دینے والی تو خدا کی ذات ہے، اللہ جس کو چاہتا

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۴۸ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۶۴/ وصحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۴۹

ہےاس کودیتا ہے،اب تم کون ہوکہ کسی کے مال کودیکھ کرحسد کرنے لگو،یا کسی کے مال کودیکھ کر جلنے لگو،یہ غلط ہے کیونکہ یہ مال اور جائیداد خدائی دین ہے،اورتم کسی کا مال دیکھ کرحسد کروگے تو اللہ ناراض ہوگا۔

اللہ کے فیصلے پر راضی رہو

اگرتم اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتو تم اللہ کی زمین چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ، جب اللہ اس کے ساتھ میں ناانصافی کررہا ہے،اور وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ نے مجھے نہیں دیا،اس کودیدیا، تو اللہ کی دھرتی چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، جہاں انصاف ملتا ہو،اللہ تبارک وتعالی ناانصافی نہیں کرتا بلکہ اللہ تبارک وتعالی تو انصاف کرتا ہے،اللہ تبارک وتعالی تو عادل ہے،اللہ سے بڑھ کرکوئی عادل ہوسکتا ہے؟ اللہ سے بڑھ کرکوئی صادق ہوسکتا ہے؟ اللہ سے بڑھ کرکوئی منصف نہیں ہوسکتا۔

سب کچھ اللہ ہی دینے والا ہے

اللہ نے جس کو جو دیا ہے،اس کو اللہ ہی جانتا ہے:"وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ"(۱) کس کو کہاں سے دینا ہے،اس کو اللہ ہی جانتا ہے،اس کو گمان بھی نہیں ہوتا،جس کو دیتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے،اور وہ مرضی ہےاس کی"یَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثاً وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّكُوْرَ" یہ بھی اس کی مرضی ہے کسی کو لڑکے دیتا ہے،کسی کو لڑکیاں ہی دیتا ہے،کسی کو جائیداد دیتا ہے،سب اس کے کرشمے ہیں،اس کی مرضی ہے"اِنَّهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ"(۲) دلوں کے بھید کو وہی جاننے والا ہے،وہ خبیر بھی ہے،بصیر بھی ہے،اللہ جانتا ہے کہ کتنی چیز کہاں رکھنی ہے۔

(۱)سورۂ طلاق آیت ۳۔ (۲)سورۂ شوری آیت ۵۰/۴۹۔

انسان اگراس چیز پر راضی ہوجاوے کہ سب فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں،تو وہ آرام سے سوئے گا،اگر وہ یہ سمجھ لے کہ سارے فیصلے اللہ کی طرف سے ہیں،کبھی بھی پریشان نہیں ہوگا، کہ اللہ نے میرے لئے دال لکھی ہے،تو مرغ کیسے کھا سکتا ہوں،اللہ نے میرے لئے مرغ لکھا ہے تو بکرا کیسے کھا سکتا ہوں،اگراس کو اطمینان ہے اللہ کے فیصلے پر تو کبھی بھی پریشان نہیں ہوگا،وہ چھپر میں زندگی گزار کر اور کچے مکان میں زندگی گزار کر،سوکھی روٹی کھا کر بھی اللہ کے دئے ہوئے پر شکر یہ ادا کرے گا،ماشاء اللہ اللہ کا احسان ہے،اللہ نے خوب دیا ہے، اور جو ناشکرا ہوگا،اس پر سب کچھ ہونے کے باوجود بھی وہ حرص میں طمع میں،لالچ میں دوسرں کی نعمتوں کو دیکھ کر جلتا رہے گا،اور حسد میں پھکتا رہے گا، اور مزید لالچ کی خواہش میں پریشان رہے گا،اس لئے اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے۔

حسد اور حرص بہت خراب بیماریاں ہیں

حسد اور حرص انتہائی خراب بیماریاں ہیں،اگر یہ دونوں بیماریاں ختم ہوجائیں تو دنیا کے سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے،گھروں میں کس لئے جھگڑے ہوتے ہیں،حسد سے،یا حرص سے،اس نے یہ لے لیا،اس نے وہ لے لیا،اس نے یہ نہیں کیا،اس نے وہ نہیں کیا، دوہی باتیں ہیں،غور کرلو زندگی کے جتنے میدان ہیں،جھگڑا جو ہوگا،دوہی باتوں سے ہوگا، حسد سے یا حرص سے،بس اگر یہ دونوں ختم ہوجائیں تو سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے، اللہ تعالی ہمیں حسد سے اور حرص سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے،اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(۱)سورۂ شوری آیت ۷۔

امت مسلمہ اور اس کی ذمہ داریاں

یہ بیان ۲۴/دسمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

امت مسلمہ اور اس کی ذمہ داریاں

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور اس کے لئے سب سے اچھا لفظ استعمال کیا، ان انسانوں میں کچھ ایسے اللہ کے بندے ہیں جنھوں نے اللہ کو مانا، اللہ کی وحدانیت کے گن گائے، اللہ کی یکتائیت، اس کے ایک ہونے کو اور کائنات کے اندر اس کے عمل اور دخل کو بلکہ کائنات کی پیدائش اور کائنات کے نظام کے چلانے کو اسی کے حوالے سے جانا اور یہ سمجھا کہ اللہ ہی خالق، اللہ ہی مالک، اللہ ہی رازق، اللہ ہی مدبر، اللہ ہی مفکر اور اللہ ہی اس پورے نظام کو چلانے والا ہے "الا لہ الخلق و الامر" اسی نے کائنات کو پیدا کیا اور وہی کائنات کے نظام کو چلاتا ہے۔

ایک طبقہ جنت میں ایک جہنم میں

اسی لئے اللہ نے "فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ" (۱) بھی قرآن کریم میں فرمایا کہ جس طبقہ نے اس بات کو مانا، اس بات کا اقرار کیا، وہ جنت کا مستحق قرار پایا اور جس طبقہ نے اور جس جماعت نے اس بات کا انکار کیا وہ جہنم کا مستحق قرار پایا، لیکن جس جماعت نے اس بات کا اقرار کیا اور مانا اس کی ذمہ داری ڈبل ہوگئی، ڈبل اس اعتبار سے ہوگئی کہ اللہ نے اس کو سمجھایا کہ تو نے مجھ کو سمجھا، تو اس نے کہا کہ یا اللہ سمجھ گیا، جب اس نے کہا کہ یا اللہ سمجھ گیا۔

(۱) سورۂ شوری آیت ۷۔

ہماری ذمہ داری

اب اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کو، اللہ کی وحدانیت کو، اللہ کے کبیر اور عظیم اور اکبر اوراعظم اور سب سے بڑے ہونے کو ثابت کرے، پوری دنیائے انسانیت کو بتلائے کہ اللہ ایک ہے، اللہ ہی نے اس نظام کو بنایا، اللہ ہی نے اس نظام کو چلایا، وہی اس زمین وآسمان کا پیدا کرنیوالا اور وہی کائنات کے اندر جتنے بھی نظام ہیں، جتنی بھی کہکشائیں (Galaxies) ہیں، اور جتنے بھی ستارے (Stars)، سیارے (Planets) اور سیارچے (Asteroids) ہیں اور جتنی بھی پورے آسمان کے اندر اس سلسلہ کی چیزیں ہیں، ساری کی ساری اللہ تعالی نے بنائیں، اب لوگوں کو بتلایا جائے کہ تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ دنیا کے اندر جو خرافات ہورہی ہیں، دنیا کے اندر جو اللہ کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں، جو "الضَّالُّوْنَ عَنِ الطَّرِيْقِ" ہیں، جو گم گشتہ راہ ہیں، جو راہ بھٹکے ہوئے ہیں، جنہوں نے راستہ کو چھوڑ دیا ہے وہ اندھیرے کے اندر ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں، ان کی انسانیت کی کشتی بھنور میں ہے، ان کی کشتی کو کنارے پر لانا ہے، ان کو اجالے کے اندر لانا ہے، یہ ذمہ داری ان کی بن جاتی ہے، جو لوگ اللہ تبارک وتعالی کی اس دنیا کے اندر نیابت کررہے ہیں، اللہ کے پیغمبروں کی نیابت کررہے ہیں، جنھوں نے اللہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہونے کا اور جگت گرو ہونے کا، رحمۃ للعالمین ہونے کا، انتم مہارشی ہونیکا، لاسٹ پروفیٹ (Last Prophet) ہونے کا اقرار کیا ہے، ان سب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایک صحابی کا رستم کے دربار میں اعلان حق

جیسا کہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں، انہوں نے اس وقت کی سپر ایمپائر Super Empire کے سامنے کہا تھا،

جس طرح اب امریکہ کی طاقت ہے، اوراس سے پہلے روس کی تھی، اس وقت اسی طرح رستم کی طاقت تھی، رستم سپہ سالار تھا ایران کا، اس کی حکومت کے اندر، اس کے محل کے اندر، اس کے دربار کے اندر، جب رستم نے پوچھا ملاجی! کیا لے کر آئے ہو، کیسے تشریف لانا ہوا؟ توانہوں نے ببانگ دہل، بڑے اعتماد کیساتھ، پورے فخر کیساتھ، پورے وقار کے ساتھ، پورے اہتمام کے ساتھ، پوری جوانمردی کے ساتھ، پوری دلاوری کے ساتھ، پوری بردباری کے ساتھ، پورے حلم کے ساتھ، پوری حقانیت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ "اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ، وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا وَالْآخِرَةِ، وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ" (۱) اللہ تعالی نے ہم کو برپا کیا تاکہ ہم ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہے گا بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف لائیں، اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف اور آخرت کی طرف نکال کر لائیں، اور مذاہب کے ظلم سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف نکال کر لائیں، یہ اعلان انہوں نے کیا کہ اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے "ابتعثنا" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے

ہم یونہی نہیں آ گئے اس دنیا کے اندر، اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے، اللہ نے ہم کو بھیجا ہے، اللہ نے ہماری ذمہ داری لگائی ہے، اللہ نے ہماری ڈیوٹی لگائی ہے، دنیا میں کسی بڑے کام پر، کسی بڑے استقبال پر، کسی بڑی کانفرنس کے اندر، یا کسی بڑے اجتماع کے اندر اگر کسی کو خاص بِلاَّ دیکر، کسی کو خاص علامت دے کر، استقبال (Reception) پر اور جہاں پر سواگت کیا جاتا ہے، وہاں کھڑا کر دیا جائے، تو وہ دیکھتا ہے اپنے اعزاز کو کہ دیکھو میں استقبال کررہا ہوں اور مجھ کو مالک نے، سیٹھ صاحب نے، ذمہ دار نے یہ عزت اور یہ مقام دیا ہے کہ میں لوگوں کا استقبال کروں، اس کو وہ اپنے لئے فخر سمجھتا ہے، شان سمجھتا ہے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) البدایۃ والنہایۃ جلد ۷/غزوۃ القادسیۃ

کے جلیل القدر صحابی حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے حقارت سے نہیں اور احساس کمتری کے ساتھ نہیں بلکہ پورے استقلال، پورے عزم، پوری ہمت کے ساتھ، پوری طاقت کیساتھ یہ اعلان کیا کہ اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے۔

ہمارا کام بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے

اور ہماری ذمہ داری لگائی ہے کہ ہم نکالیں لوگوں کو جو خرافات میں پھنسے ہوئے ہیں، جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں، جو دوسرے معبودوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں، جنھوں نے حقیقی معبود کو چھوڑ رکھا ہے، جو ایک اللہ کو نہیں مانتے ہیں، جنھوں نے سیکڑوں خدا بنا رکھے ہیں، جنھوں نے بارش کا خدا الگ بنا رکھا ہے، ہواؤں کا خدا الگ بنا رکھا ہے، روزی کا خدا الگ بنا رکھا ہے، ہم ان تمام خداؤں سے ایک خدا کی طرف سب کو دعوت دینا چاہتے ہیں اور ایک خدا کی طرف بلانا چاہتے ہیں، یہ پیغام (Massage) ہم خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں، یہ پیغام ہم اللہ کی طرف سے لیکر آئے ہیں، یہ ہمارا پیغام ہے، ہم آپ کے دربار میں ضرور ہیں لیکن ہمارا یہ پیغام ہے اور ہم اس پر دعوی نہیں کرتے کہ ہم جس کو چاہیں پکڑ کر نکال دیں نہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے، کوشش ہم کریں گے، محنت ہم کریں گے، ڈیوٹی اللہ نے ہماری لگائی لیکن نکلیں گے وہی جن کو اللہ چاہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا کو کلمہ کی دعوت دینا

بیچ میں ایک واقعہ یاد آ گیا اس کو بتلاتا چلوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کی خدمت میں ان کے آخری وقت میں حاضر ہوئے، اور کہا کہ اے میرے چچا تم نے میرے ساتھ میں اتنی ہمدردی کی، تمہارا ایک وقار ہے، تم چپکے سے میرے کان میں کلمہ پڑھ لو تا کہ کل قیامت کے دن تمہارا کام بن جائے اور میں تمہارا سفارشی بن جاؤں، اور تم

جنت کے مستحق بن جاؤ، کہا کہ بیٹے اب آخری وقت ہے، بڑھاپا ہے، لوگ کیا کہیں گے کہ دیکھو ابو طالب نے بھتیجے کے چکر میں آ کر اپنا دین چھوڑ دیا اور محمد کے دین پر آ گیا، باغی ہو گیا، مرتد ہو گیا، نافرمان ہو گیا، بیٹا یہ داغ مجھ سے برداشت نہیں کیا جا سکتا، یہ نہیں میں کر سکتا، فوراً اللہ تعالی کی غیرت جوش میں آتی ہے، اللہ تعالی جلال میں آ جاتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت نازل فرماتے ہیں "اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ" (۱) اے محمد! ٹھیک ہے تیرا چچا ہے، ٹھیک ہے تیرے ساتھ قربانی دی ہے، ٹھیک ہے اس نے تیرے ساتھ ہمدردی کی ہے، ٹھیک ہے اس نے تیرے ساتھ جو کچھ کیا ہے ہم جانتے ہیں، مگر ہدایت دینا تیرا کام نہیں ہے، تیرا کام پیغام پہنچانا ہے، ہدایت جس کو ہم چاہیں گے اس کو ملے گی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو بچانا چاہ رہے تھے جہنم کی آگ سے، مگر اللہ کو جوش آ گیا، اللہ کی غیرت کو جوش آ گیا کہ نہیں تیرا کام تو پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا ہمارا کام ہے: ع

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ایک اللہ کی طرف دعوت

چنانچہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کے دربار میں پیغام پہنچایا، دعوی نہیں کیا، بلکہ کہا کہ ہم نکالیں گے اس کو جس کو اللہ چاہے گا "لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ" جولات، عزی، منات اور طرح طرح کے بت اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں معبود بنائے ہوئے ہیں، اور جیسا کہ برادران وطن کے یہاں تین سو تیس (۳۳۰) ملین بھگوان ہیں، ان تمام معبودان باطل اور بھگوانوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف لانا چاہتے ہیں۔

(۱) سورۂ قصص آیت ۵۶۔

دنیا کی تنگی سے نکالنے کی دعوت

اور دنیا کی جو تنگی ہے، دنیا کو جو تم لوگوں نے تنگ بنا رکھا ہے، اس دنیا کی تنگی سے ہم وسعت کی طرف لانا چاہتے ہیں، دنیا کی بھی وسعت اور آخرت کی بھی وسعت، آپ تصور کرسکتے ہیں، یہ شاید آپ کو سمجھ میں نہ آئے، یہ بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب کسی عالیشان محل میں آپ بیٹھے ہوں، کسی وزیر کی کوٹھی پر بیٹھے ہوئے یا کسی ایم پی یا ایم ایل اے کے بڑے محل کے اندر بیٹھے ہوئے ہوں، اس وقت یہ بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ حضرت ربعی بن عامر رستم کے دربار کے اندر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا کی تنگی سے نکالنے کے لئے آئے ہیں، وہ سوچ رہے تھے کہ ملاجی کیا بات کہہ رہے ہیں کہ دنیا کی تنگی، ہم اتنی مستی میں ہیں، اوپر والے نے سب کچھ دے رکھا ہے، یہ محلات، یہ بنگلے، یہ حکومت، یہ توانائی، یہ طاقت، اشاروں پر ہمارے غلام حاضر، اشاروں پر ہمارے زمین ناچتی ہے، ہمارے اشاروں پر سورج چلتا ہے، یہ ہماری طاقت، یہ ہماری قوت یہ کیسے کہہ رہا ہے کہ دنیا کی تنگی سے نکالنے کے لئے ہم آئے ہیں، آخر کیا چیز ہے، سوچنے پر مجبور ہوئے کہ واقعی کیا بات ہے؟ کہ یہ تو دنیا کی چار دن کی چاندنی پھر اس کے بعد اندھیری رات والی بات ہے: "وَمِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا إِلَىٰ سَعَتِهَا" جو دنیا کی وسعت اور آخرت کی وسعت ہے، اس کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

اسلام صرف عدل وانصاف کی دعوت دیتا ہے

اور "وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَىٰ عَدْلِ الْإِسْلَامِ" جو آپ اتنے ادیان، اتنے مذاہب اور اتنی آپ لوگوں نے خرافات اور رسم ورواج اختیار کر رکھے ہیں، اور جو آپ لوگوں نے جکڑ بندی کر رکھی ہے، ان سب کو چھوڑ کر ہم تو صرف اسلام کے عدل وانصاف کی طرف لانا چاہتے ہیں، اور ہم تو صرف ایک راستہ کی طرف لانا چاہتے ہیں، جس کو ہم پانچوں نمازوں

میں کہتے ہیں کہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" اے پروردگار جو راستہ سیدھا ہے، بس وہ دکھادے، ہم تو اس سیدھے راستہ کی طرف تم کو لے جانا چاہتے ہیں، یہ پیغام ہے اس امت کا، یہ منصب ہے اس امت کا، یہ ذمہ داری ہے اس امت کی جس کو یہ ابھی بھولی ہوئی ہے، ہم سب کچھ کرتے ہیں لیکن خود ہم دنیا کی تنگی میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم سب کچھ کررہے ہیں لیکن ہم بندوں کو خدا کی بندگی میں داخل نہیں کررہے ہیں، ہم اپنا بزنس بھی کررہے ہیں، ہم اپنا کاروبار بھی کررہے ہیں، ہم اپنی کاشت بھی کررہے ہیں، ہم اپنی تجارت بھی کررہے ہیں، ہم اپنی زراعت بھی کررہے ہیں، اپنا پڑھنا پڑھانا بھی کررہے ہیں، دنیا کے جتنے جھمیلے ہیں سب کے اندر لگے ہوئے ہیں، مگر کیا ہم یہ بھی کررہے ہیں کہ جو لوگ خدا کی بندگی کو چھوڑ کر تینتیس کروڑ بھگوانوں کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں یا دنیا کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں، کیا ان کو بھی خدا کی بندگی کے اندر داخل کررہے ہیں، یا جو دنیا کی تنگی کے اندر ہیں یا دنیا کی اندھیری کے اندر ہیں، کیا آخرت کے اجالے کی طرف ان کو بلارہے ہیں؟ یہ جو مذاہب اور ادیان کے جھمیلوں کے اندر پھنسے ہوئے ہیں، کیا ہم ان کو اسلام کی طرف لارہے ہیں۔

اللہ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ مذہب ہے

"إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْإِسْلَامُ" (۱) حالانکہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی مذہب یا کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہے، اب اس کے بعد کوئی دین، کوئی مذہب قبول نہیں "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَفِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ" (۲) اس راستہ کو چھوڑ کر اگر کوئی اب دنیا میں دوسرا راستہ اختیار کرے گا، دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا، اللہ فرمارہے ہیں، یہ ہمارے یہاں ہرگز مقبول نہیں، یہ ہمارے یہاں معتبر نہیں، یہ ہمارے یہاں بیکار ہے، یہ ہمارے یہاں (Rejected) مسترد ہے، اسکا ہمارے یہاں کوئی

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۹۔ (۲) سورۂ آل عمران آیت ۸۵۔

مقام نہیں، وہ تو بڑے گھاٹے میں ہے، دنیا میں بھی گھاٹے میں ہے اور آخرت میں بھی گھاٹے میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے مقام کو، ہمیں اپنے منصب کو اور ہمیں اپنے درجہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پیغام کی اور کام کرنے کی ذمہ داری دی ہے، اس کو ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر فرد اپنی ذمہ داری سمجھے کہ میرے ذمہ کیا تھا، اور کیا کرنا چاہئے تھا، نام ہمارا عبداللہ، عبدالرحمٰن، شکیل، جمیل، مسلمانوں والا نام، کیا وہ کام ہم کر رہے ہیں، یا نہیں، حضرت ربعی بن عامر رستم کے دربار میں کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اللہ نے برپا کیا ہے، یہی بات میں آپ لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ اللہ نے ہم کو برپا کیا ہے اس دھرتی پر، اس آکاش کے نیچے، اس آسمان کے نیچے تاکہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغام کو دنیا تک پہنچائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے اس مقام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ کے پیغام کو، اللہ کی وحدانیت کو اور توحید کے اقرار کو، توحید کے اعلان کو پوری امت کے اندر پوری دنیا کے اندر پوری انسانیت کو بتلانے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

یہ بیان ۵/جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

موت سے کسی کو انکار نہیں

آج ہم ایسی حقیقت کے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں، جس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں، چاہے وہ دنیا کا کوئی بھی انسان ہو، دھریہ ہو، کمیونسٹ (Communist) ہو، اللہ کا انکار کرنے والا ہو، اللہ کی وحدانیت کا انکار کرنے والا ہو، چاہے وہ زمین وآسمان کا انکار کرنے والا ہو، اور کائنات کی ساری چیزوں کو ٹھکرا دینے والا ہو، کسی کو نہ مانتا ہو، لیکن اس چیز کو وہ بھی مانتا ہے، وہ کیا چیز ہے؟ وہ ہے موت، موت سے کسی کو انکار نہیں، اور موت سے کسی کو رستگاری نہیں، موت سے کسی کو چھٹکارا بھی نہیں، جو اس دنیا میں آ گیا، اس کو یہ مرحلہ طے کرنا ہے، موت والا مرحلہ، ہم روزانہ سنتے ہیں کہ بھائی فلاں مرگیا، کہ اچھا، ارے شام تو وہ ہمارے ساتھ تھا، شام تو اس نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی، کل تو کھانا ہمارے ساتھ کھایا تھا، کہ اچھا ایسا بھی ہوگیا، تھوڑی دیر کے لئے تعجب میں تو پڑتا ہے۔

موت کے سلسلہ میں شک نہیں ہوتا

کسی کے یہاں چوری ہوگئی تو شک ہوجائے گا، کسی کے یہاں لڑائی ہوگئی تو شک ہوجائے گا، کسی کے بارے میں کوئی اطلاع ملی تو شک ہوجائے گا، لیکن جہاں کسی کے بارے میں یہ اعلان ہوا کہ بھائی فلاں کا انتقال ہوگیا "انا للہ وانا الیہ راجعون" فوراً خود بخود یقین ہوجاتا ہے، تھوڑی دیر کے لئے تو سوچتا ہے کہ نہیں شام تو ہمارے ساتھ تھا، کل ہمارے ساتھ کھانا کھایا، صبح میرے ساتھ فون پر بات کی ہے، ناشتہ میں ہمارے ساتھ تھا، ہم کل اکھٹے

بازار گئے تھے، لیکن آخر میں پھر کہے گا کہ نہیں واقعی بات صحیح ہے، وہ مرہی گیا، کتنے ہم نے جنازے اٹھتے دیکھ لئے ہیں، آپ لوگوں نے اورزیادہ دیکھے ہوں گے، جن کی عمریں زیادہ ہیں، جو کل آپ کے سامنے بوڑھے تھے وہ قبروں میں جاچکے، اور جو جوان تھے وہ کچھ بوڑھے ہوچکے اور کچھ جاچکے اور کچھ جانے کی تیاری میں ہیں، جو بچے تھے وہ بھی جوان ہوگئے، یہ ایک سلسلہ ہے دنیا کے اندر جو چل رہا ہے، مگر ہم لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے، ہم سوچتے ہیں کہ وہی تو مرا ہے، میں تو نہیں مرا ہوں، حالانکہ کل کو ہمیں بھی مرنا ہے، جیسے وہ مرگیا: ع

آج ان کی کل ہماری باری ہے

ہمیں مردوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے

آدمی بھول جاتا ہے کہ یہ اسی کے ساتھ ہی تو حادثہ ہوا ہے، اس لئے روئے گا بھی اس کا رشتہ دار، اس کے تعلق والا، ہم لوگ تو اپنی خوشی گپیوں میں مشغول ہیں، جب میت والوں کے یہاں لوگ تعزیت میں، جنازہ وتدفین میں شرکت کے لئے آتے ہیں، تو جتنی دیر ان کو انتظار کرنا پڑتا ہے، اس وقت میں ان کی باتیں، گپ شپ، واہی تباہی، ایران توران کی اور لن ترانیاں نہیں ختم ہوتی، کسی کی زبان پر استغفار، آخرت کی فکر اور موت کا خوف بالکل بھی نہیں ہوتا، پھر جب قبرستان میں دفنانے کیلئے جائیں گے، وہاں بھی قبر کو صحیح کرنے میں اگر تھوڑا سا وقت ملتا ہے، تو وہاں بھی آپس میں کہتے ہیں کہ بھائی گیہوں کا کیا بھاؤ ہورہا ہے، گنے کا کیا بھاؤ ہے، کیا ریٹ چل رہا ہے، فلاں جھگڑے میں، فلاں کے معاملہ میں کیا ہوا، اور اگر کوئی دوسرے گاؤں کا آیا ہوا ہے تو پوچھتے ہیں کہ بھائی گاؤں میں کیا حالات ہیں، کیا خبریں ہیں، کون الیکشن میں جیتا ہے، کون ہارا ہے، کون پردھان بنا ہے، کون ایم ایل اے، ایم پی بنا ہے، اس طرح کی باتیں وہاں بھی کرتے ہیں، حالانکہ چند لمحوں کا وقت ملا ہے، ہمارے سامنے ابھی

ایک مرا ہوا آدمی ہے، اس کو قبر کے اندر دفنانا ہے، اس وقت بھی ہم عبرت حاصل نہیں کر رہے ہیں، اس وقت بھی ہم اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے ہیں، اللہ کی طرف دھیان نہیں دے رہے ہیں، بلکہ اس وقت تھوڑا سا موقع ملا تو بیٹھک لگائی، دو چار ادھر کو کھڑے اور دو چار ادھر کو کھڑے اور اپنی خوش گپیوں میں مبتلا ہیں، آخر پھر زندگی کا وہ کون سا موقع ہوگا، جہاں آدمی عبرت اور سبق حاصل کرے گا، جب اتنے بڑے حادثہ کے موقع پر جس سے بڑا کوئی حادثہ نہیں ہوسکتا، اس وقت کوئی سبق حاصل نہیں کرتا۔

اگر لوگ مردے کا ٹھکانہ دیکھ لیں اور اسکا کلام سن لیں

میرے پیارے دوستو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، اگر لوگ مردے کا ٹھکانہ دیکھ لیں اور اس کا کلام سن لیں، تو اپنی میت کو بھول جائیں اور اپنی جانوں پر رونے لگیں، یہاں تک کہ جب مردے کو تخت پر رکھا جاتا ہے تو اس کی روح تخت کے اوپر پھڑ پھڑاتے ہوئے پکارتی ہے، اے میرے اہل وعیال! دنیا تمہارے ساتھ اس طرح نہ کھیلے جس طرح میرے ساتھ کھیلی، میں نے حلال وغیر حلال مال جمع کئے، پھر وہ مال دوسروں کے لئے چھوڑ آیا، اس کا نفع تمہارے لئے ہے، اور نقصان میرے لئے، پس جو کچھ مجھ پر گزری ہے، اسی سے محتاط رہو یعنی عبرت حاصل کرو۔

جو ایک مرتبہ چلا گیا وہ واپس نہیں آیا

بھلا بتلایئے اس سے بڑھ کر کیا واقعہ ہوگا، اس لئے دوستو! سبق حاصل کرو، یہ بہت بڑا معاملہ ہے، جو ایک مرتبہ چلا گیا وہ دوبارہ نہیں آیا ہے، بس جیسا بن کر چلا گیا، اچھا بن کر چلا گیا، تو سب لوگ اچھا کہیں گے، کہ بھائی فلاں حاجی صاحب اچھے تھے، فلاں مولانا صاحب اچھے تھے، فلاں قاری صاحب اچھے تھے، فلاں صاحب اچھے تھے، جمیل اچھا تھا، شکیل

اچھا تھا، عبد اللہ اچھا تھا، عبد الرحمٰن اچھا تھا، کچھ دن کیلئے یہ کہتے رہیں گے پھر بھول بھلیاں ہو جائیں گی، پھر کون جانے گا، قبروں کے نشان بھی مٹ جائیں گے، لڑکے عید پر، شب برات میں کبھی کبھی قبرستان چلے جاتے ہیں، پھر ان کو بھی قبرستان جانے کا موقع نہیں ملے گا، قبریں بھی بھول بھلیاں بن جائیں گی، پوتے ہوں گے، پوتے کہیں گے کہ ہاں ہمارے دادا یہیں کہیں کو ہیں، ہماری دادی یہیں کہیں کو تھیں، پتہ نہیں، صحیح دھیان نہیں رہا، معاملہ ختم، تو یہ دنیا کا ایسا نظام ہے، میرے دوستو! یہ تو مسئلہ ہے موت کا، لیکن اس کے بعد والی جو منزل ہے وہ بہت عظیم اور بہت ہی مہتم بالشان ہے، مرنا تو آسان ہے، ہم نے پچھلے ہفتہ بھی کہا تھا کہ آدمی یہاں کتنی بھی مشقتیں اٹھائے اور کتنی بھی تکلیفیں اٹھائے، آخر میں نتیجہ یہ ہے کہ وہ مر جائے گا، دم توڑ دے گا، اور یہ مٹی رہ جائے گی؛ لیکن اصل مسئلہ آخرت کا ہے۔

قبر کی منزل

اس لئے کہ گھر والے، رشتہ دار قبر تک ساتھ جائیں گے، پھر وہ واپس آ جائیں گے، قبر میں ساتھ جو جائے گا، وہ انسان کا عمل جائے گا، اگر عمل اچھا ہوگا تو وہ اچھی شکل میں سامنے آئے گا، اور عمل برا ہوگا تو وہ بری شکل میں سامنے آئے گا، اور یہ چونکہ قبر کی منزل پہلی منزل ہوگی، جو اس میں پاس ہو جائے گا، وہ اگلی تمام جگہوں پر پاس ہو جائے گا، جو اس میں الجھ گیا، وہ الجھتا ہی چلا جائے گا، اور پھر قیامت تک اس کو اپنے اچھے برے کا بدلہ ملتا رہے گا، اچھے عمل والے کو نئی دلہن کی طرح سلا دیا جائے گا، اور بدعمل والے کو عذاب کا مزہ چکھنا ہوگا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تبارک تعالی

کی طرف سے جب میدان حشر برپا ہوگا، حساب وکتاب کا دن ہوگا، اس روز ہرایک کی حالت الگ ہوگی، ہرایک نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، ہرایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ، لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یومَئِذٍ شَأنٌ یُّغْنِیْهِ، وَجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ، ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ، وَ وَجُوْهٌ یَوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ، اُوْلَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ" (۱) اس دن (جس دن قیامت قائم ہوگی) ہرانسان ایک دوسرے سے بھاگے گا، اس دن نہ تو ماں کام آئے گی اور نہ باپ کام آئے گا، ہرانسان نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، بھائی بہن سے بھاگے گا، بہن بھائی سے بھاگے گی، انسان اپنی ماں سے بھاگے گا، اپنے باپ سے بھاگے گا، اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے بھاگے گا، ہرآدمی کی الگ شان ہوگی، جو اس کو دوسروں سے بے نیاز رکھے گی، کچھ چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے، ہنسی خوشی، اور کچھ چہرے اس دن (ایسے ہوں گے کہ) ان پر غبار ہوگا، ان پر سیاہی (یعنی ذلت) چھائی ہوئی ہوگی، یہی بدکار کافر ہوں گے۔

میدان محشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، یارسول اللہ اس وقت سب ننگے ہوں گے، کیا ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس وقت کسے ستر کی پڑی ہوگی، اس وقت تو آدمی کی ایسی حالت ہوگی کہ حواس باختہ ہوں گے، ہم اندازہ لگائیں کہ جب دنیا میں کوئی پریشانی ہوتی ہے، کسی کے خلاف پولیس کے وارنٹ آجائیں یا کوئی مصیبت میں ہو، اس وقت اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں، ہم بولتے ہیں کہ اس کے حواس باختہ ہوگئے، اس کو پتہ ہی نہیں رہتا، اس کو نہ کوئی چیز اچھی لگتی ہے نہ بری، نہ اس کو نقصان کا پتہ چلتا ہے اور نہ نفع کا پتہ

(۱) سورۂ تکویر آیت ۳۴ تا ۴۲۔

چلتا ہے، ایک کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے، عائشہ! اس وقت حالت لوگوں کی الگ ہوگی، وہ ستر کے چکر کے میں پڑے گا؟ اس کو معلوم نہیں کہ اللہ کی طرف سے کیا فیصلہ ہونے والا ہے، ہمارے لئے کیا ہونا ہے؟ بس جلدی ہوجائے۔

سورج ہم سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے

اس وقت ہماری زمین سے سورج سائنسدانوں کے کہنے کے مطابق پندرہ کروڑ کلومیٹر کی دوری پر ہے، اور مئی جون، جولائی کے اندر دوپہر کے دس، گیارہ بجے یا بارہ بجے ہم سر پر بغیر رومال رکھے ہوئے باہر نہیں نکل سکتے، اور چپل جوتے کے بغیر سڑک پر نہیں چل سکتے، حالت خراب ہوجاتی ہے، کیونکہ شدید دھوپ ہوتی ہے، اور کتنی دور سے ہورہی ہے وہ دھوپ؟ پندرہ کروڑ کلومیٹر دور سے، ایک روایت کے اندر آتا ہے کہ اس روز سورج انتہائی قریب ہوگا، بعض روایت میں ہے کہ سوا نیزہ اوپر ہوگا، نیزہ سمجھتے ہیں، ایک بالشت سمجھئے، ایک ہاتھ سمجھئے کہ اتنا اونچا ہمارے سر سے سورج ہوگا، اور زمین کے متعلق بھی یہ ہے کہ وہ تانبے کی زمین ہوگی، جس زمین پر ہم لوگ ہیں، یہ زمین تو ختم ہوچکی ہوگی۔

قیامت کے ہولناک مناظر

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ، وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ، وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ، وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ" (۱) جب سورج لپیٹ لیا جائے اور جب ستارے بے نور ہوجائیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنی کھلی چھوڑ دی جائے اور وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں، ان آیات میں قرآن کریم نے پوری منظرکشی کی ہے، سب چیزیں ختم در ہم برہم ہوجائیں گی، تو اللہ تعالی کیونکہ حساب کتاب کیلئے سب کو جمع کرے گا، وہ ایک الگ ہی زمین

(۱) سورۂ تکویر آیت ۱ تا ۵۔

بنائے گا، ایک الگ ہی فرش بنائے گا، بعض لوگوں نے کہا کہ تانبے کی زمین ہوگی، بعض نے کہا کسی اور چیز کی ہوگی، بہرحال جس چیز کی بھی ہوگی وہ بھی اتنی شدید گرم ہوگی کہ حالت خراب ہوجائے گی، اگر آپ بغیر جوتوں کے اس پر کھڑے ہوں گے تو پریشان ہوجائیں گے۔

دنیا کی گرمی کی ایک واضح مثال

آپ کو حیرت ہوگی، ناکارہ چند سال قبل ۲۰۰۹ء میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ عمرہ کے سفر پر گیا، حرم میں جو پتھر لگا ہوا ہے، وہ تو شدید گرمی کے اندر بھی ٹھنڈا رہتا ہے، میں نے والدہ کو عورتوں میں بیٹھا دیا، ان کو استنجے کا تقاضہ ہوا، اور وہ اکیلی نہیں جاسکتی تھیں، میں نے ان کیلئے وہیل چیئر لے رکھی تھی، وہ مجھے ڈھونڈتی رہیں، تھوڑی دیر کے بعد ملا، کہنے لگی کہ بھائی استنجے کا تقاضہ ہے، جلدی سے لے کر چل، تو میں جلدی میں اپنے چپل تو اٹھا لئے لیکن ان کے نہیں اٹھائے، جلدی سے ان کو لیکر چلا، وہاں ''دوراۃ میاہ'' کے نام سے استنجے خانے بنے ہوئے ہیں، عورتوں کے الگ بنے ہوئے ہیں، اور مردوں کے الگ بنے ہوئے ہیں، تو میں زنانہ استنجاء خانہ پر انکو لے گیا، اور استنجاء خانہ حرم میں نیچے ہوتا ہے، حرم کے چاروں طرف استنجاء خانے نیچے بنے ہوئے ہیں، زمین کے اندر تہہ خانے میں، اب جب وہاں پر لے گیا تو وہاں پر مردنگراں ہوتا ہے، وہ کہنے لگا کہ آپ اندر نہیں جاسکتے، میں نے کہا کہ بھائی بوڑھی عورت ہے، یہ میری ماں ہے، اگر میں نہیں اس کو لیجاؤں گا تو یہ کیسے جائیں گی، خیر میں نے یہ کہا کہ جہاں تک سیڑھیاں ہیں، زینہ ہے نیچے اترنے کا، وہاں تک پہنچادوں، وہاں میں نے ماں کو پہنچا کر کہا کہ اترو، اور اپنے چپل نکال کر والدہ کو دئے اور ان کو اٹھانے لگا، میں آپ کو بتلاؤں کہ میں چند سیکنڈ بھی فرش پر پیر نہیں رکھ سکا، اگر پانچ سیکنڈ بھی میں رکھ لیتا گر جاتا، اتنا سخت گرم ہورہا تھا وہ فرش، حرم کا فرش چھوڑ کر کہ وہ ماربل (سنگ مرمر) کا ہے، عام فرش جو تھا وہ اتنا گرم تھا، میں اللہ کے گھر میں بیٹھا ہوں، اگر میں پانچ سیکنڈ اس پر کھڑا ہوجاتا تو میں

گرجاتا، میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ جلدی سے بیٹھو، ماں کو وہیل چیئر پر بیٹھایا اور خود اپنے چپل سنبھالے، میں ہمت نہ کرسکا کہ اس فرش پر کھڑا ہوجاؤں، اتنا شدید گرم تھا، والدہ بوڑھی عورت اس کو تقاضہ ہورہا تھا، اللہ نے کراچی کی ایک عورت کو بھیجا، فوراً ایک نوجوان عورت آئی، اچھی صحت والی، اس نے کہا کہ بھائی کیا بات ہے، میں نے کہا کہ امی کو استنجاء کرانا ہے، اور یہ اکیلی اندر جانہیں سکتیں اور کپڑے بھی ان کے خراب ہوگئے، کیونکہ بڑھاپا تھا، وہ اللہ نے فرشتہ بنا کر بھیجی تھی، وہ کہنے لگی کہ امی جان تم میری چڈھی بیٹھو، اور میں تمہیں استنجا کراؤنگی، وہ لے گئی ان کو نیچے پہلی منزل، دوسری منزل، چونکہ دھلائی ہورہی تھی اس لئے وہ آخر والی میں لے گئی، والدہ نے بتلایا کہ اس نے میرے کپڑے بھی دھلائے، مجھے طہارت بھی کرائی اور پھر چڈھی بیٹھا کر اوپر لائی، اتنے میں میں جاکر بھاگا بھاگا دوسرے چپل لے آیا، تو اصل بتلانا یہ تھا کہ چند سیکنڈ میرے پیر فرش پر نہیں رہ سکے، کیونکہ وہاں گرمی کی اتنی شدت تھی اور یہ واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا ہے، اس لئے بتلا رہا ہوں۔

محشر کی گرمی کا کیا حال ہوگا؟

آپ اندازہ لگائیں جس روز سورج سوا نیزہ پر ہوگا، ہمارے اتنے قریب ہوگا اور زمین مان لو مٹی ہی کی ہوگی، یا تانبے کی ہوگی یا اللہ جس کی بھی بنادے، کتنی شدت ہوگی، دماغ ہمارا کھول رہا ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اس وقت سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، کہ یا اللہ بس مجھے چھٹکارا دیدے، ہر ایک کی اپنی ہی کیفیت ہوگی، ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی، سب لوگ پریشان ہوں گے کہ اللہ تعالی حساب کتاب جلدی شروع کریں؛ کیونکہ وہاں کھڑا ہونا انتہائی مشکل ہوگا، تو ہر آدمی یہ خیال کرے گا کہ بھائی حساب وکتاب جلدی سے ہوجائے، جس کو جہنم میں جانا ہے اس کو جہنم میں پہنچا دیا جائے اور جس کو جنت میں جانا ہے، اس کو جنت میں پہنچا دیا جائے؛ لیکن یہ کام جلدی نمٹے، ہم بازار میں جاتے ہیں، جب لائن لگی ہوئی ہوتی ہے،

اگر بیس روپئے میں سامان مل رہا ہے اور شورٹ (short) میں پچاس میں مل رہا ہے، تو کوشش کرتے ہیں کہ پچاس میں مل جائے، مگر بس جلدی ہمارے کام نمٹے، تو جلدی کا طبیعت میں ایک تقاضہ ہوتا ہے، اپنے وقت کو زیادہ ضائع نہیں کرنا چاہتے، اور وہاں تو آرام سے بھی کھڑے نہیں ہوں گے، اتنی پریشانی اور اتنی دقت اور اتنی حالت خراب ہوگی کہ دماغ ہانڈی کی طرح کھول رہا ہوگا اور پسینہ میں شرابور ہونگے، تو اس وقت کیا کیفیت ہوگی، چنانچہ سب لوگ پریشان ہونگے۔

لوگوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا

سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، تو سب ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: ”یَا اَبَانَا قَدِّمْ مَعَنَا“ اے ہمارے باپ ہمارے ساتھ آیئے، اور اللہ سے درخواست کردیجئے کہ جلدی سے حساب وکتاب شروع کردیں تاکہ جس کا جو معاملہ ہے وہ ہوجائے، تو حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ بھائی میری بھی آج ہمت نہیں، نفسی نفسی کا عالم ہے، مجھے تو خود اپنی پڑی ہوئی ہے، اللہ کے پیغمبر، ہم سب کے باپ، ہم سب کے دادا وہ کہہ رہے ہیں کہ بھائی مجھ کو تو اپنی پڑی ہوئی ہے، کہ میں تو خود غلطی کردی تھی، بھولے سے جنت میں دانہ کھالیا تھا، مجھے تو خود اپنی شرمندگی ہے، میں نہیں اللہ کے سامنے جاسکتا، میری ہمت نہیں ہے، لہٰذا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

لوگوں کا حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانا

چنانچہ سب لوگ بھاگ کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جائیں گے، تو حضرت نوح سے درخواست کریں گے کہ حضرت آپ ہی اللہ تبارک وتعالی سے سفارش کردیں تاکہ حساب وکتاب کا معاملہ جلدی شروع ہوجائے، اور ہم اس مصیبت سے بچیں، تو حضرت نوح

علیہ السلام کہیں گے کہ بھائی میرے بس کا نہیں ہے، میں تو خود غلطی کرچکا ہوں، اپنے بیٹے کے لئے دعا کی تھی، اور اللہ کی طرف سے یہ ڈانٹ پڑی تھی کہ ”اِنِّی اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ“ (۱) کہ تیرے سے نبوت کا سرٹیفکیٹ چھین لیں گے، میری تو اپنی نبوت ہی خطرہ میں پڑگئی تھی، میں ایسا نہیں کرسکتا، میں یہ کام نہیں کرسکتا، آپ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں وہ کرسکتے ہیں۔

لوگوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا

اب سارے لوگ بھاگ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے اللہ کے پیغمبر! ذرا اللہ تعالی سے سفارش فرمادیں کہ جلدی سے حساب وکتاب ہوجائے، حضرت ابراہیم بھی کہیں گے کہ بھائی معافی چاہتا ہوں، میرے بس کا بھی معاملہ نہیں ہے، اس لئے کہ میں خود دنیا میں تین واقعے ایسے کرچکا ہوں، جن کی وجہ سے میری ہمت نہیں، ایک یہ کہ میری بیوی سارہ میرے ساتھ تھی، ایک بادشاہ جہاں سے ہمارا گزر ہورہا تھا، وہاں اگر کوئی حسین اور جمیل عورت ہوتی تو اس کو پکڑ لیتا تھا اور اس کے ساتھ غلط کاری کرتا تھا، اور اگر اس کے ساتھ میں شوہر ہوتا تھا تو اس کو قتل کردیا کرتا تھا، لیکن بھائی یا باپ اگر ہوتا تھا تو اس کو چھوڑ دیا کرتا تھا، تو میں نے وہاں جھوٹ بول دیا تھا، شریعت کے مطابق حالانکہ میں اس کا بھائی تھا ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“ قرآن میں ہے کہ سارے مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، میں نے اس کو بہن کہا تھا، اور اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر پوچھے تو یہ کہہ دینا کہ میرے بھائی ہیں، اگرچہ شرعی اعتبار سے وہ جائز تھا، دوسرا یہ کہ میں نے اپنی قوم کے بتوں کو توڑا تھا، جب یہ عیدگاہ میں جانے لگے تھے، تو انہوں نے کہا کہ بھائی ہمارے ساتھ عید میں چلو تو میں نے ان سے کہا تھا ”انی سقیم“

(۱) سورۂ ہود آیت ۴۶۔

میں تو بیمار ہوں، حالانکہ میں بیمار نہیں تھا، صرف بہانا بنایا تھا، تاکہ شرک میں مبتلا نہ ہوں، اور تیسرا یہ کہ میں نے جس وقت انکے بتوں کو توڑا تو کلہاڑی ایک دوسرے بت کے گلے میں رکھ دی تھی، کہ لوگ اگر پوچھیں گے تو کہہ دوں گا کہ اس بڑے بت سے پوچھ لو، تو میں نے یہ مصلحت سے کیا تھا، لیکن مجھے خود شرمندگی ہے، میں تو اللہ کے سامنے نہیں جاسکتا، تم لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

لوگوں کا حضرت موسی علیہ السلام کے پاس جانا

اب سارے لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آئیں گے، حضرت موسی علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے اللہ کے نبی! اللہ سے ہماری سفارش کردیجئے، تاکہ حساب وکتاب جلدی نمٹے، تو حضرت موسی علیہ السلام بھی کہیں گے کہ بھائی میں نے تو اپنی قوم کے اندر دو آدمیوں کو جھگڑتے ہوئے دیکھا تھا، ایک تو وہ تھا جو مجھ کو ماننے والا تھا، اور ایک وہ تھا جو مجھ کو مانتا نہیں تھا، میں نے اس کو ایک تھپڑ لگایا تھا، اس تھپڑ کی وجہ سے وہ مرگیا تھا، اللہ نے مجھ کو معاف تو کردیا تھا؛ لیکن مجھے شرمندگی ہے، میں خود ایسی غلطی کرکے کیسے اللہ تعالی کے سامنے آپ کی سفارش کرسکتا ہوں، لہٰذا تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا

چنانچہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت میں بھی اس طرح کے سوال وجواب کریں گے، حضرت عیسی علیہ السلام کہیں گے کہ بھائی دیکھو! لوگوں نے تو مجھے اور میری ماں کو خدا مان لیا تھا، مجھے بھی لوگ خدا کہنے لگے تھے، اور میری ماں کو بھی لوگوں نے خدا مانا، تو میں کس منہ سے تمہاری سفارش کروں، اللہ تعالی کہیں گے کہ بھائی دنیا میں تو لوگوں نے تجھے خدا مانا ہے اور تیری ماں کو بھی خدا مانا ہے، اس لئے میں

تو نہیں جاسکتا، آپ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری

آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لوگ حاضر ہوں گے، تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پھر سفارش کریں گے، اب اللہ تعالی کے دربار میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑ جائیں گے، اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہو، تمہاری کیا تمنا ہے؟ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ ان کا حساب کتاب ہونا چاہئے، جو جس کا مقام ہے، اس کو اس میں پہنچایا جانا چاہئے، سب لوگ پریشان ہیں، تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے اجازت ہوگی کہ اے محمد! تم جس کے بارے میں پہلے کہوگے اس کو ہم حساب وکتاب کے لئے بلائیں گے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کو پیش کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرائیں گے، اور وہ کہیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے میں تو ہمت نہیں ہے؛ لیکن ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑھائیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھانے سے اللہ تعالی ان کا حساب وکتاب آسانی سے نمٹائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب

پھر دوسری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑھائیں گے، حضرت عمر پر اللہ کی طرف سے سلام ہوگا کہ ”السلام علیکم یا عمر!“ یہ پہلے انسان ہوں گے کہ اللہ تعالی خود ان کو سلام کررہا ہے، تو ان کا بھی حساب وکتاب جلدی سے نمٹے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائے گا، حضرت عثمان کا تو حساب وکتاب منٹوں، سیکنڈوں میں نمٹے گا، اگر چہ حضرت عثمان غنی مالدار بھی بہت تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ عید کے دن کچھ گھر میں تھا نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے اللہ کے رسول! آپ عید کی نماز پڑھنے کے لئے جارہے ہیں، اور آج غریب لوگ، فقیر لوگ، محتاج لوگ گھر میں آئیں گے، اور گھر میں کچھ نہیں، تو کسی کو کھلانے کیلئے، کسی کو کچھ ہدیہ تحفہ دینے کیلئے کچھ ہوتا تو ان کو دیتے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ ہے نہیں، تو کیا کروں، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر گھر واپس آئے تو گھر میں لائن لگی ہوئی تھی محتاجوں کی، ضرورتمندوں کی اور حضرت عائشہ سب کو دے رہی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پوچھا کہ عائشہ! یہ کیا ہوا، کہ آپ کے جانے کے بعد حضرت عثمان نے آپ کی تمام بیویوں کے یہاں ایک ایک اونٹ مال کا بھر کر بھیج دیا تھا کہ تقسیم کر دینا، کہ اچھا عثمان نے ایسا کیا ہے، تو فوراً حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کیلئے دعا کی تھی کہ اے اللہ! عثمان کا حساب آسان کر دینا، چنانچہ منٹوں سیکنڈوں میں حضرت عثمان کا حساب نمٹے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حساب وکتاب

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائے گا، اور ان کا حساب وکتاب ہوگا، اور جلد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب ہو جائے گا۔

پھر امت محمدیہ کا حساب وکتاب

ان چاروں یاروں کے بعد پھر باقی امت محمدیہ کا نمبر آئے گا، یہاں تک کہ جن کو اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے اور جنتوں کا حساب ہونا ہوگا، سب کا ہو جائے گا، سب جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد کچھ لوگ رہ جائیں گے، تو پھر اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے یہ اعلان ہوگا کہ بھائی جس کا مقام جہاں ہے وہ سب چلے گئے، جنتی جنت میں چلے گئے اور دوزخی دوزخ میں چلے گئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سفارشی تھے، ان کی سفارش کر دیں گے، تو کچھ لوگ اس وقت بھی رہ جائیں گے، جو جنت میں نہیں جا پائیں گے، تو ان کے لئے پھر اسپیشل اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے حکم ہوگا، اللہ تبارک وتعالی ان کو اپنے فضل سے بخشیں گے۔

مشرک کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا

اصل میں قرآن کریم میں اللہ نے یہ فرمادیا کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ" (١) کہ جس نے دنیا کے اندر کتنا بھی بڑا گناہ کیا ہو، اللہ تعالی سب کو بخش دے گا؛ لیکن جس نے شرک کیا ہوگا، جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہوگا، اسے نہیں بخشے گا، اسے معاف نہیں کرے گا۔

جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اسے بخش دیا جائیگا

مشرک کے علاوہ کوئی کتنا ہی بڑا زانی ہو، کوئی کتنا ہی بڑا چور ہو، کتنا ہی بڑا ڈاکو ہو، کتنا ہی بڑا جرم کیا ہوگا، اگر ایمان "مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ" ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اس کے اندر ہوگا، تو آخر میں اللہ تبارک وتعالی اس کو بھی بخش دے گا، اس کو کیسے بخشے گا، اس کو اللہ تعالی ایسے بخشے گا کہ جب جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اللہ تبارک وتعالی حضرت جبرئیل کو بھیجیں گے جہنم میں، وہ جہنم میں جا کر دیکھیں گے، داروغہ سے

(١) سورۂ نساء آیت ۴۸

اجازت لیں گے، پوچھیں گے کہ بھائی یہ کون لوگ ہیں، وہ کہیں گے کہ یہ محمد کے امتی ہیں، تو وہ جہنمی پوچھیں گے، یہ کون ہیں، تو وہ داروغہ بتلائیں گے کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں، یہ تمہارے پیغمبر پر وحی لے کر آتے تھے، تو وہ لوگ عرض کریں گے، کہ اے جبرئیل تو ہمارے پیغمبر پر وحی لیکر آتا تھا، تو آج ہمارا بھی ایک پیغام ہمارے نبی کو پہنچادے، حضرت جبرائیل کہیں گے کہ کیا پیغام ہے؟ لوگ کہیں گے کہ تم یہ بتلا دینا ہمارے نبی کو جا کر کہ کچھ امتی اب بھی جہنم میں پڑے ہوئے ہیں، اور انکے لئے بھی سفارش کردیں کہ اللہ تبارک وتعالی انہیں بھی معاف کردیں، چنانچہ حضرت جبرئیل جیسے ہی باہر آئیں گے، اللہ تبارک وتعالی حضرت جبرئیل سے پوچھیں گے کہ جبرئیل کیا پیغام دیا ہے محمد کے امتیوں نے، وہ بتلائیں گے کہ سفارش کے لئے کہا ہے، تو وہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کے لئے سفارش کریں گے، اللہ تبارک وتعالی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجیں گے، جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے، ساتھ میں دوسرے پیغمبر بھی کہیں گے کہ چلو جی ہم بھی چلتے ہیں آپ کے ساتھ اور پھر جب وہ چلیں گے تو جتنے جتنی لوگ ہیں وہ بھی کہیں گے کہ چلو حضرت ہم بھی چلتے ہیں ساتھ میں، اس طرح ایک قافلہ ہوجائے گا پورا، کہ چلو بھائی جتنے جہنم میں مسلمان ہیں، جن کے دلوں کے اندر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے سب کو نکالیں گے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب حاضر ہوں گے اور اشارہ فرمائیں گے کہ بھائی آؤ، پہچان لیں گے جس میں ذرا بھی ایمان ہوگا، ان کو نکالتے رہیں گے، یہاں تک کہ جتنے بھی مسلمان، ایمان والے تھے، ان سب کو نکال لیا جائے گا۔

بالکل اخیر میں جہنم سے نکلنے والے عتقاء الرحمٰن ہونگے

لیکن اس کے بعد بھی کچھ لوگ رہ جائیں گے، پھر اللہ تبارک وتعالی کہیں گے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا، صرف مجھ کو ہی معلوم ہے کہ ان کے اندر ذرا سا ایمان تھا، میں

ان کو بھی نکال لونگا، پھر اللہ تبارک وتعالی جس طرح ہم دونوں ہاتھوں سے مونجلا بناتے ہیں، اللہ کا جو بھی طریقہ ہوگا اس انداز سے لپ لے گا، اور کچھ لوگوں کو نکال دے گا، اور وہ ایسے لوگ ہوں گے جو جہنم میں جل جل کر کوئلہ ہوچکے ہوں گے، اللہ تبارک وتعالی ان کو آب حیات میں ڈالے گا، ایسی نہر میں ڈالے گا جس میں ان کے جسم ٹھیک ہوجائیں گے، لیکن ان کے اوپر لکھا جائے گا ''عتقاء الرحمٰن'' اللہ کے آزاد کردہ یعنی اللہ نے ان کو آزاد کیا ہے، وہ جنت میں چلے جائیں گے، اللہ ان کو بھی بخش دے گا، لیکن پھر دوسرے جنتی ان سے مذاق کریں گے کہ بھائی تم اس قابل تو نہیں تھے، لیکن اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے تم کو بخش دیا، تم تو بائی پاس سے آئے ہو، چور دروازے سے آئے ہو، اللہ میاں نے نکالا ہے تم کو، تم اصل مستحق نہیں تھے، انکے ساتھ تھوڑا مذاق کریں گے، پھر وہ اللہ سے سفارش کریں گے کہ یا اللہ یہ لوگ ہمارے ساتھ ایسے مذاق کررہے ہیں، اور ہم کو دوسرے درجہ کا شہری سمجھ رہے ہیں، اور ہمارے سامنے یہ ٹیکہ لگا ہوا ہے، سب پہچان رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالی پھر ان کی دعا کی برکت سے پھر ان کے اس نشان کو بھی مٹادے گا، اور وہ عام جنتیوں کی طرح ہوجائیں گے۔

جنت میں کمی کا احساس نہیں ہوگا

اصل میں جنت وہ جگہ ہے، جہاں احساس نہیں ہوگا، دنیا کے اندر تو کسی کو کتنا بھی مال مل جائے، کسی کو کتنی بھی خوبصورت بیوی مل جائے، کتنے بھی خوبصورت بچے مل جاویں، احساس رہتا ہے، دوسرے کی دولت دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر کہ اس کی زیادہ ہے، میری کم، اگر اس کے پاس سو بیگہ زمین ہے اور میرے پاس کم ہے، تو بھی خیال رہے گا، اسی طرح اگر اس کے پاس سو روپے ہے اور میرے پاس ننانوے ہے، تو بھی احساس رہے گا، اور اگر کسی کے پاس دو سو ہے تو وہ حرص کرے گا ڈھائی سو والے کی، دنیا میں تو آدمی کی طبیعت میں طمع ہے، لالچ ہے، حرص ہے، کتنا بھی اس کے پاس ہوجائے وہ یہ سوچے گا کہ یہ بھی کم ہے اور ہوجائے،

جنت نام ہے اس جگہ کا کہ جس میں اللہ نے جس کو جس چیز سے نواز دیا، اس کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ میرے پاس تھوڑا ہے، بس یہ احساس ختم ہونا ہی جنت کی نعمت ہے، ورنہ دنیا میں آدمی کتنا بھی بڑا ہوتا ہے، اس کو دوسرے کے مقابلہ میں احساس ہوتا ہے، جو بڑے بڑے مالدار ہیں جن کو ہم بڑے سمجھتے ہیں، جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، تو ان کو آپس میں ایک دوسرے کا خیال رہتا ہے، کہ یار یہ مجھ سے زیادہ مالدار ہے، اس کے جوتے مجھ سے زیادہ اچھے ہیں، اس کے پاس میرے سے زیادہ پیسے ہیں، اس کی گاڑی میری گاڑی سے زیادہ اچھی ہے، ان کو آپس میں یہ احساس رہتا ہے؛ لیکن جنت ایک ایسی جگہ ہے جہاں کسی کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ بھائی میں کسی سے کم درجہ کا ہوں، اللہ نے جس کیلئے جو منصب، جو مقام، جو مرتبہ اور جو درجہ متعین کردیا ہے وہ اس کے لئے کافی ہوگا، اور اس کیلئے اس کے اندر سکون واطمینان اور راحت ہوگی، اس لئے اس کو جنت کہتے ہیں، تو وہ راحت کی ایسی جگہ ہے کہ اس کے اندر اتنی راحت وسکون اور ایسی نعمت ملے گی جو کسی کے دماغ میں نہیں آئی، جو کسی کے ذہن میں نہیں آئی، کسی کے دل پر نہیں کھٹکی، تو یہ اصل موت کے بعد کے معاملات ہیں، یہ بیان اس لئے کئے جارہے ہیں تاکہ ہم اس کیلئے تیاری کرلیں۔

صرف ارادہ نہیں بلکہ عمل ضروری ہے

اصل میں ہم ہر چیز کی تیاری کرتے ہیں، سہارنپور جانے کے لئے تیاری کرتے ہیں، شادی بیاہ میں جانے کی تیار کرتے ہیں؛ لیکن یہ بعد والی جو زندگی ہے اس کی ہمیں فکر کم ہے، ہم لوگ کہتے رہتے ہیں اور کہتے کہتے بوڑھے ہوجاتے ہیں، کہ جب میں بیس سال کا ہوجاؤں گا تو کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا، مسجد میں ہی پڑا رہوں گا، اور جب بیس کا ہوجاتا ہے کہ بس ایک سال کے بعد میں جماعت میں چلا جاؤں گا، اور بالکل پکا اللہ والا بن جاؤں گا، وہ بھی گزر جاتا ہے، پھر وہ کہتا ہے کہ بس شادی ہوجائے، اس کے بعد تو گناہ کروں گا ہی نہیں،

پھر شادی بھی ہوجاتی ہے، یار بس اب تو شادی بیاہ بھی ہوگیا، دنیا کے مزے بھی لوٹ لئے، اب تو بس اللہ کا ہی کام کروں گا، پھر بھی موقع نہیں لگتا، پھر پچیس کا بھی ہوگیا، چھبیس کا بھی، ستائس کا بھی، اٹھائیس کا بھی، دھیرے دھیرے پچاس سال کا ہوجاتا ہے، پھر کہتا ہے کہ بس اب تو داڑھی بھی سفید ہوگئی، اب تو بس مسجد میں پڑا رہا کروں گا، اب تو اللہ، اللہ ہی کروں گا، یہاں تک کہ وہ قبر کے گڑھے میں چلا جاتا ہے، اس کا انتقال ہوجاتا ہے، لیکن وہ ارادہ ہی ارادہ کرتا رہتا ہے، اس کو موقع ہی نہیں ملتا، تو اصل میں دوستو! ارادہ کافی نہیں ہے عمل ضروری ہے، عمل شروع کردیجئے اور سوچئے کہ آنے والی جو زندگی ہے، اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے، اس کے لئے کس طریقہ کی تیاری کرنی ہے، اس کو ہمیں سوچنا ہے۔

خواہشات کو قبر کا گڑھا ہی پور کرے گا

انسان کی خواہشات اور تمنائیں اتنی ہیں کہ وہ مرتے دم تک پوری نہیں ہوتیں، حدیث میں بھی آتا ہے: "وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ" کہ یہ تو انسانی خواہشات، انسانی طبیعت، انسان کی حرص ایسی ہے کہ اس کو تو قبر کا گڑھا ہی بھرے گا، اس سے پہلے یہ بھر ہی نہیں سکتا، چنانچہ جتنی بھی کوشش کریں گے، جتنی بھی طمع کریں گے، وہ بڑھتی ہی جائے گی، اور ننانوے کو سو بنانے کی فکر میں لگے رہیں گے، اور زندگی میں نہ نماز کا موقع ملے گا، نہ تلاوت کا موقع ملے گا، نہ نوافل کا موقع ملے گا، نہ صدقہ خیرات کا ملے گا، نہ حج کا ملے گا، نہ زکوۃ کا ملے گا، بس یہی سوچتا رہے گا کہ اس سے فارغ ہوجاؤں پھر کروں گا، اس سے فارغ ہوجاؤں پھر کروں گا، اور وہ فراغت ملے گی ہی نہیں، اس لئے کہ دنیا کے جھمیلے اتنے ہیں، دنیا کی ذمہ داریاں اور مسائل اتنے ہیں، اور یہ جب تک ہیں جب تک سانس ہے اور جس دن سانس ختم ہوگیا تو سارے کام ختم، اب مثلاً میں یہ مدرسہ چلا رہا ہوں، اگر مرگیا تو کیا یہ بند تھوڑا ہی ہوجائے گا، کوئی اور چلائے گا، تو اللہ تعالی نے یہ نظام بنایا ہے، جیسے کوئی کمپنی چلائے، کمپنی چل جاتی

ہے، اب اگر مالک مرگیا تو ایسا تھوڑا ہی ہے، کہ کمپنی بند ہوجائے گی، اگر اللہ ہی کو ٹھپ کرنا منظور ہو، تو وہ تو اس کی زندگی ہی میں ٹھپ کرسکتا ہے؛ لیکن جو کام اللہ کے یہاں چلنا ہے وہ چلتا رہے گا، اللہ جس سے بھی کام لے لے، یہ اس کی نوازش، اس کا کرم اس کا احسان، اور اس کا فضل ہے کہ کس سے کس وقت کیا اور کیسا کام لے لے، ورنہ کتنے ہمارے بھائی دنیا کے اندر بھٹکے ہوئے پھر رہے ہیں، اور وہ کسی کام کے بھی نہیں، نہ دین کے ہیں اور نہ دنیا کے۔

دین و دنیا کی فکر کرنی ہے

دوستو! ہمیں فکر کرنی ہے کہ ہمارا دین بھی بن جائے اور ہماری دنیا بھی بن جائے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں دنیا کے اندر بھی اتنا نواز دے کہ ہماری ضروریات زندگی پوری جائیں اور ہم اللہ کے مطیع وفرمانبردار بن جاویں، اللہ کے نیک اور اچھے بندے بن جاویں، اور آخرت میں بھی اللہ ہم کو ایسا مقام اور ایسا بلند درجہ عطا فرمائے کہ نبیوں کے ساتھ میں ہمارا حشر ہوجاوے، اللہ کے شہیدوں کے ساتھ ہمارا حشر ہوجاوے، اللہ کے صالحین اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ہوجائے، یہ دعائیں ہمیں کرنی چاہئیں اور صرف دعائیں ہی کافی نہیں، دعا کے ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ ہم سب تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ کچھ کرنا نہ پڑے اور اللہ ہمیں سیدھا جنت میں پہنچادے، اللہ ایسا نہیں کرتا، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں "الٓمٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ" (۱) کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو جانچا نہ جائیگا، اللہ تعالی دوسری جگہ فرماتے ہیں: "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصَّابِرِیْنَ" (۲) کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۲ (۲) سورۂ آل عمران آیت ۱۴۲۔

والوں کو، اس لئے بھائیو! کچھ تو کرنا پڑے گا، محنت کرنی پڑے گی۔

پلصراط سے سب کو گزرنا پڑے گا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پل صراط کے راستہ سے گزرنا ہے، پل صراط کے راستہ کے متعلق ہم نے سنا ہے، اور بچپن سے سنتے آرہے ہیں کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اس پر آدمی اپنے اپنے عمل کی حیثیت سے گزر جائے گا، جو نیک اور اچھے عمل والا ہے، وہ تو اس پر سے ہوا کی طرح، بجلی کی طرح گزر جائے گا، بہر حال ہر ایک کو اس پر سے گزرنا ہے، کوئی نہیں بچ سکے گا، جس کو جنت میں پہنچنا ہے اس کو وہ راستہ پار کرنا ہی ہے، وہ راستہ پار کئے بغیر کوئی جنت میں جا ہی نہیں سکتا، چاہے اچھا ہے یا برا ہے، اس پر سے ہر ایک کو گزرنا ہے، جو گزر جائے گا تو بس سمجھو وہ جنت میں ہے، اگر اعمال صحیح تو سیدھا کھٹ سے گزر جائے گا، اگر اعمال صحیح نہیں تو کٹ کٹ کر نیچے گر جائے گا، یا کم درجہ کے اعمال ہیں، کچے پکے ہیں تو وہ ڈول ڈال کر کسی طریقہ سے نکل جائے گا، تماشہ والوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ رسی پر سنبھل سنبھل کر چلتا ہے، تو جس کے جس درجہ کے اعمال ہوں گے ایسا ہی اس کے ساتھ ہوگا۔

آخرت کی تیاری کرلیں

اس لئے ہمیں کوشش کرنی ہے کہ آخرت کی تیاری کرلیں اور حشر کی تیاری کرلیں، ہماری ساٹھ ستر سالہ زندگی ہے، اور میں تو یہ سمجھ رہا ہوں کہ یہ باتیں ساٹھ ستر سال تک کی زندگی کی، یہ پرانی نسل کی ہیں، نئی نسل کا انداز نہیں لگ رہا ہے کہ یہ ساٹھ ستر تک پہنچے یا چالیس پینتالیس تک پہنچ کر چلا جائے، روزانہ کسی نہ کسی کے بارے میں سنتے رہتے ہیں کہ وہ پینتالیس سال کا تھا چلا گیا، ورنہ پہلے تو یہ تھا کہ بھائی ستر سال کے ہوگئے، اسی سال کے ہوگئے، پرانے بوڑھے

اب بھی ہیں اس عمر کے، یہ کسی کی کوئی گارنٹی نہیں کہ کس وقت اللہ کے یہاں سے اس کے وارنٹ آجائیں اور کس وقت اس کو چلنا پڑے، اب عمر کا اور زندگی کا کوئی ایسا حساب کتاب نہیں رہا، ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور اس کی فکر کرنی چاہئے، ہمیں ایک تو موت کی تیاری کرنی ہے، اور موت کی تیاری کر کے پھر ہمیں سوچنا ہے کہ کس طرح اللہ کی رضا حاصل ہو جائے، اللہ کی رضا حاصل کر کے میدان حشر میں ہمارا حساب و کتاب آسانی سے ہو جائے۔

موت اپنے محبوب سے ملنے کا ایک ذریعہ ہے

دراصل اس پلیٹ فارم سے سب کو گزرنا ہے، بغیر اس کے اللہ سے وصل نہیں ہوسکتا، اللہ سے ملاقات کرنی ہے، اللہ سے ملاقات کیلئے یہ جسم چھوڑنا پڑے گا "اَلْمَوْتُ قَنْطَرَةٌ" یہ موت تو پل ہے، اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے "اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ" موت تو ایک پل ہے، جو حبیب کو حبیب تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، یہ مٹی یہاں چھوڑنی پڑے گی۔

مرنے سے پہلے خوشی

اگر اللہ سے تعلق ہے، اور سچی بات آپ کو بتلاؤں، جس کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے، جس کو اللہ سے محبت ہوتی ہے، اس کو مرنے سے پہلے اسی طرح خوشی ہوتی ہے جس طرح شادی ہونے والے کو شادی سے پہلے شادی کی خوشی ہوتی ہے، جس طرح کسی کو دولت ملنی ہوتی ہے اس کو خوشی ہوتی ہے، اس طرح مرنے والے کو خوشی ہوتی ہے اپنے مرنے کی، کیونکہ وصل حبیب قریب ہے، ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان سے جو بھی ملنے آتا تھا، وہ فوراً کہتے تھے کہ بھائی ٹھیک ہے جاؤ، مجھے اللہ سے ملنا ہے اور اس کی تیاری بھی کرنی ہے، آپ لوگوں کو بھی تیاری کرنی ہے، اچھا بھائی السلام علیکم پھر ملیں گے، انشاء اللہ، اب دوسرا آرہا ہے کہ اچھا بھائی خیریت سے ہو، ٹھیک ٹھاک ہو، جاؤ! بھائی اللہ سے ملاقات کا ٹائم ہے، تیاری کر

رہا ہوں، آپ لوگوں کو بھی تیاری کرنی ہے، چلو ٹھیک ہے، السلام علیکم پھر ملیں گے، چنانچہ سالوں تک ان کا یہی طریقہ رہا، پھر ان کا انتقال ہوا، گویا ان کو اللہ سے ملنے کی اتنی خوشی تھی، اور اس کی تیاری کی اتنی فکر تھی کہ جاؤ بھائی تم بھی کرو، میں بھی کر رہا ہوں، میری تیاری میں خلل نہ ڈالو، بس چلو سلام ہو گیا، جاؤ تیاری کرو تم بھی اور میں بھی تیاری کرتا ہوں، جس کو اللہ سے محبت اور اللہ سے تعلق ہوتا ہے، اس کو موت سے پہلے ایسی ہی خوشی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل تھے، جب آپ کی روح قبض کرنے کے لئے فرشتہ آیا اس نے کہا کہ حضرت اللہ کے حکم سے آپ کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہوں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے دوست کی بھی کوئی روح قبض کرتا ہے، فرشتہ نے جا کر اللہ کو یہ پیغام سنایا، پھر اللہ کی طرف سے پیغام آیا کہ کیا کوئی خلیل اپنے حبیب سے اور اپنے مالک سے ملنے میں بھی عذر کرتا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ خواہش ہے تو فوراً نکال، جلدی سے نکال، مطلب یہ ہے کہ ملنے کا طریقہ یہی ہے، اللہ سے ملنا ہے، تو یہ جسم چھوڑنا پڑے گا، اللہ سے ملنے کا طریقہ یہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بھی اس طرح سے منقول ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ہم کلامی کی، تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللّٰھم الرفیق الاعلی، اللّٰھم الرفیق الاعلی" کہ بس اللہ ہی سے ملنا ہے، جلدی سے نکال، جلدی سے نکال، تو جب تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے، تو اس زندگی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔

اللہ سے تعلق قائم کرنا چاہئے

یہ زندگی تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہے، لیکن اللہ سے تعلق اس درجہ ہو جائے، اور وہ ہوتا ہے

اس کی اطاعت سے، اس کی فرمانبرداری سے، اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے سے، اس لئے کثرت سے دعائیں بھی کی جائیں، کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت بھی کی جاوے، اور کثرت سے نوافل بھی پڑھے جاویں، دیکھئے جانا تو ہے ہی، چاہے دنیا کے جھمیلوں میں الجھ کر چلے جاوے، اور چاہے ان کو چھوڑ کر چلے جاوے، جانا تو ہے ہی، اس کا تو کسی کو انکار نہیں، بھائی جب جانا ہی ہے تو کچھ نہ کچھ تیاری بھی کرلیں، جتنی بھی کر سکتے ہیں، جتنی بھی اللہ توفیق دے، کوشش تو کریں کہ سو فیصد تیاری کریں، اس لئے کہ ہمیشہ ہمیشہ تو وہیں رہنا ہے، یہاں پچاس ساٹھ سال رہنے کیلئے مکان بناتے ہیں، اس پر فرش ڈالتے ہیں، اور پلاستر کراتے ہیں، پی او پی P.O.P کراتے ہیں، پٹی (Putti) کراتے ہیں، پھر اس میں رنگ کراتے ہیں، پھر اس میں بلب، ٹیوب اور پنکھے لگواتے ہیں، اے سی (A.C) لگواتے ہیں، حالانکہ پچاس ساٹھ سال تک رہنا ہے، تو جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے، اس گھر کو سجالیں، بھائی تھوڑی سی محنت کرلیں، محنت کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کی رضا والے اعمال کریں، اور اللہ کی زیادہ عبادت کریں، ایک کام تو آپ لوگوں کو آج سے یہ کرنا ہے کہ کثرت سے استغفار کریں، استغفار کہتے ہیں اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنا، پانچوں نمازوں کے بعد بھی اور سوتے وقت بھی اللہ کے سامنے توبہ کرنا ہے، کہ یا اللہ میں توبہ کرتا ہوں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، اور چھوٹے بڑے گناہوں سے، جو میں نے ساری عمر میں کئے، اے اللہ! میرے سارے گناہوں کو معاف فرما، یہ کام تو ضرور کرنا ہے، آج سے ہی پابندی شروع کردو، پانچوں نمازوں کے بعد بھی توبہ کرلو اور سوتے وقت بھی توبہ کرلو، اگر اس حالت میں موت آجاتی ہے تو انشاء اللہ ہم سیدھے جنت میں جائیں گے۔

جوان کا توبہ کرنا

دوستو! چونکہ آپ لوگ نوجوان ہیں ’’جب ایک جوان انسان توبہ کرتا ہے، تو مشرق سے

مغرب تک کے قبرستانوں میں سے چالیس دن تک عذاب ہٹالیا جاتا ہے‘‘ اس لئے بھائیوں توبہ کا مزاج بناؤ، اور توبہ کی عادت ڈالو۔

موت کا کوئی وقت مقرر نہیں

اس لئے ہم اللہ سے توبہ کریں، کیونکہ یہ پتہ نہیں ہے کہ کس وقت پیغام اجل آجاوے، سوتے سوتے چلے جائیں، یا چلتے چلتے ٹھوکر لگی، گرے اور ختم ہوگئے، کچھ پتہ نہیں، کہاں موت کی گھنٹی بج جائے، کب عزرائیل آجائے، تیار ہو جاؤ، تیار ہو جاؤ، کچھ پتہ نہیں کس وقت آجائے، ہنستے کھیلتے آجائے، روتے آجائے، پیٹ کے درد میں آجائے، سر کے درد میں آجائے، بخار میں آجائے، کس شکل میں آجائے، تو یہ کام آج سے ہی لازم کرنا ہے، انشاء اللہ، توبہ کرو پانچوں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت، اس طرح کہ یا اللہ صبح سے شام تک جتنے بھی گناہ میں نے کئے ہیں، اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دے، استغفار اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرنا، میرے دوستو! باقی اور اعمال آئندہ تھوڑے تھوڑے آپ کو بتلاتے رہیں گے، اس ہفتہ یہ عمل کرکے دیکھو، اگلے ہفتہ انشاء اللہ دوسرا عمل بتلائیں گے، اس لئے آئندہ ہفتہ بتلانا کہ کس نے کتنا عمل کیا؟ اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنی ہے، دیکھو کوئی بھی انسان، کوئی بھی بشر گناہ سے خالی نہیں ہے، اور گناہ ایسے انداز سے ہوتے ہیں کہ پتہ تک نہیں چلتا، ہم تو اسے نیک اور اچھا کام سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک وہ برا ہوتا ہے ’’عَسٰی أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَعَسٰی أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ‘‘ کبھی تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے اور کبھی تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں اچھی نہیں ہوتی ’’وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ‘‘ (۱) اور اللہ ہی جانتا ہے اور آپ لوگ نہیں جانتے۔

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۶۔

اللہ کا جو جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی آزمایا جاتا ہے

اور جو جس درجہ کا آدمی ہوتا ہے، اللہ کا جو جتنا قریب ہوتا ہے، اس کا گناہ بھی اسی درجہ کا ہوتا ہے، جو قریب ہوتا ہے، اس کو ڈانٹ بھی زیادہ پڑتی ہے، اللہ کا جو جتنا قریب ہوتا ہے، اس کی پکڑ بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہو گیا، کسی بزرگ کے خواب میں آئے پوچھا کہ بھائی کیسی گزری ہے، انہوں نے بتلایا کہ اللہ نے ایک بات پر پکڑ لیا تھا کہ اے ہمارے بندے! ہم نے تیری نمازیں بھی پھینک دیں، تیری سب عبادتیں رد کر دی، سب کچھ پھینک دیا، اس لئے کہ تو نے شرک کیا تھا، پوچھا کہ یا اللہ! وہ کیا، جواب ملا کہ ایک رات تو نے دودھ پیا تھا اور تیرے پیٹ میں درد ہوا، تو نے کہا تھا کہ یہ دودھ پینے کی وجہ سے پیٹ میں درد ہو گیا، درد کرنے والے تو ہم ہیں، تو نے ہمارے ساتھ شرک کیا، لہٰذا جہنم میں ڈال دو اس کو، ہمیں تیری نمازوں کی ضرورت نہیں، لیکن اللہ نے پھر بھی رحم فرمایا، کرم فرمایا کہ مجھے بخش دیا۔

ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ تو بخشنے کیلئے تیار ہے اور وہ بہانے تلاش کرتا ہے:

''رحمت خداوندی بہانہ می جوید''

اگر چہ یہ بات بری نہیں ہے، ان چیزوں کی تاثیر کا اثر پڑتا ہے، ڈاکٹر لوگ پرہیز بتاتے ہیں، کہ فلاں سبزی نہیں کھانا، مثلاً ساگ نہیں کھانا، آلو نہیں کھانا، دال نہیں کھانا ہے، ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے، جیسے آگ کے اندر جلانے کی صلاحیت، ایسے ہی دودھ کے اندر طاقت پہنچانے کی صلاحیت، ہوا کے اندر اڑانے کی صلاحیت، بہر حال ہر چیز کے اندر صلاحیت ہے، مگر یہ سب اللہ کے حکم سے ہے، یہ تو چونکہ جو جتنا بڑا ہوتا ہے، اس کی اتنی ہی بڑی پکڑ ہوتی

ہے، وہ چونکہ بزرگ بھی تو بہت بڑے تھے، اس لئے ان کی پکڑ ہو گئی اس بات پر، ورنہ ہم تو دن رات شرک کرتے ہیں، کفر کرتے ہیں، ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلتا، اللہ ہمیں معاف کرے، اللہ ہماری توبہ کو قبول فرمائے اور اللہ ہمیں موت کے بعد کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں حسن خاتمے کی دولت سے نوازے۔

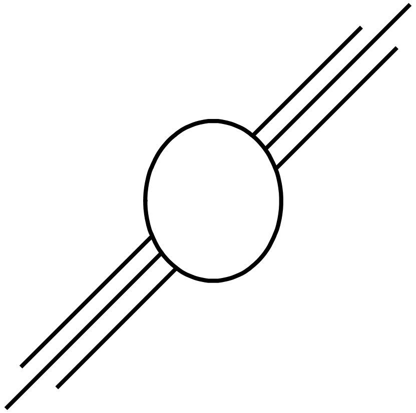

کون سا انسان افضل ہے؟

یہ بیان ۱۱ر فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ
مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے
ایک مجمع میں ہوا۔

کون سا انسان افضل ہے؟

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں

اس وقت دنیا کے اندر بہت سارے انسان ہیں، اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق ہے، کالے گورے انسان، پڑھے لکھے، ان پڑھ، تاجر، کاشتکار، انجینئر، پروفیسر اور مختلف طبقات کے لوگ ہیں، چھوٹے بڑے، امیر بھی ہیں غریب بھی، مالدار بھی ہیں تو مزدور بھی، گویا کہ پورا ایک سلسلہ ہے، مختلف نوعیت کے اور مختلف طبقات کے افراد اس دنیا کے اندر موجود ہیں، اہل ایمان بھی ہیں اور غیر ایمان والے بھی، مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمن کے لئے انعامات رکھے ہیں، اور جو غیر ایمان والے ہیں ان کے لئے سزائیں اور وعیدیں رکھیں ہیں۔

اچھے انسان کے پرکھنے کی کسوٹی

یہاں دنیا کے اندر اہل ایمان اور مسلمان ہی اللہ کو ماننے والے ہیں، ہمیں معلوم نہیں اللہ کے یہاں کس کا کیا مقام ہے، کون کس درجہ پر فائز ہے، کون کس نوعیت کا انسان ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک معیار عطا فرمایا ہے، ایک تھرمامیٹر (Thermometer) ہم کو عطا فرمایا، ایک مقیاس ہم کو دیا، جس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سا انسان افضل ہے، سب کو اس کی تلاش ہے کہ پتہ چل جائے کون سا انسان اچھا ہے، ورنہ خود تو ہر انسان دعویٰ کرتا ہے کہ میں سب سے اچھا ہوں، باقی سب غلط ہیں، میں ایماندار سارے بے ایمان، میں اچھا مخلص اور صحیح ہوں باقی سب فراڈی، سارے غلط، سارے چور، جو جس

نوعیت کی سوچ رکھتا ہے، اس کو سارے انسان ایسے ہی نظر آتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن عمر اس کو روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ”اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ، قَالَ: ”کُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ، صَدُوْقُ اللِّسَانِ“ کہ اے اللہ کے رسول! کون سا انسان سب سے اچھا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہر مخموم دل والا اور سچی زبان والا، جس انسان کے اندر یہ دو صفت ہوں وہ افضل ہے۔

مخموم القلب کی پانچ قسمیں ہیں

مخموم القلب کون ہے؟ سچی زبان والا کون ہے؟، سچی گفتگو کرنے والا کون ہے؟، جس کی زبان سے جھوٹ نہیں نکلتا، سچ کے علاوہ اس کی زبان سے کبھی کچھ نکلتا ہی نہیں، لیکن مخموم القلب، جس کا دل صاف ستھرا ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”صدوق اللسان“ زبان کی سچائی تو معلوم ہوتی ہے، لیکن مخموم القلب کیا ہے، مخموم القلب کس کو کہتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صفات بیان کیں کہ مخموم القلب کون ہوتا ہے، فرمایا: ”هُوَ النَّقِيُّ التَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا غِلَّ وَلَا بَغْيَ وَلَا حَسَدَ“(۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخموم القلب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دل کے اندر صفائی ہو، جو نقی ہو، صاف ستھرا ہو، اس کے دل کے اندر کسی قسم کی آلائش نہ ہو، شرک نہ ہو، بغض نہ ہو، عداوت نہ ہو، کینہ نہ ہو، کپٹ نہ ہو، دوسروں سے جلن اور حسد نہ ہو، اور تقی وہ پرہیزگار بھی ہو، وہ دل اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ کا خوف اس کے دل کے اندر طاری رہتا ہو، وہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اللہ کے خوف کو دل میں لے آتا ہو، کہ آیا اللہ اس عمل سے راضی ہے، یا اس عمل سے ناراض ہے، یہ عمل کرنے سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی یا اللہ کی ناراضی حاصل ہوگی۔

(۱) رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان ۵۲۲۱

دنیا کے جھمیلوں میں رہے مگر دل خراب نہ ہو

دل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو، کوئی جرم اس سے سرزد ہی نہ ہوتا ہو، چاہے وہ اجتماعی زندگی میں رہتا ہو، یا انفرادی زندگی میں، گھر کے اندر تنہا رہتا ہو، یا بازار میں لوگوں کے ساتھ، معاشرہ کے اندر لوگوں کے ساتھ وہ خرید وفروخت کرتا ہو، ان کے ساتھ آپس میں بیٹھتا ہو، غرض یہ کہ اس کی معاشرت کا اس کی معیشت کا، اس کے رہن کا، اس کے سہن کا، اس کے لین کا، اس کے دین کا، اس کی تجارت کا، اس کی زراعت کا، اور اس کی ہم نشینی کا اور اس کے چلنے پھرنے کا کوئی بھی عمل ایسا نہ ہو جو گناہ والا ہو، جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو اور جس سے اللہ کی ناراضگی کا سبب بننے والا کوئی بھی عمل سرزد نہ ہو، ایسا کوئی بھی گناہ اس سے سرزد نہ ہوتا ہو ”لا اثم علیہ“ اور کوئی گناہ اس پر نہ ہو، کوئی گناہ اس سے سرزد نہ ہوتا ہو، ”ولا غل“ اس کے دل کے اندر کسی کی طرف سے کوئی بغض نہ ہو، کسی کی طرف سے کوئی عداوت نہ ہو، کسی کی طرف سے اس کے دل کے اندر کوئی میل کچیل نہ ہو، صاف ستھرا دل ہو، اس کا دل قابو میں رہے، حریص نہ ہو، دنیا کی محبت سے سرشار ہو کر بے قابو نہ ہو جائے، خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کر جائے ”ولا بغی“ اس کا دل کسی طرح کے ظلم میں مبتلا نہ ہو، نہ شرک میں نہ ریاکاری میں اور نہ دکھاوا اس کی زندگی میں ہو، نہ نیت کا کھوٹ اس کے دل میں ہو، غرضیکہ یہ ساری چیزیں ظلم میں شمار ہوتی ہیں، تو اس کا دل ان تمام بیماریوں سے پاک ہو۔

کسی کو دیکھ کر حسد نہ کرے

”ولا حسد“ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فیصلے کر رکھے ہیں، جس کو جو نعمتیں دے رکھی ہیں، کسی کی نعمتوں کو دیکھ کر وہ جلتا نہ ہو، اور اللہ نے جس کو دینے کا جو فیصلہ کیا ہے، اللہ کے اس فیصلہ

سے وہ ناراض نہ ہو اور اللہ کے اس فیصلہ پر وہ انگلی اٹھانے والا نہ ہو، یہ پانچ صفتیں ہیں مخموم القلب کی، کہ نقی ہو، صاف ستھرا ہو، تقی ہو، پرہیزگار ہو، لا اثم علیہ کوئی گناہ اس پر نہ ہو ’’ولا غل‘‘ اس کے دل کے اندر کسی کی طرف سے کوئی کینہ کپٹ نہ ہو ’’ولا بغی‘‘ ہر طرح کے ظلم سے دل پاک ہو ’’ولا حسد‘‘ اور اللہ کے فیصلوں پر وہ راضی ہو، یہ پانچ چیزیں اگر اس کے اندر ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دنیا کا افضل ترین انسان ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تھرمامیٹر ہم کو عطا فرمادیا، بس اس مقیاس کے ذریعہ سے، اس تھرمامیٹر کے ذریعہ سے اس پیمانہ سے انسانیت کے تمام لوگوں کو ہم ناپ لیں گے، اگر اس پر پورا پورا کھرا اترتا ہے، تب تو سمجھو کہ وہ انسان بہترین، وہ انسان افضل ہے، وہ انسان اعلیٰ اخلاق و کردار کا حامل انسان ہے، اللہ کے یہاں وہ محبوب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں وہ محبوب ہے، اور اگر ان پانچ صفات میں سے کوئی صفت اس کے اندر نہیں ہے تو اس کے مخلص ہونے کا دعوی اس کے اعلی کردار کا حامل ہونے کا دعوی جھوٹا ہے، وہ سچا مخلص اور صحیح انسان نہیں ہے۔

ایسے انسان خال خال نظر آتے ہیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معیار متعین کر دیا ہے، اب اس معیار کے بعد ہم جب بھی تلاش کریں گے کہ اس انسان کے اندر یہ صفات ہیں، یہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو لفظوں کے اندر تعبیر فرمایا کہ وہ انسان مخموم القلب اور صدوق اللسان ہو، سچی زبان والا ہو، اور سچے دل والا ہو، مخموم القلب کی یہ تشریح کی ہے کہ پانچ صفات اس کے اندر ہوں، اللہ کے یہاں محبوب اور مقبول ہے اور اہل دنیا کے یہاں بھی اس کا مقام ہے، اور اس کی عزت ہے، جب ہم اپنے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں، ہم انسانوں کو دیکھتے ہیں اور اپنی جستجو والی اور تلاش والی نگاہوں سے دیکھنا چاہتے ہیں تو ان تمام صفات کے حامل انسان ہم کو خال خال ہی نظر آتے ہیں، دعوی ہم سب کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ ایمان دار کوئی نہیں، ہم سے زیادہ مخلص

انسان کوئی نہیں، ہم سے زیادہ اچھا پرہیزگار کوئی نہیں، میں اپنے معاشرہ میں اپنے خاندان میں اپنے قبیلہ میں، اپنی بستی میں، اپنے محلّہ میں اور اپنے ادارہ میں اپنی سوسائٹی میں، اپنی انجمن میں سب سے اچھا انسان ہوں، سب میری تعریف کرتے ہیں، ہم اپنی زبان سے خود تو اقرار کرتے ہیں، لیکن جب ہمارے عمل کو دیکھا جاوے تو یہ پانچ صفات پوری نہیں پائی جاتیں، اگر یہ پانچ صفات پائی جاویں تو ہمیں کسی دعوے کی ضرورت نہیں، خود لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ انسان سچا، دوسرے لوگ خود کہیں گے کہ دیکھو یہ انسان اچھا ہے صحیح ہے، یہ انسان افضل ہے: ع

مشک آنست کہ خود ببوید، نہ کہ عطار بگوید

اللہ نے اچھوں کیلئے ایک سرٹیفکیٹ بنایا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ’’یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْآ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا‘‘ (۱) کہ اے مومنو! اگر تم نے اللہ سے حیا کی، اللہ کا لحاظ کیا، اللہ سے ڈرے زندگی کے ہر گوشہ میں تو اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان بنادے گا، فرقان کہتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کردے، کہ لوگ اس کی طرف اشارہ کریں گے، کہ بھائی انسان ہو تو ایسا ہو، مسلمان ہو تو ایسا ہو، آدمی ہو تو بھائی ایسا ہو جیسا یہ ہے، تو فرقان اللہ کا لحاظ کرنے سے بنتا ہے، جیسا کہ حدیث کی تشریح میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’النقی و التقی‘‘ دوسرا لفظ تقی کا ہے کہ وہ اللہ کا لحاظ کرنیوالا ہو، اللہ سے ڈرنے والا ہو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرنے والا ہو، تو اس لئے میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے، کہ ہمیں اپنی زندگی میں پرہیزگاری بھی لانی ہے، اپنی زندگی کے اندر صفائی بھی لانی ہے، اور اپنی زندگی کے اندر گناہوں سے بھی بچنا ہے اور اپنی زندگی کے اندر کینہ سے کپٹ سے، دل کی برائیوں سے بھی بچنا ہے اور حسد سے بھی بچنا ہے، اللہ نے جس کو جو نعمتیں دے رکھی ہیں، ان پر ہم کو راضی رہنا ہے کہ اللہ

(۱) سورۂ انفعال آیت ۲۹

ہی قاسم ہے، اللہ ہی تقسیم کرنے والا ہے، اور ہم لوگ لینے والے ہیں، جب یہ باتیں ہمارے دل کے اندر ہو جائیں گی اور ہماری زبان سے سچ کے علاوہ کچھ نکلے ہی گا نہیں، جو بھی نکلے گا وہ سچ ہی نکلے گا۔

ہمارے اوپر دو نگراں ہیں

اگر ہم سچ بولیں گے تو اللہ تبارک وتعالی کے یہاں ہم سچے لکھے جائیں گے، اور پھر سچا مقام اللہ تعالی ہم کو عطا فرمائیں گے، اس لئے کہ "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (۱) جب بھی اس کائنات کے اندر کوئی بھی انسان ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالے گا، تو اس کے کاندھوں پر، اس کے شانوں پر بیٹھنے والے فرشتے فوراً اس کو ریکارڈ کرلیں گے، اور اپنے رجسٹر میں محفوظ کرلیں گے، بیٹھے ہیں لکھنے والے اور نگرانی کررہے ہیں، اب ہمیں اپنی زبان سے صحیح صحیح بولنا ہے، ایسے الفاظ نہیں بولنے ہیں، کہ جن سے ہمارے رجسٹر میں غلط ریکارڈ ہوجائے اور پھر کل قیامت کے دن ہماری شرمندگی کا باعث ہو، اس لئے سوچ کر بولنا، سمجھ کر بولنا، مذاق میں بھی کسی کو ایسا لفظ نہیں بولنا کہ وہ ہمارے رجسٹر کو گندا کردے، ہمارے رجسٹر میں لال یا کالا نشان لگے، صحیح صحیح بولیں، مذاق میں بھی بولیں تو صحیح بولیں، سنجیدہ حالات میں بولیں تو صحیح بولیں، اللہ تبارک تعالی ہمیں زبان کی سچائی عطا فرمائے اور اللہ تبارک وتعالی ہمیں دل کے اندر مخمومیت عطا فرمائے، ہمارے دل کے اندر پاکیزگی پیدا فرمائے، اور ایسا دل ہمیں عطا فرمائے جس سے کوئی گناہ نہ ہو کسی قسم کا غل نہ ہو، کسی قسم کا حسد نہ ہو، کسی قسم کا بغض اور عداوت نہ ہو، اللہ تعالی ہم سب کو قلب سلیم عطا فرمائے۔ آمین

سورۂ ق آیت ۱۸

علم دین کے سیکھنے کی اہمیت

یہ بیان ۹ر فروری ۲۰۱۱ء بدھ کے روز مغرب کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا تھا۔

علم دین کے سیکھنے کی اہمیت

عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے؟

دوستو! ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنے کے سلیقے بتلائے ہیں، لیکن اگر ان علمی چشموں سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہو، اس کیلئے ہدایت فرمائی ہے کہ کیسے معلوم کرنا ہے، کیسے سیکھنا ہے، قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: ”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ (۱) کہ اے محمد! ان سے کہہ دیجئے کہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، کیا وہ برابر ہوسکتے ہیں؟ برابر نہیں ہوسکتے، ایک آدمی کسی بات کو جانتا ہے اور ایک آدمی نہیں جانتا، دونوں میں فرق ہے، جاننے والا جس راستہ کو چلتا ہے تو وہ جلدی سے پہنچ جائے گا، اور جس کو پتہ نہیں ہے وہ بھٹکتا رہے گا، یا پوچھ تاچھ کرکے بہت دیر میں پہنچے گا، تو چونکہ ہم سبھوں کو اللہ کی طرف ایک راستہ طے کرنا ہے، جو جنت کا راستہ ہے، آخرت کا راستہ ہے، اگر اس کے سلسلہ میں ہمیں معلومات ہوگی، علم ہوگا، تو صحیح راستہ ہم طے کرلیں گے، اور جلدی سے ہم منزل پر پہنچ جائیں گے اور پہنچنا آسان بھی ہوگا، راستہ میں دقتیں کم ہوں گی، تکلیفیں کم ہوں گی، معلوم ہوگا کہاں سے گزرنا، کیسے گزرنا ہے، اگر معلوم نہیں ہوگا، تو وقت گزرتا جائے گا، ٹائم ضائع بھی ہوجائے گا، اور ہم منزل تک صحیح پہنچ بھی نہیں پائیں گے، اگر پہنچیں گے تو دیر میں پہنچیں گے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم راستہ معلوم کریں۔

(۱) سورۂ زمر آیت ۹

کسی کام کو کرنے کیلئے اس کا سیکھنا ضروری ہے

سیکھنے کا کیا طریقہ ہے؟ یا تو آدمی مدرسہ میں داخل ہوجائے، اگر وہ بچہ ہے، یا کسی قاری صاحب، حافظ صاحب، مولوی صاحب کے پاس جائے اور ان کی مجلس میں بیٹھے، ان کی صحبت میں رہے، یا اگر وہ بڑا ہوگیا تو تبلیغی جماعت میں جاکر سیکھ لے، سیکھنے کے یہی راستے ہیں، یا تو بچپن میں سیکھ لے یا آدمی جماعت میں جاکے سیکھ لے، یا پھر علماء کی یا جاننے والوں کی صحبت میں چلا جائے، جب وہ سیکھ لے گا تو اس کو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ معلوم ہوجائے گا، زندگی گزارنے کے آداب معلوم ہوجائیں گے، اس کو معلوم ہوجائے گا کہ کیسے معاشرہ میں رہنا ہے، اور کس طریقہ سے زندگی گزارنی ہے، سوسائٹی میں کیا آداب، کیا اخلاق، کیا کردار اختیار کرنا ہے، وہ اس کو معلوم ہوجائے گا، اسی طریقہ سے زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں، ان کی جانکاری ضروری ہے، کھیتی کرنے کے اصول معلوم ہیں تو صحیح اصول سے کھیتی کرے گا، اگر ٹھیکے داری کرنا چاہتا ہے تو ٹھیکے داری کے گُر اگر اس کو معلوم ہوں گے تو اچھی کامیاب ٹھکیداری کرپائے گا، اچھی بزنس یا تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کے اصول جاننے پڑیں گے، تبھی وہ صحیح سے بزنس اور تجارت کرپائے گا۔

ہر چیز کا ایک اصول ہوتا ہے

زندگی کے جتنے بھی شعبے اور کام ہیں، اگر وہ ان سے صحیح واقف ہوگا تو صحیح کرپائے گا، اور اگر واقف نہیں ہوگا تو کہیں بھی مار کھائے گا، اس لئے جاننا ضروری ہوا، اگر نہیں جانے گا تو بھٹکے گا اور نقصان ہوگا، تو ہماری زندگی کی چونکہ ایک ڈگر ہے، ہماری زندگی کی ایک راہ ہے، متعین راہ ہے اور وہ آخرت کی راہ ہے، اگر ہم اس راہ کے اصول سے واقف ہونگے، تو ہمارے لئے منزل تک پہنچنا آسان ہوجائے گا، اور ہم بہت جلد اس راستہ پر پہنچ جائیں

گے،جس سے ہم اللہ کا تقرب حاصل کرلیں گے،بعض مرتبہ آدمی نہ جاننے کی وجہ سے عمل تو کرنے کی کوشش کرتا ہے؛لیکن غلط کردیتا ہے،وقت بھی لگتا ہے لیکن کام خراب ہوجاتا ہے، ایسے ہی دنیا کی کسی بھی چیز میں ، نہ جاننے والا ہو،کسی مشینری کا مکینک نہیں اور اس کو کھولنا شروع کردے تو پرزے کھوئے جائیں گے اور بگڑ جائیں گے،اسی طرح اگر کسی چیز کا میکینک نہیں ہے اور اس کی کھول بھیڑ شروع کی،تو کہیں کا پرزا کہیں لگ جائے گا یا سیٹ ہی نہیں ہوگا اور وہ خراب ہوجائیگی،اپنی اصلی حالت بھی کھودے گی۔

دین پر عمل کے لئے کچھ سیکھنا پڑے گا

اسی طریقہ سے زندگی کے ہماری جو شعبے ہیں ،چاہے عبادات سے متعلق ہوں، چاہے اخلاقیات سے متعلق ہوں یا معاشرت اور معیشت کے جتنے بھی شعبے ہیں،اگر ان کے اصول ہم کو معلوم نہیں ہوں گے،تو وہ صحیح نہیں ہوں گے،نماز کے ہمیں صحیح اصول اگر معلوم نہیں،وضو کا صحیح طریقہ ہم کو معلوم نہیں تو ہماری نماز اور وضو صحیح نہیں ہوگی، یا اگر نماز کے فرائض ،نماز کی سنتیں اور نماز کے واجبات معلوم نہیں ہوں گے تو ہمارا پانچوں وقت نماز پڑھنا بیکار رہے گا، یا اگر غسل کے فرائض معلوم نہیں اور ہم نہا بھی رہے ہیں تو وہ نہانا بھی بیکار رہے گا،جب نہانا صحیح نہیں ہوگا، تو کوئی عبادت بھی صحیح نہیں ہوگی، معلوم یہ ہوا کہ ہر چیز کا جاننا ضروری ہے، تو جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے آپ لوگ یہاں حاضر ہوں، اللہ تعالی ایک ایک مسئلہ بھی ذہن میں ڈالے گا،تو آدمی کے پاس بہت سے مسائل ہوجائیں گے، بہت ساری چیزیں سیکھنے کی ہوجائیں گی،اس لئے کہ زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کی جتنی بھی چیزیں ہیں بے شمار ہیں ، اور لامحدود ہیں،اس کے لئے وقت چاہئے،تو تھوڑا تھوڑا کرکے اگر حاصل کرنے کی کوشش کریں گے،تو انشاء اللہ آتا چلا جائے گا اور سال بھر میں ۵۲/ہفتے ہوتے ہیں، تو ۵۲/مسئلے یا ۵۲/موضوعات آپ کے پاس ہوجائیں گے۔

اللہ سے قریب ہونے کیلئے علم کا سیکھنا ضروری ہے

اسی لئے اللہ تعالی نے خود قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ برابر نہیں ہوسکتے ،تو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟ اس راستہ کو کیسے جاننا ہے،علم کو کیسے سیکھنا ہے، تو اس کے جاننے اور سیکھنے کے لئے اس مجلس میں آپ لوگ تشریف لاتے رہیں، تو آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کیسے ہمارے بزرگوں نے اور بڑوں نے محنتیں کی ہیں، پھر کیسے ان کو علم ملا ہے،اور جب ان کو علم مل گیا تو وہ اللہ تک کیسے پہنچ گئے ،اللہ کی قربت کیسے حاصل ہوگئی،اس لئے بہت ضروری ہے کہ آپ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ علم کو جاننے کی کیا اہمیت ہے،سیکھنے کی کیا اہمیت ہے، سیکھنے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے،ہم بچوں کو شروع ہی سے سکھاتے ہیں، تو سیکھنے کے سلسلہ میں ہمارے علماء نے ، اکابر نے بہت تکلیفیں اٹھائیں، بہرحال علم سیکھو چاہے چین جانا پڑے، یا کہیں کا بھی سفر کرنا پڑے:"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ"۔

علم دین بھی سیکھو اور دنیا بھی کماؤ

علم دین کے متعلق صحابہ نے بہت مشقتیں برداشت کیں، ایک ایک بات کو سیکھنے کیلئے بہت محنتیں اور جدوجہد کیں، اگر گھر کے اندر دو آدمی تھے تو باری متعین کرلیا کرتے تھے، کہ بھائی میں مزدوری کرلیتا ہوں اور تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا اور جو باتیں وہاں مجلس میں ہوں تو وہ مجھ کو بتلا دینا اور مزدوری کرکے جو میں کماؤں گا اس کا آدھا آپ کو بھی دوں گا، دونوں کا کام ہوجائے گا، پھر اگلے دن تم کام پر جانا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاؤں گا، تو ایسے باری متعین کرلیا کرتے تھے، تاکہ گھر کا کام بھی ٹھپ نہ ہو اور سیکھنا بھی مل جائے، علم بھی آجائے، کرنا تو ایسے ہی پڑتا ہے، ایسا ہو نہیں سکتا کہ پوری عمر کاروبار ہی میں لگا رہے، اگر کاروبار ہی میں لگا رہے تو پھر دین نہیں سیکھ سکتا، یا اگر دین ہی میں

لگا رہے تو پھر روزی روٹی کہاں سے آئے گی، تو اللہ نے توازن برقرار رکھنے کے لئے کہا ہے کہ دنیا بھی رکھو اور دین بھی رکھو، دونوں پلڑوں کو برابر لیکر چلنا چاہئے، دنیا تو دارالاسباب اور دارالامتحان ہے، اگر کسی ایک پلڑے پر ہم وزن رکھ دیں تو وہ بھاری ہو جائے گا، ایسا نہیں، توازن برقرار رکھو، ہمیں دنیا دی گئی ہے تو دنیا کو برتنا بھی ہے، اور آخرت کیلئے چونکہ ہم ہیں، اس لئے آخرت کے توازن کو بھی برقرار رکھنا ہے، تاکہ ہمارے دونوں ہاتھوں میں لڈو رہیں، دنیا میں لگ کر دین سے محروم نہ ہو جاویں اور خالص دین میں لگ کر دنیا سے محروم نہ ہو جاویں، حالانکہ خالص دین میں لگ کر کوئی محروم نہیں ہوا ہے؛ لیکن چونکہ ہماری عقل اسی حساب سے سوچتی ہے، سودے بازی کے حساب سے سوچتی ہے، اور یہ سوچتی ہے کہ بھائی کچھ جگاڑ بھی چلنا چاہئے، ورنہ کہیں نہیں سنا ہوگا آپ نے کہ بھائی وہ اللہ کے راستہ میں لگا اور بھوکا مر گیا، سنا ہے کبھی کسی نے؟ کہ جی وہ اللہ کے راستہ میں لگ گیا تھا اور وہ بھوکا سڑ کر مر گیا؟ ہاں یہ ضرور سنا ہوگا کہ وہ آدمی کچھ کرتا نہیں تھا، لہٰذا وہ بھوکا مر گیا، دونوں چیزوں کی دعا کرنی چاہئے، ہمیں قرآن کریم نے بھی یہی تعلیم دی ہے: "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (۱) کہ اے ہمارے پروردگار ہماری دنیا بھی اچھی کر دے اور آخرت بھی اچھی کر دے اور جہنم کی آگ سے ہماری حفاظت فرما۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں چیزوں کو رکھو، دین بھی برقرار رہے، اور دنیا بھی برقرار رہے: "لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ" اسلام میں رہبانیت نہیں، اس دین کو حاصل کرنے میں ہمارے اکابرین نے، ہمارے بزرگوں نے بہت محنتیں کی ہیں، امام ابو یوسفؒ بہت بڑے امام گزرے ہیں، انہوں نے دین کے سیکھنے میں بہت محنتیں کی ہیں، شروع میں تو ان کی والدہ نے

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

دھوبی کی دکان پر بھیجا تھا کہ کچھ کام کرے؛ لیکن راستہ میں ان کو امام ابو حنیفہ جو بڑے عالم ہیں، جو ہمارے امام ہیں، ان سے وہ مل جاتے ہیں، امام ابو حنیفہ ان کو علم سکھاتے ہیں، اب وہ گھر جاتے ہیں، تو ایک روز ان کی ماں نے آکر شکایت کی، چونکہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا کہ جی میں نے تو اپنے بچہ کو بھیجا تھا کمانے کیلئے اور آپ اس کو کتابیں پڑھانے لگے، اس سے کیا ہوگا۔

آپ کا بچہ پستہ کا فالودہ کھائے گا

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ علم جو میں اس کو سکھلا رہا ہوں، اس علم کی برکت سے یہ پستے کا فالودہ کھائے گا، اس زمانہ میں امام صاحب نے یہ بات فرمائی، اب تو ترقی کا زمانہ ہے، آج بھی فالودہ ہر جگہ دستیاب نہیں، مگر امام ابو یوسف کو اس زمانہ میں کہا گیا کہ پستے کا فالودہ کھائے گا، فالودہ ایک اچھی غذا ہے، آپ نے کھایا ہوگا، بازاروں میں ملتا ہے، اچھی چیز سمجھا جاتا ہے، اور مہمان نوازی کے لئے پرلطف ہوتا ہے، اور جب پستہ ڈال دیا جائے اس میں تو پھر کیا ہی کہنا، بہت ہی اچھا ہو جاتا ہے، آج کل تو فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے، تو کہا کہ یہ تو پستے کا فالودہ کھائے گا، چنانچہ امام ابو یوسف قاضی بنے، اور بہت بڑا ان کو مقام ملا، ہارون رشید جو خلیفہ تھا، بادشاہ تھا اس نے ان کو بلایا اور ان کو اعزاز دیا، اور ان کے سامنے پستہ کا فالودہ پیش کیا اور کہا کہ یہ میں اپنے لئے بنواتا ہوں؛ مگر میرے لئے کبھی کبھی بنتا ہے، لیکن یہ آپ کے لئے روزانہ بنوایا کروں گا، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ کہا کہ فالودہ ہے، تو امام ابو یوسف کو یاد آگیا کہ "اوفو" یہ تو میری والدہ کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا تھا کہ یہ تو پستے کا فالودہ کھایا کرے گا۔

علم دین سے دین و دنیا دونوں بنتی ہیں

بتلانا یہ ہے کہ جب علم دین حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی دیتا ہے، دنیا کے پیچھے صرف دنیا ہی دنیا ملتی ہے، جیسا کہ میں نے ابھی بتلایا ہے کہ آپ نے

کہیں یہ نہیں سنا ہوگا کہ وہ آدمی دین میں لگا ہوا بھوکا مر گیا، یہ ضرور سنا ہوگا کہ وہ آدمی دنیا کے پیچھے بھاگتا بھاگتا مر گیا، تو دین میں لگنے سے آدمی کو اللہ تبارک وتعالی دنیا سے بھی نوازتا ہے، اور آخرت میں کیا ملے گا، یہ تو آنکھ بند ہونے کے بعد ہی پتہ چلے گا، ابھی تو ہم تقریروں میں سن سکتے ہیں، حدیثوں میں پڑھ سکتے ہیں، لیکن جب یہ آنکھیں مرنے کے بعد دیکھیں گی، اس کا تصور نہیں کر سکتے، کتنی اللہ تبارک تعالی کی نعمتیں اس وقت ملیں گی، دوسری چند مثالیں ایسی ہی دوں گا۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ گزرے ہیں، محقق حضرت سالم، وہ پہلے غلام تھے، تین سو روپے میں بکے تھے، پہلے زمانہ میں غلام ہوتے تھے، باندیاں ہوتیں تھیں، تو ان کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، تو ایک حضرت سالم ہیں، وہ تین سو درہم میں بکے تھے، ان کو خریدا گیا تھا، انہوں نے غلامی کی حالت میں علم حاصل کیا، قرآن وحدیث کو سیکھا، پھر ان کی یہ شان بنی کہ اس زمانہ کا جو بادشاہ تھا وہ ان سے ملنے کے لئے آتا تھا، اور ان سے ملنے کے لئے وقت لینا پڑتا تھا، ایک مرتبہ بادشاہ حاضر ہوا، کنڈی کھٹکھٹائی؛ لیکن انہوں نے ملنے کا وقت نہیں دیا، کون تھا وہ؟ وہ غلام تھا، جس کو آج ہم نوکر بلکہ نوکر سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں، نوکر کو بھی کچھ اختیار ہوتے ہیں؛ لیکن غلام تو وہ ہوتا تھا کہ اس کو اپنے کام کا بھی اختیار نہیں ہوتا تھا، اس آدمی نے جب علم حاصل کیا، جب سیکھا تو پھر وہ کس مقام پر پہنچا کہ بادشاہ کو اس سے ملنے کے لئے انتظار کرنا پڑتا تھا، پھر اللہ تعالی اس مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالی کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے

ایک بات ضرور دھیان میں رہے کہ اللہ تعالی کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے، وہاں یہ

نہیں کہ فلاں کو علم ملے گا، فلاں سید زادے کو ملے گا، فلاں خاندان والے کو ملے گا، فلاں امیر زادے اور فلاں شیخ زادے کو ملے گا، نہیں اللہ کے یہاں یہ اجارہ داری نہیں ہے، جو بھی محنت کرے گا، جو بھی سیکھ لے گا، خود امام ابوحنیفہ جو ہمارے امام ہیں وہ تو کپڑا بیچتے تھے، کپڑے کا بزنس کرتے تھے، کپڑے کی تجارت کرتے تھے، لیکن جب علم سیکھا جب پڑھنے میں لگے تو پوری دنیا کے امام بنے، سب مانتے ہیں، تیرہ سو سال ہو گئے، ہم کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ کو ماننے والے ہیں، حالانکہ وہ تو بزنس مین تھے، کپڑا بیچتے تھے، تو یہ علم آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے، اس میں یہ نہ سوچنا چاہئے کہ میں تو ستر سال کا، پچاس سال کا، میری تو ڈاڑھی سفید ہوگئی، میں کس طرح سیکھ لونگا، ہم آپ کو مثال بتلا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کپڑا بیچتے تھے، بڑی عمر کے تھے؛ لیکن جب سیکھنے لگے تو اس مقام پر پہنچ گئے، تو اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے، جو بھی محنت کرے گا، وہی وقت کا مفکر، وقت کا امام، وقت کا علامہ سب کچھ بن جائے گا، دنیا بھی ملے گی اور دین بھی ملے گا، تو اللہ کے یہاں اس طرح کی کوئی اجارہ داری نہیں ہے، اللہ کے یہاں تو جو بھی خود محنت کرلے گا اور جو بھی جس طرح کی کوشش کرلے گا، اس کو اللہ تبارک وتعالی ایسے ہی نوازدیں گے اس لئے دوستو! سیکھنے کی کوشش کرو، علم دین سیکھنے والے کی کیا اہمیت ہے، آپ اندازہ لگائیے۔

طالبِ علم کی دعا کی برکت سے دل کی تمنا کا پورا ہونا

محمود غزنوی کا نام آپ نے سنا ہوگا، ایک بادشاہ تھا، اس کا والد سبکتگین تھا، وہ بھی بادشاہ تھا، تو محمود غزنوی جب بادشاہ ہوا، اس کے ذہن میں کچھ سوالات آئے، اس کے ذہن میں ایک تو سوال یہ آیا کہ میرا باپ سبکتگین تو بادشاہ بعد میں بنا تھا، پہلے تو وہ فوج کا کمانڈر تھا، اس کے بعد بادشاہ بنا، تو آخر معلوم نہیں کہ میں اسی کا لڑکا ہوں یا کسی اور کا، اصل میں آدمی جب بڑا ہوجاتا ہے، سمجھدار ہوجاتا ہے، تو خیال آجاتا ہے کہ معلوم نہیں میرا باپ صحیح بھی تھا یا نہیں،

یہ بات اس کے ذہن میں بھی آ گئی، دوسرے اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مجھے پتہ چلنا چاہئے کہ افضل انسان کون ہے، اور تیسری بات یہ ذہن میں آئی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہئے، ایک دن وہ رات میں گشت کر رہا تھا، بادشاہ تو تھا ہی، تو دیکھا کہ ایک محلّہ میں ایک طالب علم چراغ کی روشنی میں پڑھ رہا ہے، تو اس نے کہا کہ بھائی مطالعہ کرنا ہے، تو مسجد میں کر لیتا، طالب علم نے کہا کہ مسجد میں تو روشنی کے لئے چراغ نہیں ہے، اور اگر چراغ ہے بھی، تو اس میں تیل نہیں ہے، یہاں فلاں مکان کی روشنی باہر آ رہی تھی، اس لئے یہاں پڑھ رہا ہوں، تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا آج سے میں تیرے لئے روشنی کا انتظام کرتا ہوں تو اس میں پڑھ لیا کر، یہ کہہ کر چلا گیا اور اس کے لئے روشنی کا انتظام کر دیا، ادھر اس طالب علم نے یہ دعا کی کہ یا اللہ اس آدمی کی جو بھی دلی تمنائیں ہیں، وہ سب پوری کر دے، اب اس کے ذہن میں جو یہ تمنا تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہئے، وہ جیسے ہی گھر جا کر لیٹا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خواب میں آتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خواب میں فرماتے ہیں کہ اے سبکتگین کے بیٹے! پھر ان کو بتلایا کہ جو علم سیکھتے ہیں اور سکھلاتے ہیں اور جوان کی مدد کرتے ہیں وہ افضل ہیں، تینوں چیزیں مل گئیں، ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ سبکتگین کا بیٹا، اس سے وہ سمجھا کہ میرا نسب صحیح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا، اب تو میں اپنے باپ کا صحیح بیٹا ہوں، اور دوسرا بتلا دیا کہ بھائی افضل کون ہے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، تینوں تمنائیں اس طالب علم کی دعا کی برکت سے پوری ہو گئیں، جن کو ہم حقیر سمجھتے ہیں، اس طالب علم کی دعا کی برکت سے بادشاہ کے دل کی تمنا پوری ہو گئی۔

علم دین سیکھنے والے کی بہت اہمیت ہے

ہم چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو مکتب میں قرآن پڑھتے ہیں، کہتے ہیں اوادھر آ، ابے

اوادھر آ، گالی دے کر پکارتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم اللہ کے یہاں ان کا کیا مقام ہے، ان کے مقام کے بارے میں تو آپ کو بتلاتا ہوں، حضرت باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے شیخ ہیں، حضرت باقی باللہ بہت بڑے اللہ والے ہوئے ہیں، اتنے بڑے اللہ والے کہ تصور نہیں کیا جا سکتا، حضرت مجدد الف ثانی ان کے مرید تھے، یہ واقعہ اس لئے بتلا رہا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ طالب علم کی اہمیت کیا ہے، ایک مرتبہ ان کے مرید نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی کہ ہمارے شیخ ایسے ہیں، ہمارے حضرت ایسے ہیں، چونکہ جو جتنا بڑا ہو جاتا ہے اس کی پکڑ اسی حساب سے ہوتی ہے، تو انہوں نے اپنی تعریف سن لی، تو ان پر جو کیفیات تھی اور جو مقامات اللہ نے دے رکھے تھے، اللہ تعالی نے سب چھین لئے، کہ اچھا اپنی تعریف سنتا ہے، تعریف کرنے والے کو ٹوکنا چاہئے تھا کہ نہیں نہیں میں ایسا نہیں ہوں، اگر ہماری کوئی تعریف کرے تو ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ کہنا چاہئے کہ نہیں ایسی بات نہیں، میں تو بڑا نالائق ہوں، چھوٹا انسان ہوں، ایسی بات کہنی چاہئے، اگر سن لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تعریف سن کر خوش ہو رہے ہیں، اللہ اس پر پکڑ لیتا ہے، حدیث پاک میں بھی ہے کہ اگر کوئی کسی کے منہ پر تعریف کرے تو اس کے منہ پر مٹی پھینک دو، تو اتنے بڑے مقام پر ہونے کے بعد اللہ نے سب چیزیں چھین لیں، وہ خالی ہو گئے، انہوں نے کہا کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا، اللہ کی طرف متوجہ ہوئے، توبہ کی، پھر اللہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا کہ تم نے اپنی تعریف سنی ہے، ہم تم کو ساری چیزیں واپس دیدیں گے، مگر اس شرط پر کہ جو مکتب میں چھوٹے چھوٹے بچے پڑھ رہے ہیں ان سے جا کر دعا کراؤ، اب صبح ہی حضرت اٹھے اور نماز کے بعد جہاں مکتب میں بچے پڑھ رہے تھے وہاں پہنچے، بچے بھی کھڑے ہو گئے، اور ان کے استاد بھی کھڑے ہو گئے کہ حضرت آ گئے، وہ تو ان کے استقبال میں کھڑے ہوئے، تو حضرت نے کہا کہ بھائی کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مجھ کو تو خواب میں یہ حکم ملا ہے، آپ لوگوں سے دعا کرانے کے لئے، میں کچھ نہیں ہوں، آپ لوگوں کا مقام بڑا

ہے، مجھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں یہ حکم ملا ہے، چنانچہ ان سب چھوٹے چھوٹے بچوں نے دعا کی اور استاذ نے بھی، اللہ نے پھر اسی مقام پر لوٹا دیا۔

علم دین کا راستہ جنت کا راستہ ہے

عرض یہ کرنا ہے کہ یہ جو طلبہ پڑھتے ہیں، چھوٹے چھوٹے جن کا ناک بھی چل رہا ہے، پائجامہ بھی پھٹ رہا ہے، اللہ کے یہاں ان کا بڑا مقام ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو علم سیکھتا ہے: "مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقاً اِلَى الْجَنَّةِ" (۱) کہ جو علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں، اور ایک حدیث میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ جو علم حاصل کرتا ہے، چاہے وہ ساٹھ سال کا، ستر سال کا، اسی سال کا بوڑھا کیوں نہ ہو، چاہے وہ دس سال کا یا پانچ سال کا بچہ کیوں نہ ہو، جو بھی علم حاصل کرتا ہے اس کے لئے سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، اور جب وہ چلتا ہے تو آسمان کے فرشتے اپنے پر بچھا لیتے ہیں، کس لئے؟ علم کی وجہ سے، اگر آپ لوگ اس غرض سے یہاں پر آئے ہیں، تو انشاء اللہ خدا کی ذات سے امید ہے کہ فرشتوں نے آپ کے لئے بھی پر بچھائے ہوں گے، اور سمندر کی مچھلیاں جیسا کہ ان بچوں کے لئے جو قرآن کو سیکھنے کے لئے آتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں، اسی طریقہ سے آپ لوگوں کے لئے بھی آپ کے گھر سے یہاں تک فرشتوں نے پر بچھائے ہوں گے، اور سمندر کی مچھلیاں آپ لوگوں کے لئے بھی دعا کر رہی ہوں گی؛ کیونکہ آپ سیکھنے کے لئے آئے ہیں، اس راہ میں اگر آتے جاتے کسی کا ہم میں سے انتقال ہو جاتا ہے، تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا، کیونکہ علم دین کا راستہ جنت کا راستہ ہے، کتنا بڑا مقام ہے؟ کتنی بڑی فضیلت ہے؟ تو ہم لوگوں کو پتہ نہیں، ہم لوگوں کے

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۸۷۳

پاس بہت بڑا خزانہ ہے، ہماری چھوٹی چھوٹی باتیں اور ہمارے چھوٹے چھوٹے عمل بھی اتنے مہتم بالشان اور اتنے اہم ہیں کہ اگر معلوم ہو جائے تو ہمیں خوشی سے بستروں پر نیند بھی نہ آئے، لیکن ہمیں اپنا مقام، اپنا مرتبہ معلوم نہیں ہے، چونکہ ایمان کی دولت اللہ نے ہم کو دی ہے، اب ایمان کے ساتھ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ کے یہاں سمندر کے برابر اور پہاڑوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

علم دین سیکھنے والے نبی کے مہمان ہوتے ہیں

میرے دوستو! طالب علم کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا کیا فضیلت رکھی ہے اور کتنا بڑا مقام ہے، یہ علم سیکھنے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان بھی ہیں، حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالہ میں ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں، ان کا حال یہ تھا کہ ان کا دسترخوان مستقل جاری رہتا تھا، کوئی بھی آئے کھانا کھائے اور چلا جائے، سب آتے تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے، اور چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں آئے اور فرمایا کہ سائیں توکل شاہ تم نے کبھی ہماری دعوت نہیں کی، اللہ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو، یہ کئی دن تک چکر میں رہے، کہ کیا چکر ہے، دو، تین دن کے بعد پھر ان کو الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اوہو، چونکہ ساری مخلوق جو بھی آتی ہے، کھانا کھاتی ہے، لیکن مدرسہ کے بچوں کی، طلبہ کی دعوت نہیں کی، چنانچہ انہوں نے جو آس پاس میں مدرسے تھے، ان کے طلبہ کی دعوت کی، پھر ان کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اب تم نے ہماری دعوت کی، تو جس نے حضور کے مہمانوں کی دعوت کی ہے، گویا کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ہے، تو یہ مقام ہے ان لوگوں کا، کوئی بھی ہو، اس میں کوئی عمر کی قید نہیں ہے، یہ ذہن میں سے نکال دیں کہ سیکھنے والا یا طالب علم وہ ہی ہے جو دس پندرہ سال کا بچہ ہو، عمر کتنی بھی ہو جائے اس کی عمر سو سال کی ہے، اگر سیکھنے کی نیت ہے تو وہ طالب علم

ہے اور وہ ہی مقام ہے اس کا اللہ کے یہاں بھی اور اللہ کے رسول کے یہاں بھی، اس لئے ہمیں ایک تو نیت یہ بھی رکھنی ہے کہ ہمیں مرنے تک طالب علم ہی رہنا ہے، ہمیں یہ نیت رکھنی ہے کہ ہمیں مرنے تک سیکھنا ہی سیکھنا ہے، اب جب بھی ہماری موت آئے گی تو ہماری اس نیت پر آئے گی کہ ہم سیکھنے والے تھے۔

جب تک زندہ رہیں طالب علم بن کر رہیں

جو مقام اللہ تعالی سیکھنے والوں کو دے گا وہ ہی ہم کو بھی ملے گا، تو آج سے یہ نیت رکھو کہ جب تک بھی ہم جئیں گے، انشاء اللہ ہماری نیت بھی سیکھنا ہی ہے، طالب علم ہی رہنا ہے، سیکھنے والا ہی رہنا ہے، جب یہ نیت رہے گی تو انشاء اللہ ہم خسارہ میں نہیں رہیں گے، ہم اپنا کاروبار کریں، بزنس کریں، نیت چونکہ اللہ تعالی نے اپنے رجسٹر میں ہماری یہ لکھ لی، اللہ کے رجسٹر میں ہم سیکھنے والے ہو گئے، طالب علم ہو گئے، وہ کٹیں گے نہیں انشاء اللہ، نیت ہم نے کر لی، کام بھی کرتے رہیں اور جب بھی موقع ملے، جہاں بھی موقع ملے دین کی کچھ باتیں سیکھیں سن کر، پڑھ کر، دیکھ کر، جیسے بھی موقع ملے، تو انشاء اللہ اس علم کی برکت سے پھر ہماری دنیا بھی بن جائے گی اور دین بھی بن جائے گا؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نیت بھی درست ہونی ضروری ہے۔

نیت درست ہونی چاہئے

امام غزالیؒ بہت بڑے امام ہوئے ہیں، وہ جب بغداد کے مدرسہ میں پڑھتے تھے، تو بادشاہ کو معلوم ہوا، کسی نے اطلاع کی کہ مدرسہ ٹھیک نہیں چل رہا ہے، اور مدرسہ میں جتنے بھی پڑھنے والے ہیں ان کی نیتیں صحیح نہیں ہیں، تو اس نے سوچا کہ بھائی مدرسہ کو بند کر دیا جائے، لیکن پھر اس نے سوچا کہ پہلے میں خود جا کر جائزہ لے لوں، تو وہ ایک روز آیا، اور آ کر ایک کمرہ میں گیا، ایک طالب علم سے ملا، السلام علیکم کہا! اور سوال کیا کہ بھائی کس لئے پڑھتے ہو؟ اس نے

کہا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میرے والد ایک جگہ مفتی ہیں، میں ان کی جگہ پر اس عہدہ کو سنبھال لوں گا، دوسرے طالب علم سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے والد ایک جگہ قاضی ہیں، ان کی جگہ مجھے نوکری مل جائے گی اس لئے پڑھ رہا ہوں، اسی طرح دو تین سے اور پوچھا تو وہ بڑا مایوس ہوا، آخر میں جب مدرسہ سے نکلنے لگا تو دروازے پر ایک طالب علم بیٹھا ہوا تھا، سوچا کہ چلو اس سے بھی پوچھ لیا جائے، سب ہی ایسے ہیں، یہ مدرسہ تو بند کرنا ہی ہے، اس کے پاس آیا، کہا السلام علیکم اور پوچھا کہ بھائی کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ جی پڑھ رہا ہوں، پوچھا کس لئے پڑھ رہے ہو؟ طالب علم نے جواب دیا کہ اس لئے پڑھ رہا ہوں تا کہ اللہ کی رضا حاصل کروں، اللہ کو راضی کروں اور جو علم سیکھ رہا ہوں اس کو دوسروں تک پہنچاؤں، تو بادشاہ نے کہا کہ بس ٹھیک ہے، میرا مقصد حاصل ہو گیا، اور اس نے مدرسہ بند کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا، تو وہ کون بنے جو یہ بات کہہ رہے تھے، امام غزالی بنے، امت میں چودہ سو سالہ دور میں جو چند چوٹی کے لوگ ہوئے ہیں ان میں ایک امام غزالی بھی ہیں، ان چوٹی کے لوگوں میں یہ طالب علم بھی تھے، ہم نے یہ جو نیت کی ہے، اس سے اللہ کی رضا مقصود ہو، کہ ہم سیکھیں گے، اور اللہ کو راضی کریں گے، اللہ راضی ہو جائے، بس پھر انشاء اللہ ہماری کامیابی ہے، اس لئے کوشش یہی کرنی ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے، ہمارے علم کے سیکھنے میں، ہماری محنت کرنے میں، ہمارے سب کچھ کرنے میں یہی چیز مقصود ہونی چاہئے، اگر یہ چیز مقصود ہے تو انشاء اللہ خدا کی طرف سے برکت ہوگی اور خیر ہوگی، اور پھر ایسی مدد ہوگی، ایسی مدد ہوگی کہ نہ تو دنیا کی روزی روٹی میں ہمیں کوئی خسارہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں کوئی خسارہ ہوگا۔

مزدوری کر کے علم دین کو سیکھا

سفیان ثوریؒ ایک بہت بڑے محدث گزرے ہیں وہ جس وقت طالب علمی کے زمانہ میں

علم حاصل کر رہے تھے، ان کے دو اور ساتھی تھے، چونکہ پہلے زمانہ میں مدرسہ میں روٹیاں تو ملتی نہیں تھیں، مطبخ تو ہوتا نہیں تھا کہ مدرسہ کی طرف سے کھانا ملے گا، اپنا لیکر چلنا پڑتا تھا، استاد پڑھا دیا کرتے تھے، یہ تین ساتھی تھے، تو یہ اپنا ستو وغیرہ جو اس زمانہ میں لیکر گئے تھے، جب ان کی تعلیم کے تین دن باقی رہ گئے تو ان کا ستو اور کھانے کا جو سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا، اب سوچا کہ کیا کیا جائے، تو انہوں نے مشورہ کیا کہ دیکھو کل شام سے باری لگائی جائے، دو آدمی تو استاذ صاحب سے سبق پڑھیں گے، ایک آدمی مزدوری کر کے لے آئے گا، پھر شام کو کھانا کھالیں گے، اور جو ہم دونوں سیکھیں گے وہ اس کو سکھا دیں گے، دوسرے دن پھر ہم میں سے ایک چلا جائے گا، اور دو پڑھیں گے، وہ مزدوری کر کے لائے گا اور وہ دو اس کو سکھا دیں گے، تیسرے دن تیسرا چلا جائے گا مزدوری پر اور پھر جو ہم سیکھیں گے وہ اس کو سکھا دیں گے شام کو، پھر تین دن کے بعد ہمارا کورس ہماری تعلیم مکمل ہو جائے گی، پھر اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔

اللہ کے در کی مزدوری کی اجرت

صبح کو ایک طالب علم ان میں سے متعین ہوگیا، اس نے سوچا کہ کہاں جاؤں، کہاں مزدوری کروں، تو اس نے سوچا کہ مسجد میں جاؤں، اللہ کے سامنے نفلیں پڑھوں گا شام تک، تو اس نے صبح ہی سے نیت باندھی، شام تک خوب اللہ تعالی کی عبادت کی نفلیں پڑھیں، شام کو نفلیں پڑھ کر جب آیا تو ساتھیوں نے سوچا کہ بھائی لایا ہوگا کچھ دال روٹی، انہوں نے پوچھا کہ بھائی کچھ لائے ہو، کہ جی ہاں میں تو ایسے آدمی کی مزدوری کر کے آیا ہوں جس کی مزدوری ملنے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اچھا پھر تو ملے گی، انشاء اللہ تعالی، چلو ٹھیک ہے، اب وہاں کہاں کچھ ملنا تھا، آخر کار وہ لیٹ گئے ایسے ہی، وہ کہتا رہا کہ بھائی مزدوری تو میں ایسے کی کر کے آیا ہوں اور یہ بتایا نہیں کہ کس کی کر کے آیا ہوں، بس یہی کہتا رہا کہ جس کی

کر کے آیا ہوں وہ تو کسی کو ایسے ہی واپس نہیں کرتا اور کسی کا پیسہ نہیں مارتا، اب صبح کو دوسرا آدمی گیا، اس کے ذہن میں بھی یہی آیا کہ مسجد سے اچھی کوئی جگہ نہیں ہے، اس نے بھی شام تک نفلیں پڑھیں، شام کو واپس آیا تو پوچھا کہ بھائی تو کیا کر کے لایا کہ بھائی میں بھی ایسے کی مزدوری کر کے آیا ہوں، جس نے کسی کو ٹھکرایا ہی نہیں، بتایا ہی نہیں ایک دوسرے کو کہ میں کیا کر کے آیا ہوں، اب تیسرے دن تیسرا آدمی گیا، اس نے بھی یہی کیا، مسجد میں گیا اور شام تک نفلیں پڑھیں، اب تیسرے دن رات کو اس وقت کا جو بادشاہ تھا، اس کو خواب میں آیا کہ بہت بڑا بھیانک خطرناک جانور اژدہا کی شکل میں اس کے سامنے ہے، جو اس کو ڈسنے والا ہے، بادشاہ ڈر گیا، تو اس نے پوچھا کہ بھائی کیا معاملہ ہے، تو اس بادشاہ کو حکم ہوا کہ تجھ کو پتہ نہیں ہے؟ تو سو رہا ہے پڑا ہوا، سفیان اور اس کے دو ساتھی بھوکے ہیں، ان کی خیر خبر لے لے جا کر اگر تجھ کو اپنی خیریت چاہئے، وہ بھوکے مر رہے ہیں، چنانچہ وہ اسی وقت اٹھا اور اپنے کارندوں کو اطلاع دی، کہ جاؤ جلدی سے اور سفیان نام کا آدمی جہاں کہیں بھی ہو، یہ پیسے لے جاؤ، پہلے یہ دینا اور پھر بلا کر لانا، جہاں بھی وہ مل جاویں، تھیلے لے کر مختلف علاقوں میں لوگ بھیج دئے، تھیلے بھر بھر کر کارندوں کو بھیج دیا، اب صبح ہی ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ بھائی اس نام کا کوئی ہے، پتہ چلا کہ سفیان اور اس کے ساتھی یہاں ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ نے یہ تھیلے بھیجے ہیں، آپ ہی سفیان ہیں کیا؟ تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھائی ہمارے لئے دو راستے ہیں، یا تو اللہ کے دروازے پر جاویں یا حاکم وقت کے دروازے پر جاویں، یہ علم جو ہم نے سیکھا ہے، اس میں تو ہم نے یہ سیکھا ہے کہ حاکم وقت کے دربار میں نہیں جانا، اللہ ہی سے مانگنا، تب تو ہمیں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان پیسوں کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ تھیلے بھی ٹھکرا دیتے ہیں اور نہ حاکم وقت کے پاس گئے، اس علم کی اہمیت کی وجہ سے اللہ پر ان کا اعتماد اور اللہ تعالی کی طرف سے ان کے ساتھ یہ معاملہ کہ حاکم وقت کو بیدار کیا اور ان کی طرف سے استغناء کی یہ کیفیت کہ وہ سب ٹھکرا دیا۔

عالم دین کو استغناء کی صفت پیدا کرنی چاہئے

جب اللہ تعالی اس طرح کا مقام دیتا ہے اور اس طرح کی طلب ہوجاتی ہے تو علم ہی یہ سب چیزیں اس کو سکھاتا ہے ورنہ دنیا تو ملتی ہے، اگر اس کو شعور مل جائے تو پھر وہ دنیا کی ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا، کتنے ایسے اللہ والے، کتنے ایسے بزرگ ہیں، بعض علماء کے بارے میں آتا ہے کہ وہ پڑھا رہے تھے، مثلاً پیر پھیلا کر اور پیر پھیلانا ان کی مجبوری تھی کسی وجہ سے، بادشاہ وقت آیا اور سامنے کھڑا ہوکر چلا گیا، یہاں تک کہ طلبہ کو شک ہوگیا کہ بس اب ان کی گردن اڑے گی اور ہمارے کپڑے خون سے خراب ہوں گے، لیکن وہ بادشاہ چونکہ سمجھدار تھے، خوش ہوئے اور واپس جاکر ہدیہ میں پیسوں کی تھیلی بھیجتے ہیں، تو ان کی طرف سے یہ جواب ہوتا ہے کہ جو پیر پھیلا لیتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، کہ جس نے پہلے ہی پھیر پھیلائے ہوئے تھے وہ ہاتھ نہیں پھیلائے گا، تو یہ استغناء پیدا ہوجاتا ہے، مگر کب؟ اس علم کی بدولت، جب جان لے، جب سیکھ لے، جب تک سیکھے گا نہیں تو اس کو یہ گر معلوم نہیں ہوں گے، جب سیکھ لے گا، تو اس کو اہمیت معلوم ہوجائے گی دنیا کی اور دنیا کی چیزوں کی اور دنیا کے منازل، مقامات اور مناصب کی اور اگر سیکھے گا نہیں تو اس کو نہیں پتہ کہ کس چیز کی کیا اہمیت ہے، کس چیز کا کیا مقام ہے؟ اسی لئے آج کی اس محفل میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جارہی ہے، تاکہ آپ کو سیکھنے کی اور علم کی اہمیت معلوم ہوجائے اور پھر اسی طلب کے ساتھ آپ سیکھیں اور یہ نیت جیسا کہ آج ہم نے کرلی ہے کہ مرنے تک ہمیں سیکھنا ہے اور سیکھ کر اللہ کو راضی کرنا ہے، تو پھر انشاء اللہ ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا میں بھی کامیابی ملے گی اور آخرت میں بھی کامیابی ملے گی، اور پھر جو اعمال ہم کریں گے، تو اس میں بھی خیر اور برکت ہوگی۔

عالم عابد سے مرتبہ کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے

اس پر ایک واقعہ سنا دیتا ہوں کہ اگر ہم عبادت کریں، اگر صحیح صحیح کریں گے، سیکھ کر کریں

گے، جان کر کریں گے تو صحیح ہوگی اور اگر بغیر سیکھے کریں گے، تو وہ گڑھے میں ڈالنے والی بھی ہوسکتی ہے، وہ کیسے؟ اس کی مثال دی جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ اَلْفِ عَابِدٍ"(۱) کہ ایک جاننے والا، جو سیکھا ہوا ہو وہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے، شیطان ہزار عابدوں کو ایک سیکنڈ کے اندر پھندے میں لے لے گا، کیسے؟ اس کی مثال یہ کہ ایک آدمی پوری عبادت کرتا ہے لیکن مسائل اس کو معلوم نہیں ہیں، علم اس کے پاس نہیں ہے، نوافل بھی پڑھتا ہے، تہجد بھی پڑھتا ہے، پوری رات عبادت کرتا ہے، شیطان اس کو اگر کہہ دیتا ہے کہ چلو بھائی اللہ نے تیری تو نماز معاف کردی، اب اللہ کے یہاں تو اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ سب نمازیں تیری معاف ہیں، اب تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، تو چونکہ اسے پتہ نہیں ہوگا، اب وہ خوش ہوجائے گا کہ اللہ تعالی نے بہت بڑا مقام اس کو دیدیا، بس یہی اس کو گڑھے میں ڈالنا ہے، حالانکہ جس کو معلوم ہوگا کہ بھائی نماز تو نبی سے بھی معاف نہیں ہوئی اور نبی سے بڑا کوئی درجہ بھی نہیں، نبی سے بڑا کوئی مقام بھی نہیں، تو جب نبی سے نماز معاف نہیں ہوئی، تو میرے سے کیسے ہوسکتی ہے؟ بس یہ مثال ہے اس کی، ایسے بہت سے لوگوں کو بہکایا ہے شیطان نے، اس لئے جاہل عابد جس کو پتہ نہ ہو اس کی تو نماز کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، عبادت کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، کس وقت شیطان اس کو بہکادے، ہلکے سے پھندے میں شیطان اس کو پھنسادے گا۔

شیطان ہر وقت اپنے داؤ میں رہتا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بہت بڑے اللہ والے گزرے ہیں، ان کو ایک مرتبہ اخیر میں شیطان نے بہکایا، شیطان نے کہا کہ اے عبدالقادر! اللہ نے تجھ پر فضل فرمادیا ہے، تجھ کو ولایت کا مقام عطا فرمادیا ہے، اور تمہاری نماز بھی معاف فرمادی، وہ تو زبردست عالم تھے

(۱) مشکوۃ شریف حدیث ۲۱۱/جامع ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۸

انہوں نے فوراً کہا: ”لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“ تو شیطان ہے، تو شیطان نے پہلے ان کے کمرہ میں پورا نور کیا، ان کو متأثر کرنے کیلئے، لیکن وہ تو جانتے تھے، پھر شیطان جاتے جاتے کہہ گیا کہ جا عبدالقادر تجھے تیرے علم نے بچالیا، اب یہاں انہیں خوش ہو جانا چاہئے تھا، انہوں نے کہا کہ نہیں میرے علم نے نہیں بلکہ میرے اللہ نے بچایا، یہ ذرا ذرا سی باتیں ہیں، کیسے پکڑتا ہے شیطان؟ شیطان کے پھندے کو عام آدمی نہیں سمجھ سکتا، دیکھو جاتے جاتے بھی فائرنگ کر گیا کہ عبدالقادر جا تیرے علم نے تجھے بچالیا، انہوں نے فوراً جواب دیا کہ نہیں میرے علم نے نہیں، بلکہ میرے اللہ نے بچالیا، تو میرے دوستو! اگر نہیں جانیں گے تو ہماری عبادت اور ہماری نمازوں کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے آج ہی سے سیکھنے کی کوشش کرنی ہے، اور آج سے ہم سب طالب علم ہیں اور مرنے تک انشاء اللہ طالب علم رہیں گے، اللہ تعالی ہم سب کو سچا طالب، سچا عالم، سچا متعلّم اور سچا سیکھنے والا بنائے، اور اللہ ہماری نیتوں کو بھی صحیح کر دے اور اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے اور جو نیت ہم کر رہے ہیں مرنے تک اس پر ثابت قدم رہیں اور اللہ قدم قدم پر ہماری مدد فرمائے، نصرت اور رہنمائی فرمائے۔ آمین

79

تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ

یہ تقریر ۲۵ر فروری ۲۰۱۱ء بدھ کے روز مغرب کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ

اونچے مقام پر پہنچنا ہر انسان کی تمنا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو زندگی گزارنے کا اور معاشرہ میں رہنے کا طریقہ بتلایا اور اسلامی تعلیمات اور ہدایات قرآن کریم اور اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچادیں، اصل میں اس دنیا میں آنے کے بعد ہر انسان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ میں بلند ہوجاؤں، اونچا ہوجاؤں، میں اونچے مقام پر پہنچ جاؤں، کچھ طریقے اختیار کرنے ہوتے ہیں، کچھ اصول اختیار کرنے ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ سے یہ تمنا پوری ہوجاتی ہے۔

جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بڑا بنادیتا ہے

ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں بہت اونچا ہوجاؤں، اللہ مجھے بڑا بنادے، لیکن بڑا بننے کے لئے پہلے اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" (۱) کہ جو آدمی عاجزی اختیار کرتا ہے، انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بڑا بنادیتا ہے، اس کو بلند مقام عطا کردیتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھ لے، تواضع کا مطلب ہے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا، حقیر سمجھنا، کہتے تو سب ہیں کہ ارے بھائی میں تو نالائق ہوں، میری کیا حیثیت ہے؛ لیکن یہ زبان تک ہے، کسی بھی آدمی کے سامنے تعریف کرو، وہ کہے گا ہماری کیا حیثیت ہے، لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ

(۱) صحیح مسلم حدیث ۴۶۸۹/ کتاب البر والصلۃ والآداب

کہہ کر بھی اپنی تعریف ہی چاہتا ہے یعنی وہ تواضع تو دکھاتا ہے، حقیقت میں تواضع نہیں ہوتی، اور کہتا ہے کہ جی بس کیا کہیں، ہم لوگ اس کے قابل نہیں ہیں، بس آپ کی دعاؤں کا طفیل ہے، آپ کی دعاؤں کا صدقہ ہے، یہ تواضع اختیار کرنا نہیں ہوا، حقیقت میں وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہو، یہ ہے تواضع کا مطلب، ورنہ دعوی تو ہر آدمی کرتا ہے، کہ جی ہماری کیا حیثیت، ہم تو ایک چھوٹے سے آدمی ہیں، ہم تو معمولی سے آدمی ہیں، لیکن اگر اس کو کچھ کہہ دیا ابھی لٹھ مارے گا، جوتا مارے گا، گالی دے گا حالانکہ ابھی کہہ رہا تھا کہ میں تو نالائق ہوں، حقیر ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف زبان زبان سے حقیر کہہ رہا ہے، زبان زبان سے تواضع کا دعوی کررہا ہے، حقیقت میں وہ تواضع اختیار نہیں کررہا ہے۔

اپنے آپکو چھوٹا سمجھو دوسرے آپ کو بڑا سمجھیں گے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تواضع اختیار کرے گا تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہ اونچا مقام عطا فرمائے گا، وہ بلندی عطا فرمائے گا کہ خود اس کی عزت ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی اس کو بلند مقام ملے گا، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا بھی یہ مانگا کرو: "اللّٰھم اجْعَلْنِی فِی عَیْنِی صَغِیْراً وَفِی اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً" (۱) اے اللہ میری نگاہ میں تو مجھے چھوٹا کردے اور لوگوں کی نگاہ میں مجھے بڑا کردے، یہ دعا ہونی چاہئے کہ میں خود تو اپنے آپ کو حقیر سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو نالائق سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو ناکارہ سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو معمولی سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو بہت چھوٹا سا سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو بہت ہلکا سا سمجھوں اور اے اللہ دوسرے لوگ مجھے بڑا سمجھیں، یہ دعا مانگنی چاہئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

(۱) ترمذی شریف حدیث نمبر ۱۸۴۲/ کتاب البر والصلۃ

اگر دوسروں کو حقیر سمجھو گے تو خود حقیر سمجھے جاؤ گے

لیکن ہم کرتے کیا ہیں؟ خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ہم حقیر سمجھتے ہیں، جب آدمی پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا ہوا ہو، یا دس منزلہ، بیس منزلہ مکان پر بیٹھا ہوا ہو تو جو نیچے ہوتے ہیں، وہ سب اس کو چھوٹے نظر آتے ہیں، وہ خود سمجھ رہا ہے کہ یہ سب مجھ سے چھوٹے ہیں؛ لیکن نیچے والوں کو وہ خود چھوٹا نظر آرہا ہے کہ اتنا سا بیٹھا ہوا ہے، کسی اونچی عمارت یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو نیچے پھرنے والے چھوٹے نظر آتے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم اگر دوسروں کو حقیر سمجھیں گے تو ہم خود حقیر سمجھے جائیں گے، اگر ہم دوسروں کو بڑا سمجھیں گے، دوسروں کو عزت دیں گے تو دوسرے ہمیں بڑا سمجھیں گے۔

حقیقی تواضع اختیار کرنیوالوں سے اللہ خوش ہوتا ہے

آج کل کے حالات میں کوئی کسی کو کچھ نہیں سمجھ رہا ہے، کیونکہ اصل میں تواضع سب میں سے ختم ہوگئی ہے، کوئی کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، حقیقت میں تواضع اگر آجائے، تو اللہ ہم سے خوش ہوجائے گا، اصل میں ذہن کا، دماغ کا اور قلب کا کنٹرول اللہ تبارک وتعالی کے پاس ہے، اگر ہم نے اپنے آپ کو معمولی سمجھا، تو اللہ تبارک وتعالی منادی کرادیں گے، کہ یہ آدمی متواضع ہے، یہ انسان اپنے آپ کو معمولی سمجھتا ہے، اے فرشتوں اعلان کردو، میں اس کو بڑا سمجھتا ہوں، اور سب لوگوں میں منادی کردو کہ یہ آدمی بڑا ہے، تو سب اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، لیکن خود پہلے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری پیغمبر، خالق کائنات کا آخری پیغام لانے والے،

آخری رسول ہیں، اور پورے کون ومکاں کا اور پوری کائنات کا وجود، آپ کے صدقہ طفیل میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر خود اتنی عاجزی تھی، اتنی انکساری تھی کہ جب مجمع میں ہوتے تھے اور کوئی آدمی آکر مصافحہ کرتا تھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ خود نہیں کھینچتے تھے جب تک کہ وہ آدمی اپنا ہاتھ خود نہ کھینچ لے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ اس کی طرف ایسے ہی رکھتے تھے جب تک کہ وہ آدمی اپنا چہرہ خود نہ پھیر کر چلا جائے، آج ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو منھ پھیر کر سلام کرتے ہیں، اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے، یہ کیا ہے؟ یہ کہاں تواضع ہوئی، ایک ہاتھ سے مصافحہ کررہے ہیں، یا دونوں ہاتھوں سے کررہے ہیں، مگر باتیں دوسرے سے کررہے ہیں اور سلام ان سے کررہے ہیں، آؤجی السلام علیکم، آؤ جی السلام علیکم، یہ کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے، خود عمل کر کے دکھایا ہے کہ یہ طریقہ ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم؟ اللہ اکبر! جو اللہ تعالی کے آخری پیغمبر، پوری کائنات کا وجود جن کے طفیل سے اور جن کو اللہ تبارک وتعالی نے اخلاق کا، کردار کا اعلی نمونہ بتلایا "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (۱) وہ اخلاق کے اعلی معیار پر تھے، اخلاق کی ان بلندیوں پر تھے، جن سے اوپر تصور نہیں کیا جاسکتا، جس کی شہادت خود خالق کائنات دے، جس کی گواہی خود پیدا کرنیوالا دے، جس کی تعریف خود خالق کائنات کرے، وہ کہہ دے "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" اے محمد! آپ اخلاق کے اعلی معیار پر ہیں، اخلاق کی چوٹیوں پر ہیں، اخلاق کی بلندیوں پر ہیں اور ان کا یہ عالم ہے کہ اتنی اخلاق کی بلندیوں پر اور اتنے بلند مقام پر ہونے کے باوجود پھر بھی عوام کے ساتھ، ملنے والوں کے ساتھ یہ رویہ، جب بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے ملتے تو خوش چہرہ کے ساتھ ملتے، ہنسی خوشی سے ملتے، سامنے والا خوش ہوجاتا، ہم سلام کرتے ہیں تو منہ پھیر کر کرتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ تو اپنے آپ کو بزرگ کہلوانے والے یا بزرگوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے خود تو کیا سلام کرتے بلکہ بڑی

(۱) سورۂ قلم آیت ۴

شرم کی بات ہے آنیوالے سے مصافحہ بھی کرنا گوارہ نہیں کرتے، کوئی کرتا بھی ہے تو جھڑک دیا جاتا ہے، کوئی اپنے خاص تعلق والا یا بڑا آدمی آجائے تو معانقہ کے لئے تیار رہتے ہیں، عام اور متوسط آدمی سے مصافحہ تک نہیں کرتے بڑی شرم کی بات ہے، حالانکہ اپنے آپ کو پیشوا اور امت کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دیتے ہیں، خود کورے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ خوش کن انداز میں سلام کرے کہ سامنے والا خوش ہوجائے، سلام کا جواب اسی انداز سے دیا جائے کہ سامنے والا جواب سن کر خوش ہوجائے بلکہ پہلے خود پیش قدمی کرنی چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے، جو سواری پر ہے وہ پیدل چلنے والوں کو سلام کرے اور جو پیدل چلنے والا ہے، وہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے، چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور بڑا چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے، جو جتنا تواضع اختیار کرے گا، اللہ کے یہاں اتنا ہی اونچا مقام ہوگا۔

اپنی آمد پر لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرنا

آج کل دنیا میں کسی کو چھوٹا سا عہدہ مل جائے، معمولی سا عہدہ مل جاوے، پھر دیکھئے نظارہ، پبلک بیٹھی ہوئی ہے، سرکار نکل کر آتے ہیں، تو سلام جی، سلام جی، سلام جی، السلام علیکم کا منظر ہوتا ہے اور لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے، خود اپنے لئے بھی اس کو پسند نہیں کیا اور امت کو بھی اس کی تعلیم دی ہے کہ نہیں اٹھنا چاہئے، اس لئے کہ اس سے آنے والے کے دل میں غرور پیدا ہوتا ہے، آنے والے کے دل میں گھمنڈ پیدا ہوتا ہے، اس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں کرتے تھے، ہمارے اکابرین نے، صحابہ کرام نے اس پر عمل کرکے دکھا دیا، بڑے بڑے عہدوں پر، بڑی بڑی پوسٹوں پر اور بڑے بڑے مقام پر اور بڑی بڑی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اسی کو پسند کیا، ایک

بڑا آدمی، چاہے وہ دین کے اعتبار سے بڑا ہو، یا دنیا کے اعتبار سے اس کو یہ بات پسند نہ ہو کہ وہ چل رہا ہے، اور اس کے ساتھ میں دو آدمی ادھر میں اور دو آدمی ادھر میں یا کچھ پیچھے ہٹ کر چل رہے ہیں، اللہ والے اس کو پسند نہیں کرتے، اور خود اسلام کی تعلیم اس کے برخلاف ہے، یہ تواضع کے خلاف ہے، تواضع یہ ہے کہ سب میں مساوات ہو، سب کے اندر برابری ہو، اور کوئی ایسا پہلو نہ ہو کہ دل کے اندر عجب پیدا ہو، دل کے اندر بڑائی ہو، دل کے اندر کوئی اس طرح کی بات ہو، اسی طریقہ سے اپنی زندگی کے اندر ہمیں عمل کرنا چاہئے اور تمام صحابہ کرام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔

ہمارے پاس وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں

حضرت بایزید بسطامی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کو ایک مرتبہ غیبی آواز آئی کہ بایزید ہمارے پاس وہ چیز لاؤ جو ہمارے پاس نہیں ہے، اور پھر ہم تجھے وہ چیز دیں گے جو تیرے پاس نہیں، پہلی بار یہ آواز آئی، پھر دوسری بار یہ آواز آئی، پھر تیسری بار بھی یہی آواز آئی، تو تیسرے دن انہوں نے سوال کیا کہ یا اللہ ایسی کیا چیز ہے جو تیرے خزانہ میں نہیں ہے، تیرا خزانہ تو سب چیزوں سے بھرا ہوا ہے، میں کیا پیش کرسکتا ہوں آپ کے سامنے، تو اللہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا، اللہ کی طرف سے ان کو آواز آئی کہ بایزید ہمارے پاس تواضع لا، عاجزی لا، ہمارے یہاں تو بڑائی ہی بڑائی ہے، اللہ تو بڑا ہے، اللہ اکبر، اللہ نے فرمایا ہمارے یہاں تواضع لے کر آ، پھر ہم تجھے وہ دیں گے جو تیرے پاس نہیں، تیرے پاس کیا نہیں؟ بڑائی نہیں، پھر ہم تجھ کو بڑائی دیں گے، اللہ نے ان کو اتنا بڑا بلند مقام عطا فرمایا، اتنا بڑا بلند مقام عطا فرمایا کہ جس کی کوئی حد نہیں، جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالی خود کلام کررہے ہیں، اور خود الہام کررہے ہیں، اور عاجزی اس سے مانگ رہے ہیں، عاجزی ہی کی تو کمی ہے، تو حضرت بایزید بسطامی اس چیز کو لیکر آئے، اللہ نے ان کو بہت بڑا مقام عطا فرمایا۔

چھوٹا سا عمل بخشش کا ذریعہ

اب اللہ کی شان دیکھئے جب حضرت بایزید کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد کسی کے خواب میں آئے، تو پوچھا کہ حضرت کیا ہوا، کیسی گزری؟ ٹھیک ٹھاک کام چل گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں بھائی اللہ نے فضل تو فرمادیا، انہوں نے پوچھا کیسے؟ فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے کہا کہ بایزید کیا لائے ہو، تو میں نے کہا کہ اللہ آپ کو معلوم ہے جو کچھ لایا ہوں، ٹوٹا پھوٹا جو بھی کچھ ہے آپ کو معلوم ہے، تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے اعلان ہوا کہ بایزید چیزیں تو بہت لایا، بڑے بڑے عمل کرکے لایا ہے، لیکن ہمارے یہاں کوئی عمل مقبول نہیں، صرف تیرا ایک عمل ہے جو ہمیں پسند آیا، پوچھا یا اللہ وہ کیا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ سردی تھی، سردی کی رات تھی، ایک بلی کا بچہ سردی میں ٹھٹھر رہا تھا، تیرے ذہن میں خیال آیا، تو نے اس کو اپنے لحاف میں جگہ دیدی، بس یہ عمل تمہارا ہمیں سب سے زیادہ پسند آیا، اس کی وجہ سے ہم تم کو معاف کررہے ہیں، کتنا بڑا ولی، کتنا بڑا اللہ والا؟ اللہ فرمارہے ہیں، عمل تو بہت بڑے بڑے لایا لیکن ہماری پسند کا تو صرف یہ ایک عمل لایا، تہجد بھی لایا، نمازیں بھی لایا، نوافل بھی لایا، زکوۃ خیرات بھی لایا، حج بھی لایا اور روزے بھی لایا، بڑی بڑی عبادتیں لایا، لیکن ہمیں تو تیرا یہ عمل پسند آیا، تو اللہ تعالی ذرہ نواز، اللہ تعالی بہانے تلاش کرتا ہے، ہمیں اپنی زندگی میں کچھ ایسے عمل بھی چپ چاپ کرنے چاہئیں، اس لئے کہ بلی کو اپنے لحاف کے اندر جگہ دینے میں کوئی ریا نہیں تھا، کسی کو دکھانا بھی مقصود نہیں تھا، یہ خالص اللہ کے لئے تھا، بھائی رات کی اندھیری ہو، آپ کے گھر میں یا میرے گھر میں بلی یا کتا آجائے، اس وقت آزمائش کا وقت ہے، ہم لوگ لٹھ لے کر بھگاتے ہیں، اور ڈنڈا مارتے ہیں، لیکن دیکھئے اللہ تبارک وتعالی کو چھوٹا سا بالکل معمولی سا عمل اس طرح پسند آجاتا ہے، ایسے ہی ایک عورت زانیہ تھی، فاسقہ تھی کسی کتے کو اپنے موزے میں یا جوتے میں پانی پلادیا، تو اللہ تعالی نے اس پر اس کی مغفرت کردی۔

اپنے آپ کو کمتر سمجھو

اصل بات تواضع کی ہے کہ اپنے آپ کو حقیر سمجھنا، چھوٹا سمجھنا تاکہ اللہ تعالی ہم کو بڑا مقام دیدے، ہماری سب کی خواہش بڑا بننے کی ہے، سب چاہتے ہیں اندر سے، اللہ ہمیں عزت بھی دیدے، اللہ ہمیں ہر طرح کی بڑائی بھی دیدے، تو بھائی اس کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں تواضع اختیار کرنی پڑے گی، خود اپنے نفس کو مٹانا پڑے گا، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا پڑے گا، سب لوگ کہتے ہیں کہ بھائی ہم اپنے آپ کو کہاں بڑا سمجھ رہے ہیں، ٹھیک ہے، ہم نہیں سمجھ رہے ہیں، لیکن ذہن میں تو ہے کہ ہاں ہم کچھ ہیں، اپنے بیوی بچوں میں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہاں ہم کچھ ہیں، ٹھیک ہے وہاں اس طرح رہنا چاہئے؛ لیکن ہمیں تو لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو معمولی سمجھنا ہے، پھر اللہ تبارک وتعالی ہمیں بڑا مقام عطا فرمادیں گے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تواضع

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نام آپ نے سنا ہوگا، بڑے بڑے بزرگ ان کی صحبت وتربیت سے بنیں ہیں، وہ سب کو بیعت کرلیا کرتے تھے، حالانکہ پہلے یہ دستور تھا کہ بزرگ پہلے مجاہدے کراتے تھے، پھر بیعت کرتے تھے، پھر بزرگی سے نوازتے تھے، اس لئے حضرت حاجی امداد اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کے یہاں تو کوئی مجاہدہ نہیں، آپ سب کو بیعت کرلیتے ہیں تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں اس لئے بیعت کرلیتا ہوں کہ کل جب قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی مجھے جہنم میں ڈالیں گے، تو ان مریدین میں سے کسی کو تو مجھ پر رحم آئے گا، کوئی تو مجھے اللہ سے فریاد کرکے بچالیگا کہ ہمارے پیر جہنم میں جارہے ہیں کوئی تو میرے اوپر رحم کھائے گا، اس وجہ سے بیعت کرلیتا ہوں، یہ حضرت کی تواضع کی بات تھی، کتنے بڑے اللہ والے، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی

تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی جن کے مرید ہوں، پوری دنیا میں جن کی شہرت کا، جن کے علم کا، جن کی لیاقت کا، جن کی روحانیت کا اور جن کی عظمت کا اور جن کے کاموں کا، جن کے کارناموں کا ڈنکا بجا ہو، ان کا شیخ یہ کہہ رہا ہے کہ اس لئے بیعت کر لیتا ہوں تاکہ کل مجھے جہنم میں گرنے سے میرے مرید بچالیں، یہ تواضع کی انتہا ہوتی ہے، پھر اللہ نے کس بلند مقام پر پہنچایا کہ آج روحانیت کے امام مانے جاتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی تواضع

حضرت تھانویؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنے یہاں اعلان کر رکھا تھا کہ جب میں خانقاہ سے گھر جاؤں، اگر میں اپنا سامان گھر لے جا رہا ہوں تو کوئی مجھ سے لینے کے لئے نہ بڑھے، مجھے اکیلے ہی جانے دیں، اور اگر میں تنہا کہیں جانا چاہتا ہوں تو کوئی میرے پیچھے نہ چلے، بلکہ میں اکیلا جاؤں گا، اور اپنا کام کروں گا، ایسا مت کرنا کہ میں آیا اور دس پیچھے ہولیئے، اس سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس سے دل میں عجب پیدا ہوتا ہے، بڑائی پیدا ہوتی ہے، اسلامی تعلیم یہی ہے کہ یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے، بہت سے بزرگوں نے اس طریقہ سے اپنے آپ کو بلند کیا ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تواضع

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے، زبردست عالم گزرے ہیں، انہوں نے بہت سی علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابیں لکھیں، انہوں نے سیرت النبی بھی لکھی ہے، جب وہ مکمل ہوگئی، اور اس کا پورے ہندوستان میں شہرہ بھی ہو چکا تھا، اور اس وقت ان کا طوطی بول رہا تھا، تو انہوں نے خیال کیا کہ کتاب تو اتنی اعلی لکھی ہے، دیکھوں اپنے اندر کچھ ہے بھی یا نہیں، انہوں نے اپنے آپ کا جب جائزہ لیا دیکھا کہ بھائی کچھ نہیں ہے، اب تلاش میں لگے کہ

ایسے آدمی کے پاس جایا جائے، جہاں کچھ ملے، چنانچہ انہوں نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور وہاں تشریف لائے، چونکہ حضرت تھانوی انکی شہرت سن چکے تھے کہ بھائی اتنا بڑا عالم، اتنا بڑا علامہ میرے پاس آرہا ہے، میں اس کو کیا بتا سکتا ہوں، حضرت علامہ نے نصیحت کی تمنا کی تھی کہ حضرت مجھے نصیحت کر دیجئے، تو حضرت نے نصیحت کے لئے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ ان کو کیا نصیحت کروں، تب اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے انکے ذہن میں ایک بات آئی کہ اگر آدمی اپنے آپ کو مٹادے تو سب کچھ مل جائے گا، اس لئے حضرت تھانوی نے تواضع کی نصیحت کی، چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا اور پھر حضرت تھانویؒ نے ان کو خلافت دی، واقعہ یوں ہوا کہ حضرت تھانویؒ کو انہوں نے بیعت کرنے کیلئے کہا، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ بھائی بیعت تو کرلیں گے، لیکن ہمیں پہلے پچاس خط لکھ دیجئے، پھر آپ کو بیعت کرلیں گے، اب چاہے تو آپ یہ خط چند دن میں لکھ دیجئے، تین چار دن میں لکھ دیجئے، یا پچاس خط پچاس دن میں لکھئے؛ لیکن پچاس کا کورس ہے، وہ بھی سچے طالب تھے، ہمت نہیں ہاری، یہ نہیں سوچا کہ یہ کیا بات ہے، اس جگہ کوئی اور ہوتا وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ خود میں اتنا بڑا علامہ اور یہ پچاس خط، یہ کیا بات ہوئی؟ لیکن ان کو تو سچی طلب لے آئی تھی، سب کچھ بڑا ہونے کے باوجود تواضع یہاں لے آئی تھی، اب اللہ تعالی ان کو اور بڑا بنانا چاہتا تھا، تو تواضع کے ساتھ آئے، بڑا آدمی اگر کہیں پہنچے تو اللہ اس کو مزید بڑا بنانا چاہ رہا ہے، ورنہ جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے، کہاں کسی پر گھاس ڈالتا ہے اور کہاں کسی کو خاطر میں لاتا ہے؛ لیکن جب سچی طلب ہوتی ہے اور اس کو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے پاس جو ہر ہے، تو وہ اس کو بڑا سمجھ کر اس کے پاس آتا ہے، چنانچہ انہوں نے خط لکھنے شروع کئے تو پچاس پورے نہیں ہو پائے تھے، حضرت نے بھی دیکھا کہ مان رہا ہے، صحیح طلب ہے تو پہلے ہی بیعت کر لیا، اور پھر خلافت بھی عطا فرمادی، اس طرح علامہ کامل بن گئے، پھر بڑے اونچے کلمات ان کی شان میں کہے اور بہت ہی اچھے انداز میں ان کی تعریف کی، فرمایا الحمد للہ میرے حصے میں سارے عقلا ہی

آئے ہیں، اسی طریقہ سے بہت سارے ہمارے اکابرین کے واقعات ہیں جنھوں نے تواضع اختیار کی اور تواضع کے بعد پھر اللہ تعالی نے ان کو نوازا۔

ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب کا سنت پر عمل کرنا

ڈاکٹر عبدالحئیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، حضرت تھانوی کے خلفاء میں سے تھے، ان کی تواضع کا بھی عجیب انداز تھا، بڑے اونچے حالات تھے ان کے، لیکن انکی تواضع کا حال دیکھئے کہ اپنے گھر کے اندر جوتے نکال کر اور ٹوپی اتار کر پھر رہے ہیں، اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ننگے پیر ہوتے تھے، ایک تو سنت کی نقل، دوسرے تواضع میں۔

علامہ اقبالؒ کا سنت پر عمل کرنا

حضرت علامہ اقبالؒ کا آپ نے نام سنا ہوگا، مشہور شاعر ہوئے ہیں، اخیر میں، بڑھاپے میں وہ لاہور میں تھے، اپنے گھر میں مسہری پر لیٹے ہوئے تھے، تو ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں نیچے لیٹتے تھے، تو نیچے لیٹ گئے، اتفاق سے ہندوستان کے ایک بزرگ اسی وقت انکے پاس پہنچے، دیکھا کہ علامہ نیچے لیٹے ہوئے ہیں، پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ مسہری بھی پڑی ہوئی ہے، اور آپ نیچے لیٹے ہیں، کہا کہ مجھے خیال آیا کہ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے لیٹتے تھے، اسلئے یہ بات ذہن میں آئی تو میں بھی نیچے لیٹ گیا، یہ کیا چیز تھی؟ تواضع تھی اور سنت کی اتباع تھی، خیال آتے ہی بس فوراً اس پر عمل ہو جائے، لہٰذا میں بھی آقا کی اتباع میں نیچے لیٹ گیا، یہ تواضع کی باتیں ہیں، اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ان کو اختیار کر کے آدمی اونچا ہوتا ہے، کوئی بھی ہم میں سے ان کو اختیار کرے گا، اللہ تعالی اس کو لامحالہ، ضرور بالضرور اونچا مقام عطا فرمائیں گے، دنیوی اعتبار سے بھی اور دینی اعتبار سے بھی، اتنا بلند اور بڑا مقام عطا فرمائیں گے کہ آدمی سوچ نہیں سکتا، تصور نہیں کر سکتا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تواضع

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بھی عجیب حالات تھے، زبردست عالم تھے، ان کا علم ایک سمندر تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شاہجہاں پور میں مناظرہ ہوا، تو وہاں کے لوگوں نے پیغام بھیجا اور سوچا کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اس پروگرام میں شریک ہوں، مناظرہ عیسائیوں سے تھا، اس زمانہ میں آپس میں مناظرہ ہوتا تھا کہ جو حق پر ہوگا وہ جیتے گا، یا جو اپنی بات کو ثابت کردے گا وہ جیتے گا، اس کی بات مانی جائے گی، اب تو اس زمانہ میں کم ہوتے ہیں، اب سے ستر سال پہلے تک بہت زیادہ مناظرے ہوتے تھے، بلکہ ہندوستان آزاد ہونے سے پہلے بہت زیادہ ہوتے تھے، ہر شہر میں ہوتے تھے، ہر جگہ پر ہوتے تھے، تو انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو بلایا، حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے میں وقت پر پہنچ جاؤں گا، چنانچہ حضرت مولانا قاسم صاحب ٹرین کے ذریعہ شاہجہاں پور پہنچے، وہاں کے لوگ اسٹیشن پر استقبال کے لئے انتظار کرنے لگے کہ حضرت آرہے ہیں، استقبال کریں گے، اور حضرت نے سوچا تھا کہ لوگوں کو پتہ چلے گا، شہرت ہوگی، اس لئے حضرت شاہجہاں پور سے پہلے ایک چھوٹے اسٹیشن پر اتر گئے، استقبال اور شہرت سے بچتے ہوئے اور وہاں سے پانچ چھ میل پیدل چل دیئے، جب شاہجہاں پور گاڑی پہنچی، سب لوگ پریشان کہ حضرت کہاں، سارے لوگ جمع تھے اسٹیشن پر، دیکھا کہ حضرت نہیں ہیں تو سب پریشان، لوگوں نے سوچا کہ اگر پہلی ٹرین سے آگئے ہوں گے تو کہیں ہوٹل یا مسافر خانہ میں ٹھہر گئے ہوں گے، تو لوگ پریشان ادھر ادھر پھرتے رہے، اور حضرت مولانا نے پیدل کا راستہ اختیار کرلیا، راستہ میں ایک ندی بھی پڑتی تھی، جب ندی آئی تو پائجامہ بھیگ گیا، سوچا کہ اگر اس کے سوکھنے کا انتظار کروں گا تو دیر لگے گی، اس لئے ایسے ہی چل دئے، ایسے آدمی کو دیکھ کر لوگوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ یہ مولانا قاسم صاحب ہیں، ایک

ہوٹل میں ٹھہر گئے، اصل نام ان کا خورشید حسن تھا، اور وہاں سب لوگ پریشان، شہر کی ہر مسجد چھان ڈالی، ہر مکان، پھر خیال آیا کہ فلاں ہوٹل میں جا کر دیکھتے ہیں، تو ہوٹل والے سے پوچھا کہ بھائی خورشید حسن نام کا کوئی آدمی آیا ہے، کہ جی ہاں خورشید حسن نام کا آدمی تو ہے، معلوم کیا کیسا ہے، دبلا پتلا سا ہے کیا؟ کہ جی ہاں وہی ہے، لوگوں نے کہا کہ ہاں وہ علم میں بڑا بھاری ہے، کہ ہاں وہ تو ہے، اب اس کا پتہ پوچھ کر گئے تو دیکھا کہ حضرت ہیں، پوچھا کہ حضرت آپ یہاں کیسے؟ ہم نے وہاں پورا اسٹیشن تلاش کر ڈالا اور پورا شاہجہاں پور آپ کے انتظار میں وہاں جمع ہے، اور صبح سے سب پریشان ہیں، تو حضرت نے بتلایا کہ بھائی میں تو آ گیا تھا، اور میرے ذہن میں اس طرح کی بات آئی اور وقت پر آنا تھا، یہ سوچ کر میں پہلے ہی اتر گیا، یہ سب تواضع کی بات تھی، ورنہ ہم اور آپ ہوتے تو یہ چاہتے کہ بہت سے آدمی استقبال کے لئے آئیں، ہم لوگ کہیں جاویں تو سوچتے ہیں کہ پورا شہر امنڈ پڑے، یا کم سے کم دس بڑے بڑے چودھری تو آویں، اور وہاں تو پورا شہر تھا، ان لوگوں کو پسند نہیں تھا، یہ سب چیزیں تواضع کی ہیں، آج اس واقعہ کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں، انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا، کہ یہ واقعہ مظفر آباد کی فلاں مسجد میں بیان ہوگا، انہوں نے تو خالص اللہ کے لئے کیا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تواضع

حضرت شیخ الہند جن کے شاگردوں کا ہندوستان کی آزادی میں بڑا کردار رہا، ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان سے ملاقات کے لئے اجمیر سے ایک آدمی معین الدین نام کا چلا، اس نے حضرت شیخ الہند کو دیکھا نہیں تھا، صرف نام سنا تھا کہ حضرت شیخ الہند نام کے دیوبند میں ایک بہت بڑے بزرگ اور عالم ہیں، ان سے ملنا چاہیئے، وہ ٹرین میں آیا، دیوبند اترا اور اتر کر پوچھا کہ بھائی حضرت شیخ الہند کے پاس جانا ہے، اور وہ شیخ الہند کا نام نہیں جانتا تھا، تو گھوڑے تانگے والے نے کہا کہ بڑے مولانا کے پاس جائے گا کیا، کہاں بڑے مولانا کے

پاس، تو اس نے آ کر حضرت شیخ الہند کے دروازہ پر چھوڑ دیا، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت شیخ الہند گھر میں تھے، لنگی اور بنیان میں باہر آ گئے، کہا کہ بھائی میں معین الدین ہوں، حضرت کو اندر اطلاع دیدو کہ اجمیر سے معین الدین آیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ آپ اندر تو بیٹھئے، اندر تشریف لایئے، وہ بیٹھ گئے، حضرت شیخ الہند ان کو پنکھا کرنے لگے، معین الدین نے کہا بھائی پنکھا نہ کر، حضرت کو اطلاع دے جلدی سے جا کر کہ معین الدین آیا ہے، اب حضرت شیخ الہند نے کہا کہ کھانا کھالو بس ابھی حضرت سے ملاقات ہو جاوے گی، حضرت خود ہی کہہ رہے ہیں، چونکہ وہ لنگی بنیان میں تھے، اور اس نے سوچا کہ بڑے جبہ اور قبہ میں ہوں گے، تو اس نے کہا کہ بھائی تو حضرت کو اطلاع تو دیدے کھانا تو بعد میں آتا رہے گا، بھائی صبر کرو، کھانا کھالو اس کے بعد میں ملاقات کرادونگا، کھانا کھالیا، کھانے کے بعد حضرت پھر پنکھا کرنے لگے، اب معین الدین غصہ ہو گئے کہ بھائی تجھے کہا کہ حضرت کو پیغام تو پہنچادے اندر، تب حضرت شیخ الہند نے کہا کہ بھائی صحیح بات تو یہ ہے کہ شیخ الہند تو یہاں کوئی نہیں ہے، محمود حسن میں ہی ہوں، اب یہ شرمندہ ہوا کہ اچھا میں تو آپ پر گرم ہو رہا تھا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ہی ہیں، آپ ہی یہ خدمت کر رہے ہیں، میرے دوستو! یہ ہے ہمارے بزرگوں کی تواضع اور سادگی کی انتہا، اللہ ہمیں بھی ان بزرگوں کی اتباع نصیب فرمائے۔

تواضع اور احساس کمتری میں فرق

ہم لوگ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ اگر پوری نقل نہ ہو سکے تو تھوڑی کوشش کریں، جب کوشش کریں گے تو اللہ تعالی ضرور نوازے گا، اللہ کے خزانہ میں تو کوئی کمی نہیں ہے، ہم تھوڑی سی سوچ اور فکر پیدا کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ایسے ایسے راستے کھلیں گے کہ ہم تصور نہیں کر سکتے، بڑے بڑے بزرگوں کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے، اور مغفرت کا واقعہ آپ لوگوں نے سنا ہی ہے کہ اللہ تعالی کیسے ذرہ نواز

ہیں، دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو ہوتی ہے تواضع اور ایک ہوتا ہے احساس کمتری، تواضع کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو معمولی سمجھیں، لیکن اللہ نے جو نعمتیں ہمیں دی ہیں، اللہ نے جو معاملات ہمارے ساتھ کئے ہیں، مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اپنی ان عبادتوں کو کریں لیکن ان کو حقیر نہ سمجھیں، ایک نماز پڑھی، اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو دوسری نماز پڑھے گا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، شکر کی کیفیت پیدا ہونی چاہئے، اصل میں تواضع کا دوسرا نام شکر ہے، شکر کی کیفیت پیدا ہو جائے، تواضع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو معمولی سمجھنا اور اپنا جو بھی کام کر رہا ہے اس کو معمولی سمجھ کر کرتے رہنا، احساس کمتری یہ ہے کہ اپنے آپ کو کم ہمت سمجھنا، اپنے آپ کو اتنا معمولی اور نالائق سمجھنا کہ کام کی صلاحیت نہ رہے، یہ صحیح نہیں ہے، دونوں کے اندر فرق ہے، تواضع کی جاوے اس اعتبار سے کہ اس کے اندر شکر کا پہلو غالب ہو، اس کی مثال یہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ" (۱) کہ میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں، اس میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ آخری پیغمبر ہیں، آخری نبی ہیں، پوری اولاد آدم کے سردار ہیں، بات صحیح ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کے طور پر بیان کی "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (۲) اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو تو "تحدیث بالنعمۃ" کے طور پر، اللہ کی شکر گزاری کے طور پر، اللہ کے انعامات کو بیان کیا، اگر اللہ نے آپ کو کسی نعمت سے نوازا ہے، کوئی خصوصیت اور خاصیت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے، کوئی مال ودولت یا ایسی چیز آپ کو عطا کی ہے، جس میں کوئی امتیازی شان ہے، اور وہ اللہ کی طرف سے آپ پر انعام ہے تو آپ شکر کے طور، تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اس کو بیان کر سکتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولافخر" کہ میں آدم کی اولاد کا سردار تو ہوں لیکن کوئی فخر کی بات نہیں، کوئی بڑائی نہیں، سب فضل الٰہی ہے، اللہ نے بنایا ہے، تو بن گیا ہوں، ایسے ہی ہم پر بھی جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو بیان کر سکتے ہیں، وہ تواضع کے خلاف نہیں، شکر کی

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۱۴۸ (۲) سورۃ الضحیٰ آیت ۱

کیفیت اس کے اندر ہونی چاہئے کہ یہ سب فضل الٰہی ہے۔

ہماری حیثیت ایک غلام کی مانند ہے

ہمیں فخر نہیں کرنا چاہئے، فخر کس چیز پر کیا جائے؟ ہماری حقیقت کیا ہے؟ "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" انسان کمزور ہے، اور ایک ناپاک قطرہ سے بنا ہے، یہ اس کی حقیقت ہے، اس لئے فخر وغرور اس کی شان نہیں، عجب تکبر اس کی شان کے لائق نہیں، بڑائی اور اس طرح کی چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں، دیکھو میں آپ کو تاریخ اسلام کا ایک واقعہ سناتا ہوں، یہاں ہندوستان میں غلاموں کی بھی حکومت رہی ہے، غلام وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کی ایک ایک بات کا پابند ہوتا ہے، جو اپنے آقا کی ایک ایک بات کا ماننے والا ہوتا ہے، اس کا احترام کرنے والا ہوتا ہے، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے، یہاں تک کہ مالک اس کو فروخت کر سکتا ہے، بیچ سکتا ہے اور ہندوستان میں غلاموں کی حکمرانی رہی ہے، مالک یا حقیقی بادشاہ اگر کہیں گیا ہے تو اپنے غلام کو، اپنے نوکر کو بادشاہ بنا دیتا تھا، نوکر کی حیثیت الگ ہوتی ہے وہ آٹھ گھنٹے، نو گھنٹے کام کرنے کے بعد آزاد ہوتا ہے، غلام اس طرح آزاد نہیں ہوتا تھا، اس کو بیچا جاتا تھا، اور فروخت کیا جاتا تھا، تو بادشاہ غلاموں کو بھی بادشاہ یا گورنر بنا کر چلے جاتے تھے۔

تواضع سے دین ودنیا دونوں کو پالیا

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک بادشاہ نے اپنے غلام کو بادشاہ بنا دیا، خود کہیں چلا گیا، بعد میں اس غلام کی نیت بدل گئی، سازش کر کے آقا کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا، اُس زمانہ کے ایک بڑے عالم علامہ عزالدین بن عبدالسلام تھے، بادشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلایا، اور کہا کہ میں تم کو فلاں شہر کا قاضی بناتا ہوں، وہ چونکہ زبردست عالم تھے، حالات سے واقف تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کے اندر قاضی بنانیکی صلاحیت نہیں، اس لئے کہ آپ غلام ہیں

اور غلام کو اپنے اوپر اختیار نہیں، آپ دوسرے کی ملکیت میں ہیں، آپ کسی کو قاضی نہیں بنا سکتے، آپ کے اندر یہ صلاحیت نہیں، اس لئے کہ آپ نے اپنے مالک کو، آپ نے اپنے حقیقی آقا کو قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کیا ہے، یہاں تک کہ آپ کے شہزادے بھی ہو گئے ہیں، تو آپ قاضی بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، میں قاضی نہیں بن سکتا، آپ ظالم ہیں، ظالم کے قاضی بنانے سے میں قاضی بنوں؟ یہ نہیں ہوسکتا، چونکہ ان کو اللہ کا خوف تھا، تواضع بھی تھی، کہنے لگے کہ بھائی اب تو کام ہو گیا ہے، حقیقی بادشاہ تو مر گیا ہے، اب تو سلطنت میری ہے، بادشاہ تو میں ہوں، اس لئے طریقہ بھی آپ ہی بتلایئے کہ کیا کیا جائے، حضرت علامہ نے کہا کہ طریقہ بھی بتلاتا ہوں، آپ تمام شہزادوں کو لے کر بازار میں آیئے، آپ کی بولی لگائی جائے گی، آپ کی جو قیمت ہوگی وہ قیمت اس مقتول بادشاہ کے وارثین میں تقسیم ہوگی، اور جو آپ کو خریدے گا وہ آپ کو آزاد کرے گا، تو پھر آپ حقیقی بادشاہ بن سکتے ہیں، اور میں آپ کا قاضی بن سکتا ہوں، علامہ کی بات سچی تھی اور بادشاہ کے اندر بھی تواضع تھی، چونکہ اس کو اللہ کا خوف تھا، ڈرنے والی بات تھی، اس نے کہا کہ مجھے منظور ہے، چنانچہ وہ اپنی اصل حقیقت میں آکر، اپنے عام لباس میں آکر اپنے تمام شہزادوں کو لے کر بازار میں آ گیا، چونکہ غلاموں کی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، بیچا جاسکتا ہے، تو بازار میں گئے، ان کی بولی لگائی گئی، نیلامی ہوئی، ان کو بیچا گیا، یہاں تک کہ تمام شہزادوں کی اور بادشاہ کی قیمت لگائی گئی اور وہ قیمت اس سے پہلے بادشاہ کے وارثین میں تقسیم ہوئی، اس لئے کہ اس کی ملکیت تھی، یہ غلام اس کی ملکیت تھا، تو ان کے درمیان پیسے تقسیم ہوئے، جس نے ان کو خریدا تھا، اس نے ان کو آزاد کر دیا کہ جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا، جب آزاد ہوگئے تو آزاد آدمی بادشاہ بن سکتا ہے، اس کو تمام اختیارات اسلام میں حاصل ہو سکتے ہیں، وہ امام بھی بن سکتا ہے، قاضی بھی بن سکتا ہے، دوسرے کو بنا بھی سکتا ہے، اور مکمل اختیارات اس کو ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت علامہ قاضی بنے اور صحیح سلطنت قائم ہوئی، تو کیا بات تھی؟ اللہ کا خوف ذہن میں آیا، تواضع ذہن

میں آئی، حقیقت کی تلاش کی تو راستہ مل گیا، اور راستہ اگر نہ تلاش کرتا تو راستہ نہ ملتا، تو وہ ظلم پر مرتا، بادشاہ تو بن گیا تھا، اور اسی پر زندگی گزارتا، لیکن جہنم میں اس کو جلنا پڑتا، مگر وہ تو دنیا بھی کما لے گیا اور دین بھی کما لے گیا، اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہو گئے۔

اللہ تعالی سے ہم دین و دنیا کی بھلائی مانگیں

اگر ہم لوگ بھی سیدھا راستہ تلاش کریں تو انشاء اللہ! اللہ کے لطف و مہربانی سے کوئی بعید نہیں کہ وہ ہماری دنیا بھی اچھی کرے گا اور آخرت بھی، یہ پیغام اللہ تبارک وتعالی نے ہم کو قرآن کریم کے اندر عطا فرمایا کہ "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَّفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"(۱) یہ دعا مانگو اللہ تعالی سے، یا اللہ ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما، دونوں جہاں میں کامیابی عطا فرما، یہ نہ کہو کہ یا اللہ یہاں جیسی کیسی کٹ رہی ہے، کٹنے دو، آخرت میں نواز دے، ہم یہ دعا کریں، ہمیں اسلام نے یہ تعلیم دی ہے، ہمیں قرآن نے یہ تعلیم دی ہے، یہاں بھی اچھائی اور بھلائی مانگیں اور وہاں بھی اچھائی اور بھلائی مانگیں، اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ یہاں بھی نواز دے وہاں بھی نواز دے، اللہ تبارک وتعالی اس طریقہ سے نوازتا ہے۔

انسان پانی کا بلبلہ ہے

میرے دوستو! میرے بزرگو، ہمیں اپنی زندگی کو بنانے کیلئے اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوگا، اپنے عجب پر کنٹرول کرنا ہوگا، اپنی نگاہوں پر، اپنے دل پر، اپنی زندگی پر، اپنے اعمال پر کنٹرول کرنا ہوگا، ہم سب کو اپنی حقیقت معلوم ہے، کیا ہے ہماری حقیقت؟ انسان پانی کا بلبلہ ہے، کس وقت پھوٹ جائے کچھ پتہ نہیں، جس کے بارے میں ہم سنتے ہیں، کہ وہ چلے گئے، بس تھوڑا سا یہ کہتے ہیں کہ اچھا وہ چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر بھول بھلیاں ہو جاتے

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

ہیں، مٹ مٹا جاتے ہیں، کوئی تھا یا نہیں تھا، بیوی کتنے دن روئے گی، پھر بھول بھلیاں ہوجائیں گے، بچے کتنے دن ذہن میں رکھیں گے؟ بھول بھلیاں ہوجائیں گے، آل اولاد کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گی، مٹ جائیں گے، تو پہلے ہی ہم اپنی کیفیت ایسی بنائیں، اپنی زندگی کو ایسی بنائیں کہ سب بھول کر بھی زندہ رہیں، تب ہی رہیں گے اگر ہم نے تواضع کا راستہ اختیار کیا، جیسے ہم نے جتنے بزرگوں کے واقعات سنائے ہیں، اللہ تعالی نے ان کو قبروں میں ڈال دیا ہے، وہ قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، لیکن ان کے نام آج دنیا میں روشن ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھا نہیں ہے، اپنے کو حقیر سمجھا ہے، معمولی سمجھا ہے، تو ہمیں تواضع اختیار کرنی چاہئے، اور اللہ کی جو نعمتیں ہیں ان پر شکر ادا کرنا چاہئے، اللہ بڑا کریم ہے، اللہ بڑا نوازنے والا ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حقیقی تواضع عطا فرمائے۔

اگر ہم حقیقی مسلمان بن جائیں تو......؟

اللہ تبارک وتعالی ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بنائے، ہم نام کے مسلمان ہیں، حقیقت میں کام کے مسلمان نہیں ہیں، ہم لوگوں کے اندر عمل نام کی کوئی چیز نہیں ہے، صرف ہمارا کرتا، پائجامہ ہے، ظاہری لباس مسلمانوں جیسا ہے، اس میں کچھ نہیں ہے، نام ہمارا عبداللہ، عبدالرحمٰن، شکیل جمیل ہے، یہ سب نام ہمارے ہیں، حقیقت میں اگر ہمارے اندر سچا ایمان آجائے تو ہماری زندگی کو دیکھ دیکھ کر کافر لوگ مسلمان ہوجائیں گے، ہماری بات سن سن کر پرندے رک جائیں، حقیقت میں ہم لوگوں کے اندر سچائی نہیں ہے، حقیقت میں ہم لوگوں کے اندر تواضع نہیں ہے، اور ایمان کی جو اصل روح ہے، وہ ہمارے اندر نہیں ہے؛ لیکن مایوس نہیں ہونا چاہئے، ہم کوشش کریں گے تو اب بھی اللہ تبارک وتعالی ہمارے اندر وہ روح وہ طاقت وہ اسپرٹ پیدا فرمادے گا اور وہ حقیقی چیز پیدا فرمادے گا، تھوڑی سی کوشش کرنے کی ضرورت ہے، چاہتے تو ہم سب ہیں، کہ بس اللہ تعالی ہمیں سیدھا جنت میں پہنچادے۔

جنت میں جانے کیلئے بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے

لیکن اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ جو مومن ہیں، جو ایمان لائے ہیں، کیا وہ چاہتے ہیں کہ وہ آزمائے نہ جائیں اور سیدھے جنت میں چلے جائیں، ضرور آزمائے جائیں گے، محنتیں کرنی پڑیں گی، مجاہدے آئیں گے، دقتیں آئیں گی: "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ" (۱) کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہوجاؤ گے جنت میں، اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔

جنت اصل میں ڈھانپ دی گئی ہے کانٹوں سے، جیسا کہ پھول توڑنے کیلئے ہاتھ بچا بچا کے کوشش کرتے ہیں کہ ہاتھ میں کانٹا نہ چبھے تب گلاب کا پھول ہمارے ہاتھ میں آتا ہے، تو جنت کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں گھاٹیوں سے، وادیوں سے، گڑھوں سے، ناہموار راستوں سے، کانٹوں سے اور گناہوں کے کاموں سے بچ کر ہر ایسی چیز سے بچ کر جس سے جسم میں تکلیف ہوسکتی ہے، سیدھا سیدھا چلنا ہے، تو جنت کے راستہ پر پہنچ جائیں گے، اور جہنم کو لپیٹ دیا گیا ہے، خوبصورتیوں سے، پھلواریوں سے، قمقموں سے اور چمکدار چیزوں سے جن کو دیکھ کر آدمی کے منہ میں پانی آجاتا ہے، بے شرمی کی باتوں سے، بے حیائی کی باتوں سے، خوبصورت عورتوں سے اور ایسی چیزوں سے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں، تو وہ خوبصورت چیزوں میں ہے، سب سے زیادہ آدمی اس خوبصورتی کی طرف چلتا ہے تو وہ جہنم میں پہنچتا ہے، اور یہاں تو کانٹوں والا راستہ ہے، بچ بچ کر چلنا ہوتا ہے، اس لئے ایسا انداز اختیار کیا جائے گناہوں سے بچنے کا جیسا کہ کانٹوں سے بچکر پھول توڑا جاتا ہے، بس اللہ تعالی ہمیں ایسی زندگی عطا فرمائے کہ جو تواضع والی ہو اور حقیقی اسلام والی ہو اور ہمیں حقیقی اور سچا مسلمان بنادے۔

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۴۲

اللہ تعالی ذرہ نواز بھی ہے اور بے نیاز بھی

ہر ہفتہ تھوڑی باتیں ہم بتلاتے ہیں، اس میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل ہو گیا تو بڑی کامیابی ہوگی، ایک سال میں جتنی بھی باتیں ہونگی، کسی ایک بات پر بھی عمل ہو گیا تو اللہ بخشش کرنے کے لیے تیار ہے، وہ تو ذرہ نواز ہے، اس کو کچھ پرواہ نہیں ہے، ہماری زندگی کی، اس کو پرواہ نہیں ہماری اولاد کی، ہمارے ملک وملت کی، اور کوئی پرواہ نہیں ہماری بڑی سے بڑی طاقت کی، اور بڑے سے بڑے مال ودولت کی، بڑی نمازوں کی، بڑی تہجد کی، اس کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، بس ہماری زندگی میں ایک بھی عمل ایسا ہو جائے، جو کریم آقا کو پسند آجائے، کوشش تو ہمیں کرنی ہے، کیونکہ کیا معلوم کونسا عمل قبول ہو جائے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی عمل قبول ہوگا، اور نہ ہمارے پاس کوئی ایسا تھرمامیٹر ہے، ہمیں تو کوشش کرنی ہے اور اگر ہم کوشش کر رہے ہیں، تو یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی توفیق سے ہے، اگر ہم نے ایک وقت کی نماز پڑھی اور پھر دوسرے وقت کی نماز پڑھ رہے ہیں، تو یہ اللہ کی توفیق ہے، ورنہ اگر وہ چاہتا تو ایک وقت کی پڑھا کر بستر میں سلا دیتا، کسی کام میں لگا دیتا، اگر ہم نے ذکر کیا ہے، اور ذکر کے بعد دوسری مرتبہ توفیق مل رہی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ ذکر قبول ہے، اور اگر ہم کسی دینی مجلس میں آرہے ہیں، ایک مرتبہ آنے کے بعد دوبارہ توفیق ہو رہی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں ہمارا یہ عمل قبول ہے، ورنہ تو ایک مرتبہ آنے کے بعد طبیعت اکتا جاتی، اگر اللہ توفیق دے رہا ہے، تو سمجھو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی طرف سے آپ کو قبولیت کا مقام مل رہا ہے، اور اللہ کی طرف سے آپ کے ذہنوں میں یہ ڈالا جا رہا ہے کہ نہیں یہ راستہ صحیح ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں تواضع والا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سچا پکا مسلمان بنائے۔

اللہ تعالی نفع پہنچانے والوں کو باقی رکھتا ہے

یہ تقریر ۲۷ رفروری ۲۰۱۱ء جمعہ کے روز مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نفع پہنچانے والوں کو باقی رکھتا ہے

بہترین انسان وہ ہے جو نفع پہنچائے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سب کو کائنات کی نفع رسانی کے لئے پیدا فرمایا ہے، ہم لوگوں میں جس میں بھی فائدہ پہنچانے کی صلاحیت ہے، دنیا کو کچھ دینے کی صلاحیت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو باقی رکھیں گے، اس کے نفع پہنچانے کی وجہ سے، اس کے فائدہ پہنچانے کی وجہ سے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ" (۱) لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچاتا ہو، جس کی ذات سے، جس کی زندگی سے، جس کے عمل سے، جس کے کردار سے، جس کے اخلاق سے، جس کے چال چلن سے، جس کے معاشرہ کے اندر رہنے سے لوگوں کو نفع ہے، لوگوں کو فائدہ ہے، مادی اعتبار سے فائدہ ہے، یا روحانی اعتبار سے فائدہ ہے، یا جس اعتبار سے بھی فائدہ ہے تو وہ سب سے بہترین انسان ہے، سب سے اچھا انسان ہے، اگر اس کے اندر نفع پہنچانے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ انسان ناکارہ ہے، بیکار ہے، وہ دنیا کے اندر ایک بھیڑ ہے، دنیا کے اندر بہت ساری مخلوقات ہے، وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

نفع پہنچانے والوں کو اللہ باقی رکھتا ہے

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر ارشاد فرمایا: "وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ" (۲) جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو دنیا کے اندر باقی رکھتے

(۱) کنز العمال حدیث نمبر ۴۴۱۵۴۔ (۲) سورۂ رعد آیت ۱۷

ہیں، آج کل کوئی صحافی ہو، کوئی لکھنے والا ہو، کوئی مقرر ہو، کوئی گفتگو کرنے والا ہو، کسی بھی انداز پر گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ برا کہتا ہے امریکہ کو، وہ برا کہتا ہے یہودیوں کو، وہ برا کہتا ہے نصرانیوں کو، ٹھیک ہے وہ مغضوب ہیں، وہ ضالین ہیں، وہ گمراہ ہیں، دنیا کو اور دنیا کے انسانوں کو وہ راہ راست سے ہٹانے والے ہیں، اور خود راہ سے ہٹے ہوئے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے اندر نفع پہنچانے کی صلاحیت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آج بھی امریکہ باقی ہے، آج بھی یہود باقی ہیں، آج بھی نصرانی باقی ہیں، کیونکہ وہ اتنی چیزیں بنا رہے ہیں، اتنی ٹیکنیکی چیزیں تیار کر رہے ہیں کہ پوری دنیائے انسانیت کو نفع پہنچ رہا ہے، یہ مائک جس سے میں بات کر رہا ہوں کس کی ایجاد ہے؟ یہ ان لوگوں کی ایجاد ہے، اور جتنی بھی چیزوں سے ہم نفع اٹھا رہے ہیں، موٹر گاڑی ہو، ٹرین ہو، ہوائی جہاز ہو، جس سے جلدی سے جلدی ہم کہیں بھی پہنچ سکتے ہیں، ہمارے گھروں میں فریج ہے، واشنگ مشین (Washing Machine) ہے، اے سی (Air Condition) ہے، کولر (Cooler) ہے، موبائل فون (Mobile phone) ہے، نیٹ (Internet) ہے، یہ سب چیزیں ان لوگوں کی ایجاد کی ہوئی ہیں، جن کو ہم رات دن مہذب انداز میں یا غیر مہذب انداز میں گالیاں دیتے ہیں، یا برا بھلا کہتے ہیں، اللہ نے ان کو باقی رکھا ہے، ان کے نفع پہنچانے کی وجہ سے، ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ اس دنیا میں اس قوم کو جس کے اندر نفع پہنچانے کی صلاحیت نہ ہو، اس قوم کو زیادہ دیر تک باقی نہیں رکھتا، تو اس وقت جو وہ باقی ہیں، اپنے نفع رسانی کی وجہ سے ہیں، اور اپنے فائدہ پہنچانے کی وجہ سے ہیں، وہ لوگ باقی ہیں اپنی حکومتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وسائل اور مادیت کے ساتھ، وہ اس وقت دنیا میں حکمرانی کر رہے ہیں، اور ان کی حکمرانی دلوں پر ہے، ان کی حکمرانی دماغوں پر ہے، اور ان کی حکمرانی عقلوں پر ہے، ان کی حکمرانی تعلیم گاہوں پر ہے، بلکہ ان کی حکمرانی زندگی کے ہر شعبہ میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نفع پہنچا رہے ہیں، چنانچہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا، جو بھی نفع پہنچانے کے سلسلہ میں کسی

طرح کی جدوجہد کرے گا، محنت کرے گا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو باقی رکھیں گے۔

نفع پہنچانے کا جذبہ پیدا کرو

میرے دوستو! اور میرے ایمانی بھائیو! اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرو کہ اپنی زندگی سے، اپنے رہنے سے آپ لوگوں کو نفع پہنچاؤ، اپنے محلّہ والوں کو، اپنے پڑوس والوں کو، اپنے قصبہ اور گاؤں والوں کو، اپنے خاندان والوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنے بڑوں کو اگر تم نفع پہنچا سکتے ہو، تو تم باقی رہو گے، اور اگر نفع نہیں پہنچاؤ گے تو ایسے ہی مٹ جاؤ گے، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ گدھے کے سر سے سینگ غائب، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہٹا دیتا ہے، مٹا دیتا ہے، تو نفع پہنچانے کی صلاحیت رکھئے، نفع پہنچایئے، اگر نفع نہیں پہنچا سکتے تو ضرر بھی نہ پہنچایئے، ہم لوگ کیا کرتے ہیں، نفع تو دور کی بات، ضرر پہنچاتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر اس کا فیصلہ کیا ہے کہ جو نفع پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، خود اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ختم کردیتا ہے، بہت سے لوگ دوسروں کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوسرے خاندانوں کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خود مٹ جاتے ہیں، ان کو پتہ بھی نہیں چلتا، دوسروں کے لئے گڈھے کھودتے ہیں، اور وہ اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھوں میں خود دفن ہوجاتے ہیں، ایسا دنیا میں چلتا آرہا ہے، اور یہ دنیا کا نظام ہے، اور یہ سب فیصلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

دوسروں کے چراغ کو روشن کیجئے

میں آپ سے عرض کررہا ہوں، یہ اسلامی تعلیم ہے، قرآن کی تعلیم ہے، آپ اپنے محلّہ میں، آپ اپنے خاندان میں یہ کوشش کیجئے کہ آپ کی ذات سے سب کو نفع پہنچے، آپ کے خاندان والوں کو بھی نفع پہنچے، آپ کے محلّہ والوں کو بھی نفع پہنچے، جس اعتبار سے آپ لوگوں کو نفع پہنچا سکتے ہیں، جس اعتبار سے بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، میٹھی بات بول کر فائدہ پہنچا سکتے

ہیں، اچھا مشورہ دے کر فائدہ پہنچا سکتے ہیں، کسی کی مدد کرکے فائدہ پہنچا سکتے ہیں، کسی کو کسی بھی انداز سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں، یہ کوشش کیجئے، دوسرے کے چراغ کو جلانے کی کوشش کیجئے، یہ نہ کیجئے کہ دوسرے کا چراغ بجھ جائے اور میرا چراغ جل جائے، اپنا جلے نہ جلے، ٹھیک ہے، اپنا جلانے کی تو سب کوشش کرتے ہیں لیکن: ؎

مرنا بھلا اس کا کیا جو جیئے اپنے لئے ❁ جینا بھلا اس کا جو مرے دوسروں کیلئے

تو ایسا کرنا چاہئے، دوسروں کے لئے جینا چاہئے، قوموں کے اندر اور تاریخ کے اندر جو دوسروں کے لئے مرے ہیں، اللہ نے ان کو زندہ رکھا ہے، اور جو اپنے لئے جیئے ہیں وہ مرگئے ہیں، مٹ مٹا گئے ہیں اور ان کی داستان بھی نہ رہی داستانوں میں۔

اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ معاشرے کو سنواریں

دوستو! ہم یہ کوشش کریں کہ اپنی ذات سے، اپنے کردار سے، اپنے محلّہ میں، اپنے معاشرہ میں، ہم کسی کو ضرر نہیں پہنچائیں گے، کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، کسی کے بارے میں غلط نہیں سوچیں گے، یہ اپنے ذہن ودماغ میں بٹھالیجئے، اگر نفع نہیں پہنچا سکتے تو ضرر بھی نہیں پہنچائیں گے، کسی کے بارے میں غلط نہیں سوچیں گے، کوشش کریں کہ انشاء اللہ ہم نفع پہنچائیں گے، اپنے مکان سے، اپنی دوکان سے، اپنے بزنس سے، اپنی تجارت سے، اپنے کھیت سے، اپنے چال چلن سے، اپنی گفتگو سے، اپنے کردار سے، اپنے اخلاق سے پورے معاشرہ کو ہم ضرور سنواریں گے، پورے معاشرہ کو فائدہ پہنچائیں گے، ہماری ذات سے کسی کو نقصان نہ ہو، ہماری بات سے کسی کو تکلیف نہ ہو، ہمارے انداز گفتگو سے، ہمارے رہنے سہنے سے کسی کو تکلیف نہ ہو، یہ کوشش کرنی چاہئے، اگر یہ کوشش کریں گے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اندر نفع پہنچانے کے گر اور نفع پہنچانے کی صلاحیت پیدا کردے گا اور جب یہ چیزیں ہمارے اندر پیدا ہوجائیں گی تو معاشرہ سنور جائے گا۔

خیر کے کام کرنیوالوں کا نام زندہ رکھا جاتا ہے

اللہ تعالی ہمارے زندہ رہنے کے اور ہمارے باقی رہنے کے سسٹم بنائے گا، اور ایسے انتظامات کرے گا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے، ہم مر جائیں گے، لیکن پھر بھی ہم زندہ رہیں گے، کتنے لوگ مر چکے ہیں، قبروں میں دفن ہو چکے ہیں، لیکن ان کا نام انکے کام کی وجہ سے، ان کے نفع پہنچانے کی وجہ سے آج بھی زندہ ہے، ہزاروں سال گزر چکے ہیں، آج ہم ان کا نام لیتے ہیں، حاتم طائی کتنے سال پہلے گزرا؟ ہزاروں سال پہلے، اسلام سے بھی پہلے، وہ خیر کا کام کرتا تھا، لوگوں کو نفع پہنچاتا تھا، آج دیہات میں، پڑھے لکھوں میں، ان پڑھوں میں سب میں اس کی مثال دی جاتی ہے، اس کا نام لیا جاتا ہے، کہ بھائی یہ اس زمانے کا حاتم طائی ہے، جس نے بھی اچھا کام کیا، کوئی اچھی گفتگو کرنے والا ہوتا ہے، اس کا بھی نام لیا جاتا ہے، ہر جگہ نام لیتے ہیں، کوئی اچھا مشورہ دینے والا تھا، کوئی عقلمندی کے کام کرنے والا تھا، اس کا نام روشن ہے، چاہے وہ انگریز ہو، اسلامی ہو، غیر اسلامی ہو، مشرک ہو، کوئی بھی ہو، جس کے اندر نفع پہنچانے کی ہر زمانہ میں صلاحیت رہی ہے، اور اس نے نفع پہنچایا ہے تو آج بھی دنیا میں اس کا نام روشن ہے، وہ زندہ ہے گو کہ وہ مر چکا ہے، مگر اپنے عمل سے، اپنے کردار سے اور اپنی نفع رسانی کی وجہ سے زندہ ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو نفع پہنچانے والا بنائے

دوستو! ذہن میں بٹھا لو کہ ہمیں انشاء اللہ لوگوں کو ہر اعتبار سے نفع پہنچانا ہے، کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہم کو نفع پہنچانے کی صلاحیت عطا فرمائے، اور نفع پہنچانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، ہم پوری ملت کو، پوری قوم کو، پورے ملک کو فائدہ پہنچائیں، ہمیں اپنے معاشرہ کے اندر، اپنے خاندان کے اندر، اپنے قصبہ، اپنے گاؤں، اپنے محلّہ کے اندر ہمیں ایسی جرأت اور ہمت عطا فرمائے کہ ہم سب کو نفع پہنچائیں، ہم سب کو فائدہ پہنچائیں، مادی اعتبار سے، روحانی اعتبار سے، جس اعتبار سے بھی ممکن ہو اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین اسوہ ہے

یہ تقریر ۴؍ مارچ ۲۰۱۱ء جمعہ کے روز مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین اسوہ ہے

ہر قوم میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا آیا

اس دنیا کے اندر اللہ تعالی نے پیغمبر بھیجے، نبی بھیجے، رسول بھیجے، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اور اپنے اپنے زمانہ میں حالات کے مطابق لوگوں کو تعلیم دی، لوگوں کو ہدایات دیں، اور زندگی گزارنے کا، معاشرہ میں رہنے کا سلیقہ اور طریقہ بتلایا، تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے، سبھی پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق اللہ تعالی کے احکامات بتلائے "وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ" (۱) کوئی قوم اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں اللہ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہ آیا ہو، ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پیغمبر آئے ہیں، جنہوں نے لوگوں کو اللہ کے احکامات بتلائے، ان کو زندگی گزارنے کے سلیقے اور طریقے بتلائے، کسی نے صبر کے سلسلہ میں، کسی نے ایثار کے سلسلہ میں، کسی نے تقوی کے سلسلہ میں اور کسی نے دوسرے سلسلہ میں نمونے پیش کئے۔

آخری نبی کی چار نمایاں صفات

لیکن آخری پیغمبر جن پر نبوت کی تکمیل ہورہی ہے، جو اللہ کے آخری نبی ہیں، ان کے اندر اللہ تبارک وتعالی نے وہ تمام صفات جمع کردیں تھیں، جو گزشتہ پیغمبروں میں کسی میں ایک، کسی میں دو، کسی میں چند تھیں، چونکہ ان کو ساری کائنات کے انسانوں کیلئے، ساری انسانیت کے لئے نمونہ بنانا تھا، ان کو آئیڈیل (Ideal) بنانا تھا، اور نمونہ اور آئیڈیل وہ ہی بن سکتا ہے جس کے اندر تمام صفات موجود ہوں، ہم تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ادب واحترام کرتے ہیں،

(۱) سورۂ فاطر آیت ۲۴

اور ان کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہیں، لیکن ارشاد خداوندی کے مطابق (تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۱) یہ پیغمبر ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے) ایک دوسرے کی فضیلت و برتری کا بھی اعتراف کرتے ہیں، اس لئے کہ ہر پیغمبر کی تعلیمات وہدایات اور صفات وخصوصیات اور پیغام وقتی تھا، اس لئے وہ چیزیں ان کے دور تک خاص ہیں، لیکن چونکہ پیغمبر اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اور دائمی پیغمبر بنانا تھا اور آپ پوری انسانیت کیلئے اللہ کے آخری نبی تھے، اس لئے آپ کے اندر اللہ نے چار ایسی صفات رکھی ہیں جو کسی پیغمبر اور دنیا کی کسی بھی بڑی شخصیت کے اندر میں نہیں پائی جاتیں، اور وہ چار صفات یا چار شرطیں اللہ کے رسولؐ کی زندگی کے اندر پائی جاتی ہیں، اسی لئے آپ کو دنیائے انسانیت کیلئے اسوہ اور آئیڈیل بنایا ہے، آپ کے اندر تاریخیت بھی ہے، کاملیت بھی ہے، جامعیت بھی ہے، عملیت بھی ہے، یہ چار صفات دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت، دنیا کے بڑے سے بڑے پیغمبر اور دنیا کے کامل سے کامل انسان کے اندر بھی پوری کی پوری نہیں پائی جاتی ہیں، سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور جس کے اندر یہ چار صفات پائی جائیں تو وہ کائنات کا عظیم انسان ہے، اور تحقیق سے یہ بات معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی انسان میں یہ صفات نہیں پائی جاتی۔

حضورؐ کی زندگی میں تاریخیت بھی ہے

اس لئے کہ آپ کے اندر تاریخیت ہے، تاریخیت اس اعتبار سے کہ آپ کی زندگی کا، آپ کی حیات کا اور آپ کی سیرت کا ایک ایک عمل تاریخ میں اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے، اور وہ سب مستند روایات سے منقول ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو چیزیں وجود پزیر ہوئیں، جس طریقہ سے وہ حادث ہوئیں، جس طریقہ سے جو واقعہ پیش آیا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں وہ جوں کا توں محفوظ ہیں۔

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۸۳۔

دوسرے مذاہب کی کوئی تاریخ محفوظ نہیں

دنیا کا قدیم ترین مذہب، برادران وطن کا مذہب ہے، اوران کو دنیا کی قدیم ترین قوم گردانا اور سمجھا جاتا ہے، ان کے یہاں رامائن اورمہا بھارت کے جوا یکٹر ہیں، ان کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ کس دور کے ہیں، کس دور کی کس صدی کے اور کس صدی کے کس سال کے ہیں، تاریخی اعتبار سے اس سلسلہ میں کوئی بھی مضبوط بات محفوظ نہیں، بڑے سے بڑا مؤرخ نہیں بتلاسکتا کہ یہ کب وجود پزیر ہوئے، کب مہا بھارت کا واقعہ پیش آیا، کب رامائن لکھی گئی، کسی کو کچھ معلوم نہیں، حالانکہ ہندوؤں کا یہ سب سے قدیم ترین مذہب ہے اور یہ قوم ہمارے یہاں سب سے قدیم ہے، اسی طریقہ سے گوتم بودھ، جو اپنی قوم کا ہیرو ہے، اپنی قوم کا گرو ہے، اپنے ماننے والوں کا پیشوا ہے، اس کے ماننے والوں کی بھی دنیا میں ایک تعداد موجود ہے، خاص طور سے ایشیاء کا سب سے مشہور مذہب بودھ مت ہے، اورایشیاء کے اندر سب سے زیادہ اس کے متبعین پائے جاتے ہیں، اس کے سلسلہ میں کوئی تاریخ ہم کو نہیں بتلاتی کہ وہ کس زمانہ کا ہے، اندازہ سے لوگوں نے متعین کیا کہ مگدھ دیس کے راجاؤں کا جو زمانہ ہے، اس زمانے میں وہ ہوا ہے، مگدھ دیس کہتے ہیں بہار کو، بہار کی زبان کو اور وہاں کے رہنے والوں کو، اور وہاں کا ایک صوبہ ہے، اس کو مگدھ دیس بولتے ہیں، تو وہاں کے راجاؤں کی جو تاریخ ملتی ہے، اس سے اندازہ کر کے کچھ لوگوں نے متعین کیا، لیکن وہ بھی اندازہ کی حد تک ہے، صحیح تاریخ نہیں معلوم ہوتی، چین کا مشہور مذہب کنفیوشس ہے، اسکے بارے میں بھی کوئی یقینی بات معلوم نہیں ہوتی جبکہ اس کے جاننے والے اور اسکے ماننے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں، مگر تاریخی اعتبار سے اس کی بھی کوئی چیز محفوظ نہیں، صرف دنیا میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی تاریخی شخصیت ہے جس کی ایک ایک ادا، ایک ایک چیز تاریخ میں محفوظ ہے، اس اعتبار سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کامل، اکمل اور مکمل ہیں۔

حضورؐ کی زندگی میں کاملیت بھی ہے

پھر کاملیت جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پائی جارہی ہے، وہ کہیں اور نہیں، یہ قابل تقلید سیرت کا دوسرا اوراہم عنصر ہے جس کو کاملیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی یہ ضروری ہے کہ قابل تقلید شخصیت کی زندگی کے تمام حصے روشن وتاباں ہوں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کی زندگی کہاں تک انسانی رہنمائی کی صلاحیت رکھتی ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علی وسلم نے زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق اور ہر باب سے متعلق ہدایات دیں، تعلیمات پیش فرمائیں اور عمل کر کے دکھایا اور وہ تمام محفوظ ہیں، باقی جتنے بھی پیغمبر دنیا کے اندر آئے ہیں، ان کی زندگی کے اندر کاملیت نہیں پائی جاتی، بودھ مت اور ہندوؤں کی جو رامائن ہے، مہا بھارت ہے، اس میں بھی کاملیت نہیں، اسی طریقہ سے مشہور پیغمبروں میں حضرت موسی علیہ السلام ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، ان کے اندر بھی وہ کاملیت نہیں پائی جاتی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہے؛ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر پہلو محفوظ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لیکر آپ کی وفات اوراس کے بعد کے بھی حالات تاریخ کے سینوں میں محفوظ ہیں، بلکہ ہر اس شخص کی زندگی کے اہم اور ضروری اجزاء بھی تاریخ کا حصہ ہیں، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ورشتہ رہا ہے۔

حضورؐ کی زندگی میں جامعیت بھی ہے

اسی طریقہ سے جامعیت بھی دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں نہیں پائی جاتی، جامعیت بھی ہر اعتبار سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہے، کسی سیرت کے عملی نمونہ بننے کے لئے تیسری شرط جامعیت کی ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ مختلف طبقات انسانی یا ایک فرد انسان کو اپنی ہدایت اور ادائیگی فرض کیلئے جن مثالوں اور نمونوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سب اس مثالی سیرت میں موجود ہوں، اللہ اور بندہ اور پھر بندوں کے مابین حقوق وفرائض اور واجبات

کی تفصیل اورانہیں بخوبی ادا کرنے کا نام مذہب ہے، اب ہر مذہب کے متبعین پر فرض ہے کہ وہ ان حقوق وفرائض کی تفصیلات اپنے اپنے بانیوں یا داعیوں کی سیرت میں تلاش کریں۔

بدھ مت اور جین مت کے پیروؤں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کو تسلیم ہی نہیں کرتے، تو ان کے بانیوں کی زندگیوں میں محبت الٰہی اور توحید پرستی وغیرہ کی تلاش بے سود ہے، البتہ جن مذاہب نے خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کیا ہے، ان کے بانیوں کی زندگیوں میں بھی خدا طلبی کے واقعات مفقود ہیں، یا بہت ہی کم ہیں، توریت کی پانچوں کتابیں یہ نہیں بتاتیں کہ حضرت موسی علیہ السلام کے تعلقات قلبی، اطاعت وعبادت، اور اللہ رب العزت کی صفات کاملہ کی تاثیر ان کے قلب اطہر میں کہاں تک تھی، حقوق اللہ کی ادائیگی میں وہ کس قدر ڈوبے ہوئے تھے، اور حقوق العباد کے سلسلہ میں ان کی کیا ہدایات ہیں، اسی طرح انجیل حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کا آئینہ ہے، لیکن انجیل کی تعلیمات کا لب لباب صرف یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے، لیکن اس کی بھی وضاحت نہیں ہے کہ اس دنیاوی زندگی میں باپ اور بیٹے کے تعلقات کیسے تھے۔

انسان کو معاشرتی زندگی میں عملی نمونہ کے لئے جن اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں اخلاق وعادات، طریق زندگی، آداب معاشرت، حقوق العباد اور حقوق اللہ وغیرہ بنیادی اجزاء ہیں، اور یہی بنیادی اجزاء حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہما السلام کی سوانح عمری سے گم ہیں۔

ایسے ہی حقوق العباد کو لے لیجئے، گوتم بدھ اپنے اہل وعیال، دوست واحباب، حکومت وسلطنت کو چھوڑ کر جنگل چلے گئے، لیکن انکی زندگی کا یہ اہم پہلو ان کے ماننے والوں کیلئے قابل تقلید نہیں بن سکا، ورنہ چین، جاپان، تبت اور برما وغیرہ میں صنعتیں اور دیگر کاروباری مشاغل فوراً بند ہوجاتے اور بجائے آباد شہروں کے صرف سنسان جنگل رہ جاتے، اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کو لے لیجئے، انکے یہاں بھی پوری زندگی کا کوئی تقلیدی عمل محفوظ نہیں، مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہما السلام کی

سیرت اور ان کی پیغمبرانہ زندگی ہر طرح کی حرف گیری سے پاک ومبرا ہے، وہ اللہ کے مقبول محبوب بندے تھے، اور اپنے اپنے وقت میں قابل تقلید نمونہ تھے، مگر آج ان کی سیرت کی کتابیں ان کی زندگی کے اہم اور ضروری ابواب سے خالی ہیں۔

حضورؐ کی زندگی میں عملیت بھی ہے

اور چوتھی چیز عملیت ہے، عملیت کے اعتبار سے دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی، دنیا کا بڑے سے بڑا مفکر، دنیا کا بڑے سے بڑا دانشور، دنیا کا بڑے سے بڑا خردمند اچھے سے اچھے اقوال پیش کرسکتا ہے، اچھی سے اچھی فکر پیش کرسکتا ہے، اچھی سے اچھی باتیں نقل کرسکتا ہے، اور ان کی باتیں اور ان کے اقوال سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہوسکتے ہیں، مگر سو فیصد انکی زندگی میں ان باتوں کا اثر ہوا اور ان پر عمل ہو، ان کی زندگی کے اندر بھی وہ باتیں پائی جاتی ہوں، ایسا ممکن نہیں ہے، اقوال اور باتیں ایک سے ایک آدمی بناسکتا ہے، ایک سے ایک نقل کرسکتا ہے لیکن ان باتوں کا اور ان چیزوں کا جن کا وہ اظہار کرتا ہے، اس کی زندگی میں بھی ان کا نمونہ پایا جائے، ایسا کم ہوتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر ایسے ہیں، جن کی زندگی عملیت کا نمونہ ہے، جو باتیں آپؐ نے ارشاد فرمائیں وہ آپ کی زندگی میں پوری کی پوری ثابت ہیں اور قرآن کریم اس کی تصدیق کرتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی اور آپ کے کردار کی گواہی دیتا ہے "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" تو آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ہم ماننے والے ہیں، ان کی زندگی ہر اعتبار سے ان چاروں شرطوں کے اعتبار سے، تاریخیت کے اعتبار سے، کاملیت کے اعتبار سے، جامعیت کے اعتبار سے اور عملیت کے اعتبار سے محفوظ ہے اور پوری انسانی برادری کے لئے لائق تقلید ہے۔

حضورؐ کی زندگی ہمارے لئے آئیڈیل ہے

آپ کی زندگی پوری انسانی برادری کیلئے اسوہ ہے، نمونہ ہے، آئیڈیل ہے، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی زندگی کے جس گوشے کو بھی لے لیجئے ،تو آپ کو مکمل اور کامل ہی نظر آئے گا، آج ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ان خصوصیات کو بیان کررہے ہیں، جن خصوصیات کے نمونہ کو پوری انسانی برادری کے اندر پیدا ہونے والی بڑی بڑی شخصیتیں، بڑے بڑے انسان پیش کرنے سے قاصر ہیں، جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے پیش کررہی ہے، اور اس کے متعلق اللہ کا آخری کلام جو معجزہ ہے، جو اللہ کا آخری پیغام ہے، اس کے اندر بھی اللہ تعالی اس کے سلسلہ میں گواہی دے رہا ہے "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (۱) کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اندر بہترین نمونہ ہے، آئیڈیل ہے، اور آئیڈیل اور نمونہ ہی شخصیت، وہی ہستی ہوسکتی ہے، جس کی زندگی کے تمام گوشے انسانوں کے سامنے اور لوگوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح واضح ہوں، اور یہ امتیاز پوری انسانی تاریخ میں اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ان کی جو گھریلو زندگی ہے وہ بھی ہمارے سامنے موجود، ان کی اجتماعی زندگی وہ بھی ہمارے سامنے موجود، ان کی انفرادی زندگی وہ بھی ہمارے سامنے موجود، ان کی جنگ وجدال کی زندگی وہ بھی ہمارے سامنے موجود، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بیٹھنا وہ بھی ہمارے سامنے موجود، زندگی کا ایک ایک گوشہ وہ ہمارے سامنے موجود ہے، تو ایسا پیغمبر جس کے اندر یہ کاملیت ہو، یہ جامعیت ہو، وہی کامل ہوسکتا ہے، اور وہی اسوہ ہوسکتا ہے۔

ہر اعتبار سے نبی کی زندگی کی پیروی کریں

اس کی اتباع کرنا، اس کی پیروی کرنا، اس کی اقتدا کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہوتا ہے، اخلاقی اعتبار سے بھی اس کے لئے اس کی اتباع کرنا ضروری اور اہم ہوتا ہے، اس لئے کہ اتباع اسکی کی جاتی ہے، جو ہر اعتبار سے کامل ہو، تو ہم لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

(۱) سورۂ احزاب آیت ۲۱

علیہ وسلم جن کی زندگی ہر اعتبار سے کامل ہے، ان کی زندگی کا اتباع کریں، ہمیں اپنی زندگی کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال کی اتباع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ تمام باتیں اپنی زندگی کے اندر آجائیں، جب ایک ایک عمل پر کوشش کریں گے، تو ہماری زندگی بنتی چلی جائے گی، سب سے پہلے ہمیں اپنے ایمان کو مکمل کرنا ہے، اور ایمان کو مکمل کرنے کے بعد پھر زندگی کے جو اعمال ہیں، چھوٹے چھوٹے اعمال ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کھاتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے چلتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے روزے رکھتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ کیسے رہتے تھے اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان والوں کے ساتھ کیسے رہتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاشرہ میں کیسے رہتے تھے، لوگوں میں کیسے رہتے تھے، اس کی نقل کرنی ہے، ہر اعتبار سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہے، ایک ایک عمل کو تلاش کرکے، پوچھ پوچھ کر معلوم کرنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کیسے کرتے تھے، تجارت میں، زراعت میں، اور اپنی انفرادی زندگی میں اور اجتماعی زندگی میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو تلاش کرکے، معلوم کرکے اس پر عمل کرنا ہے، جب اس پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ ہماری زندگی بھی کامل ہوجائے گی، اور ایسی زندگی ہوگی جو اللہ کو مطلوب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب، جو ہمارے لئے باعث خیر ہوگی اور ہمیں دنیا کے اندر بھی اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے انعامات ملیں گے، اور آنکھ بند ہونے کے بعد آخرت میں بھی اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ہم کو انعامات ملیں گے، اللہ تعالی ہمکو صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زمین وآسمان کو چھ دن میں بنانے کی حکمت

یہ تقریر ۱۱ر مارچ ۲۰۱۱ء جمعہ کے روز مرکزی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

زمین وآسمان کو چھ دن میں بنانے کی حکمت

انسان جلد باز ہے

اس دنیا کے اندر انسان کسی بھی کام کو کرتا ہے، خواہ وہ اپنا دینی کام ہو یا دنیوی کام ہو، وہ بہت جلد اس کے نتیجہ کا منتظر رہتا ہے، اس کے رزلٹ کا اور اس کے فوائد کا انتظار کرتا ہے، یہ انسان کی ایک طبیعت ہے، کیونکہ انسان کو قرآن میں ''عجولاً'' بتایا گیا ہے "وَكَانَ الإِنسَانُ عَجُولاً" (۱) انسان بہت جلد باز ہے، اس کی طبیعت میں جلد بازی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر آسمان وزمین کی تخلیق کو اور کائنات کے بنانے کو بتدریج، آہستہ آہستہ اور کچھ وقت میں مکمل کرنے کو بیان فرمایا، ورنہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ''کن'' کہتا ہے تو "فیکون" وہ چیز ہو جاتی ہے، اللہ حدود کا پابند نہیں ہے، اللہ قیود کا پابند نہیں، اللہ انتظار کا پابند نہیں، بس اس نے ''کن'' کہا ''فیکون'' تو وہ ہو جاتا ہے "وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِّالْبَصَرِ" (۱) اللہ تعالیٰ قرآن میں اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں، کہ ہم کسی چیز کو کرنا چاہتے ہیں، تو وہ پلک جھپکنے میں ہو جاتی ہے، لمحہ کے اندر ہو جاتی ہے، سیکنڈ کے اندر ہو جاتی ہے۔

اللہ نے زمین وآسمان چھ دن میں بنائے

لیکن چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو انسانوں کو تعلیم دینی تھی، اس لئے انسانوں کی طبیعت کو دیکھ کر قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: "إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِىْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" (۲) کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۵۰ (۳) سورۂ اعراف آیت ۵۴

چھ دنوں کے اندر، اگر چاہتا تو ایک دن میں بنا دیتا، لیکن اللہ نے اس کائنات کو، زمین وآسمان کو چھ دن کے اندر پیدا فرمایا، دودن کے اندر زمین کو بنایا "خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ" (۱) جس زمین پر ہم رہتے ہیں، جس زمین پر ہمارے مکانات ہیں، جس زمین پر ہماری ضروریات کی سب چیزیں ہیں، اور جس زمین سے ہمیں شب وروز چوبیس گھنٹہ واسطہ پڑتا ہے، جس زمین سے ہمیں غذائیں حاصل ہوتی ہیں اور جس زمین سے ہمیں زندگی کے تمام وسائل مہیا ہوتے ہیں، اس زمین کو اللہ تبارک وتعالی نے دودن کے اندر پیدا فرمایا "وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ" (۲) اور اسی نے زمین کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور اس کے اندر برکتیں رکھی ہیں اور زمین میں زمین والوں کی کھانے کی چیزیں مقدار معین کے ساتھ رکھ دیں، چار دن میں۔

مطلب یہ ہے کہ پھر اللہ تبارک وتعالی نے دودن میں دریا، پہاڑ، معدنیات اور تمام چیزیں پیدا فرمائیں اور پھر دودن کے اندر اللہ نے آسمانوں کو پیدا کیا، چونکہ پہلے دودن تو اتوار اور پیر ہوگئے، جن کے اندر زمین کو پیدا فرمایا اور پھر منگل اور بدھ کے اندر دوسری تمام چیزیں پہاڑ، دریا یہ سب پیدا فرمائے اور "فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ" (۳) پھر ساتوں آسمانوں کو دودن کے اندر پیدا فرمایا، اور وہ کیا دن ہیں وہ جمعرات اور جمعہ ہیں، بچتا ہے "یوم السبت" سنیچر کا دن، اس کے معنی انقطاع کے آتے ہیں، فراغت کے آتے ہیں، تو چھ دنوں کے اندر اللہ تبارک وتعالی نے ان تمام چیزوں کو پیدا فرمایا جن کا تعلق کائنات سے ہے پھر اللہ تبارک وتعالی عرش پر مستوی ہوگیا، اللہ تبارک وتعالی عرش پر قائم ہوگیا۔

انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں اللہ کی ترتیب

دراصل یہاں بتلانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو بتلایا ہے کہ دیکھئے

(۱) حم سجدہ آیت ۹ (۲) حم سجدہ آیت ۱۰ (۳) حم سجدہ آیت ۱۲

ہمارے اندر طاقت تو یہ ہے، ہماری صلاحیت تو یہ ہے، کہ ہمارا جو معاملہ ہے وہ ایک لمحہ کے اندر ایک پلک جھپکنے کے اندر وجود میں آتا ہے، لیکن پھر بھی ہم نے انسان کو بتدریج آہستہ آہستہ کسی کام کو کرنا سکھایا ہے، تاکہ وہ اطمینان سے کر سکے، سوچ سمجھ کے اور پورے غور وفکر اور تدبر کے ساتھ کر سکے اور اس طرح اس کا مزاج بنے، اب خود انسان کی تخلیق کا اندازہ لگائیے، کیا انسان ایک دم سے پیدا ہو جاتا ہے، نہیں بلکہ نو مہینہ اس کے وجود میں آنے میں لگتے ہیں، انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں اللہ تعالی بیان فرماتا ہے "ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا، فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ" (۱) پھر ہم نے نطفہ کو جمع ہوا خون بنایا، پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنایا، پھر گوشت کے ٹکڑے سے ہم نے ہڈیاں پیدا کی، پھر ہم نے ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری شکل میں بنایا، پھر اللہ کتنا اچھا پیدا کرنے والا بابرکت ہے۔

ہر چیز کی ایک ترتیب ہوتی ہے

تخلیق انسان کی مکمل ایک ترتیب ہے، یعنی اس کے کئی مراحل ہوتے ہیں، اور ہر مرحلہ چالیس دن میں پورا ہوتا ہے، اس طریقہ سے نو مہینہ کے اندر انسان کا وجود ہوتا ہے، پھر یہ پیدا ہونے کے بعد آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، ایک دم سے بڑا نہیں ہوتا، چار پانچ سال تک تو اس کو اپنے ہونے اور نہ ہونے کا پتہ ہی نہیں چلتا، اس کو شعور ہی نہیں ہوتا، آٹھ سال کے بعد شعور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، پھر شعور کی کیفیت کے بعد سیکھنے سکھانے کا مرحلہ آتا ہے، تعلیم حاصل کرتا ہے، یا فنون سیکھتا ہے، یا کوئی صنعت سیکھتا ہے، یا کوئی کاریگری سیکھتا ہے، یہاں تک کہ بیس سال ہو جاتے ہیں بلکہ بائیس تیئس، چوبیس پچیس تک ہو جاتے ہیں، پھر شادی کا مرحلہ ہوتا ہے، پھر اولاد ہوتی ہے، پوتے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ یہ ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا ہے۔

(۱) سورۂ مومنون آیت ۱۴

کسی کام میں جلدی نہیں کرنا چاہئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق کر کے اور خود اس کو ان مختلف مراحل سے گزار کر اس کی طبیعت کے اندر یہ بات ڈال دی کہ دیکھ! کسی بھی کام میں جلدی مت کرنا "اَلتَّأَنِّيْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" جلد بازی شیطان کا کام ہے اور طمانینت، سکون اور اطمینان کے ساتھ کوئی کام کرنا یہ اللہ کی طرف سے ہے، تو اللہ نے ہم کو یہ سبق سکھلایا ہے کہ اپنی زندگی میں تمام کام اطمینان سے، آرام سے کریں جلدی بازی میں کوئی کام نہ کریں، ہم کیا کرتے ہیں؟ کچھ بھی تھوڑا سا کام کر لیتے ہیں، فوراً اس کے نتیجہ کے منتظر ہو جاتے ہیں، ایک صاحب نے دو رکعتیں نماز کی پڑھیں اور وحی کا انتظار کرنے لگا، کہ اب مجھ پر وحی آئے گی گویا کہ اب میں پیغمبر بننے والا ہوں، تو ہم لوگ تھوڑے سے اعمال کرتے ہیں اور انتظار کرنے لگتے ہیں کہ بھائی ہم کو تو نمازیں پڑھتے پڑھتے اتنے دن ہو گئے، کچھ مزہ ہی نہیں آرہا ہے، اللہ کی طرف سے بھی کچھ دھیان نہیں، گھر میں بیماری بھی ہے، کاروبار میں ترقی بھی نہیں، نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، کسی کا بھی تو کچھ نہیں کرتا، اللہ کی عبادت بھی کرتا ہوں، پھر بھی میرے کاروبار میں ترقی نہیں، یہ بات صحیح نہیں، کرتے رہیئے، انشاء اللہ آپ کی عمر چالیس پچاس ساٹھ ستر سال ہے، ایک نہ ایک دن آپ کی محنت کا نتیجہ آپ کو ملے گا، دیر میں ملے گا مگر ملے گا، اللہ کے یہاں جلد بازی نہیں ہے، اطمینان سے ملے گا، چاہے عبادت کرو، زراعت کرو، کاشتکاری کرو، بزنس کرو، تجارت کرو، کچھ بھی کام کرو، ایک دن نتیجہ اس کا ملتا ہے، اور انتظار کرنا پڑتا ہے، کاشتکار جب کھیت میں بیج ڈالتا ہے، تو وہ ایک دن میں تھوڑا ہی تیار ہوتا ہے، کئی مہینہ اس کو لگ جاتے ہیں، کاشتکار صبح ہی صبح روزانہ کھیت میں چکر لگاتا ہے، اور کونپلیں نکلتیں ہیں، وہ کونپلیں نکلتے ہوئے دیکھتا ہے، تو وہ خوش ہوتا ہے، پھر گھر آجاتا ہے، پھر دوسرے دن آتا ہے تھوڑی سی اور اوپر کو ہو جاتی ہے پھر مزید خوش ہوتا ہے، یہاں

تک کہ روزانہ جاتا ہے اور کھیتی دیکھ کر خوش ہوتا ہے، قرآن کریم نے اس واقعہ کو بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے، کہ کاشتکار کیسے اپنی زمین کو دیکھتا ہے اور پھر کیسے خوش ہوتا ہے: "كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" (۱) اس کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ سخت ہو گئی ہے، پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی، جو خوش کرتی ہے کسانوں کو تا کہ اللہ ان کے ذریعہ کافروں کو غصہ دلائے۔

شکر گزاری کا مادہ پیدا کرنا چاہئے

اگر اس کے اندر شکر گزاری کا مادہ ہوتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو باقی رکھتے ہیں اور اگر وہ ناشکری کرتا ہے، تو کیا ہوتا ہے؟ وہ لہلہاتی کھیتی، وہ سرسبز وشاداب، ہری بھری اس کی کھیتی ایک دن ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ "ہباءً منثوراً" ہو جاتی ہے اور ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے تھی ہی نہیں، مثلاً آندھی چلی، طوفان آیا، اولے گرے، برف پڑا، بارش زبردست ہو گئی، وہ ختم ہو جاتی ہے، اور وہ کب ہوتی ہے؟ جب ناشکری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا، جو نو مہینہ میں تیار ہوا، پھر پلا، بڑھا اور پھر جوانی میں مر گیا، اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لے لیا، اللہ تعالیٰ ایسے کرشمہ دکھاتا رہتا ہے، اور یہ کرشمہ دکھا کر انسان کے مزاج کو، انسان کی طبیعت کو ٹٹولتا ہے اور اس کو درس دیتا ہے کہ سیکھ لے، تو انسان کے مزاج کو بنانے کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ترکیب اور ایک سسٹم بنایا ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (۲) اور وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش پانی پر ہے، تاکہ

(۱) سورۂ فتح آیت ۲۹ (۲) سورۂ ہود آیت ۷

101

وہ آزمائے لوگوں کو کہ کون اچھے عمل والا ہے، اللہ تعالی دیکھنا چاہتا ہے کہ کس کا عمل اچھا ہے، کس کا عمل مضبوط ہے، کس کا عمل مکمل ہے، اس لئے کہ جلدی میں معاملات میں غور وفکر نہیں ہوسکتا بلکہ اکثر کام میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔

سب کچھ اللہ کے حوالے کردینا چاہئے

اس لیے تمام انسانوں کو اپنے کسی بھی عمل میں جلد بازی نہ کرنی چاہئے بلکہ کرتے رہنا چاہئے اور ڈرتے رہنا چاہئے، عبادات بھی کرے، اللہ سے مانگے بھی، اللہ دے گا، اور فرض کرلو اگر اللہ سے مانگنا چھوڑ دو، تو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو تلاش کرلو، کسی اور دروازہ کو تلاش کرلو، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی دروازہ ہے ہی نہیں، تو جب اور کوئی دروازہ نہیں تو اللہ ہی کے سامنے عبادت کرنا ہے، اللہ ہی کے سامنے جھکنا ہے، وہی خالق، وہی مالک، وہی اولاد دیگا، وہی بیماری کو دور کرے گا، وہی شفا دے گا، وہی بچہ دے گا، وہی ہماری دکان کو بڑھائے گا، وہی ہمارے گھر کے اندر خیر وبرکت پیدا کرے گا، سارے کام اسی کے حکم سے ہوں گے، یہ کائنات جو اس نے بنائی، بنا کر اس کو اس نے ایسے ہی نہیں چھوڑا، یونہی کسی کے ہاتھ میں نہیں چھوڑا، اگر ہمارے تمہارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم ایک دوسرے کو روٹی بھی نہ دیتے، مگر کائنات کو بنانا، کائنات کے نظام کو چلانا سب اللہ نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، یہ چلتا رہے گا، اور اللہ تعالی بندوں کے امتحانات لیتا رہے گا، اور پھر آنکھ بند ہونے کے بعد سب کے رزلٹ سامنے آجائیں گے، جس کا رزلٹ داہنے ہاتھ میں مل جائے گا وہ کامیاب اور بامراد ہے، اور جس کا رزلٹ بائیں ہاتھ میں ملے گا تو وہ ناکام اور نامراد ہے۔

ہمارا بدلہ آخرت میں ملے گا

ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہم بتدریج آہستہ آہستہ زندگی کے تمام اعمال کو پورا کریں اور

انتظار کریں کہ اللہ کی طرف سے انشاء اللہ ہم کو بدلہ ملے گا، ہماری نماز کا بھی، ہمارے روزہ کا بھی، ہماری زکوۃ کا بھی، ہمارے صدقہ خیرات کا بھی، ہمارے حج کا بھی، ہمارے اچھے کام کرنے کا بھی، برائیوں سے بچنے کا بھی، گناہوں سے رکنے کا بھی اور خیر خواہی کا بھی، معاشرہ میں اچھے انداز سے زندگی گزارنے کا بھی، سب کو اچھا سمجھنے کا بھی، کسی کو تکلیف نہ پہنچانے کا بھی، سب کا بدلہ انشاء اللہ آپ کو مل جائے گا، دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا، بہت سی چیزوں کا بدلہ، جس کو اللہ چاہے گا دنیا ہی میں دے گا، باقی سب چیزوں کا بدلہ آخرت میں انشاء اللہ سب کو مل جائے گا، اللہ تبارک وتعالی ہم کو سچا اور پکا مؤمن اور موحد مسلمان بنائے اور اللہ کے احکامات پر، اللہ کے فیصلوں پر قائم اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

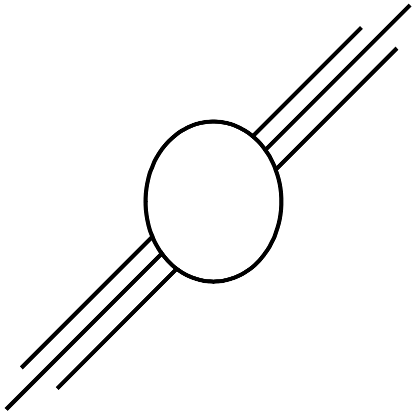

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

یہ تقریر ۱۶/ مارچ ۲۰۱۱ء کو بدھ کے روز بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع سامنے ہوئی تھی۔

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ

اللہ تبارک وتعالی نے ہم کو زندگی گزارنے کا اور رہنے سہنے کا طریقہ بتلایا ہے، اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم وہ طریقے جانیں جن سے ہماری زندگی صحیح طریقے سے گزر سکے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں صحیح طریقہ سے رہیں، چاہے وہ معاشرہ کا تعلق گھریلو زندگی سے ہو، بیوی بچوں سے ہو، یا اپنے محلّہ پڑوس والوں سے ہو، جن لوگوں سے بھی ہمیں واسطہ پڑتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں، اگر ہمارا ان کے ساتھ میں حسن سلوک اور اچھے کردار کا معاملہ ہوگا تو وہ بالیقین ہم سے متأثر ہوں گے، یہی اسلام کی تعلیم، یہی اسلام کا وطیرہ اور یہی سچے پکے مسلمانوں کا طریقہ ہے، ہم لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو کیسے ہنڈل کرنا چاہئے، ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے، کس کو کس طرح زندگی گزارنی چاہئے یہ اہم سوالات ہیں، چونکہ زندگی کے جو صحیح اصول ہیں ان کو ہم اختیار نہیں کرتے، اس لئے بات بات میں اور بار بار کوئی ایسی بات ہوتی رہتی ہے جس سے دلوں کے اندر کدورت، دلوں کے اندر دوریاں پیدا ہوجاتی ہیں، محبت نہیں رہ پاتی۔

مذہب اسلام نے ہمیں کیا طریقہ بتلایا؟

مذہب اسلام ہمیں یہ طریقہ بتلاتا ہے کہ ہماری گھریلو زندگی کے اندر اور معاشرہ کی زندگی کے اندر محبت پیدا ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے گھر سے شروع کرتے ہیں، کیونکہ سب سے زیادہ عمل کی ضرورت ہمیں گھر کے اندر ہے، گھر کے اندر بیوی ہے، اس کے ساتھ

میں کیسا رہنا ہے؟ اس کے ساتھ کیسے معاملہ کرنا ہے؟ سب سے پہلے ہمارا واسطہ اسی سے پڑتا ہے، گھر میں ہم لوگ ذمہ دار ہیں، اس لئے ہم سے تھوڑی سی گڑبڑی بھی ہوتی ہے، اس طرح سے کہ ہم اپنے حقوق تو لینا چاہتے ہیں اور دوسرے کے حقوق کو دینا نہیں چاہتے، مثال کے طور پر بیوی ہے، تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو میرے گھر کی باندی ہے، میرے گھر کی لونڈی ہے، چونکہ وہ میرے نکاح میں آئی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

عورت زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہے

عورت ہماری زندگی کا ایک پہیہ ہے، جس طرح مرد پہیہ ہوتا ہے، ویسے ہی بیوی بھی پہیہ ہوتی ہے، تو جب دونوں پہیے لگے رہیں گے، تو زندگی کا بیلنس برقرار رہے گا، سیدھا رہے گا، اگر کسی ایک میں گڑبڑی ہوگی تو بیلنس گڑبڑ ہو جائے گا اور زندگی کی گاڑی خطرے میں پڑ جائے گی، کبھی بھی گڈھے میں گر سکتی ہے، پلٹ سکتی ہے، اسلئے ہر آدمی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارے، اگر خدانخواستہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک صحیح نہیں ہو پاتا، تو اچھا خاصہ گھر چلتا چلاتا جہنم بن جاتا ہے، عام طور سے اس طرح ہوتا ہے اور صرف تھوڑی سی ناسمجھی اور غفلت کی وجہ سے زندگی کی گاڑی کا بیلنس خراب ہو جاتا ہے اور وہ گڑھے میں گر جاتی ہے، اور بنی بنائی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، اسلئے سب سے پہلے ایک دوسرے کے حقوق کو پہچاننے کی کوشش کریں تو یہ نوبت نہیں آئے گی۔

بیوی کی بدتمیزی پر شیر کی سواری

ابوالحسن خرقانی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا ایک واقعہ ہے، ان کی بیوی انتہائی بدتمیز تھی، نالائق تھی، اس کے اندر حسن اخلاق کی کوئی صفت نہیں پائی جاتی تھی، جب بھی کوئی شخص حضرت سے ملنے ان کے گھر آتا تو وہ بڑی بدتمیزی سے پیش آتی تھی، ایک مرتبہ

کا واقعہ ہے کہ ایک شخص حضرت سے ملنے آیا، گھر کی کنڈی کھٹکھٹائی کہ حضرت سے ملنا ہے، تو اندر سے ڈانٹ پھٹکار کی آواز آئی، بالآخر اس شخص نے کہا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، تو حضرت کی بیوی نے کہا کہ جنگل میں چلے جاؤ یہاں نہیں ہیں، اس شخص نے جنگل کی طرف جا کر دیکھا کہ ایک بزرگ چلے آرہے ہیں اور وہ شیر پر سوار ہیں، انہوں نے حیرت میں کہا کہ یہ تو حضرت آرہے ہیں اور شیر پر سوار ہیں، ان سے سلام مصافحہ ہوا، بتلایا کہ حضرت آپکے گھر آپ سے ملنے گیا تھا ایسا معاملہ پیش آیا، وہ فوراً سمجھ گئے، کہا کہ میری بیوی انتہائی بدتمیز ہے، میں اس کو جھیل رہا ہوں اور اس کی بدتمیزی جھیلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شیر کو میری سواری بنا دیا ہے۔

بیوی کیساتھ حسن سلوک کا بدلہ

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ شیر پر سوار تھے اور ہاتھ میں کوڑے کی جگہ سانپ کو لے رکھا تھا، تو شیر بے چون و چرا ان کو لئے جا رہا تھا، اتنے میں ان سے ملنے کیلئے ایک شخص آیا، وہ دیکھ کر حیران ہو گیا، کہا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے، یہ تو ایک انوکھی بات میں دیکھ رہا ہوں، آپ کو اتنا اونچا مرتبہ کیسے ملا، انہوں نے بتلایا کہ میری بیوی بہت بدتمیز ہے، وہ بات بات پر مجھے کوستی ہے، میں پھر بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، اور اس کی بدتمیزی کو مسلسل جھیل رہا ہوں، کبھی اس بندی کو کچھ نہیں کہتا، اسی کے بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔

اللہ کی بندی کہنے کی وجہ سے بخشش کا پروانہ

ایک بزرگ تھے، وہ اپنی بیوی کی بداخلاقی و بدتمیزی برداشت کرتے رہتے تھے، کبھی اف

تک نہیں کہتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ کھانے کے لئے سالن لا رہی تھی، اتفاق سے وہ سالن اس کے ہاتھ سے گر گیا، اس پر اس بزرگ نے اس کو ڈانٹا نہیں بلکہ یہ کہا کہ بھائی یہ بھی اللہ کی بندی ہے، کوئی بات نہیں، نقصان ہو گیا تو ہونے دو، اللہ کی بندی ہے، اب کچھ دنوں کے بعد بزرگ کا انتقال ہو جاتا ہے، جب انتقال ہوتا ہے تو بعد میں کسی کے خواب میں آتے ہیں، پوچھا کہ بھائی کیسی گزری؟ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ کیا بتلاؤں بس اللہ تبارک وتعالی نے معاف فرما دیا، ویسے تو اللہ تعالی نے میرا کوئی عمل قبول نہیں کیا، صرف ایک بات کہی کہ دیکھو تم نے ہمارے نام کی لاج رکھی، تم نے اپنی بیوی کو ڈانٹا نہیں تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ یہ بھی تو ''اللہ کی بندی ہے'' تو نے میری بندی ہونے کا لحاظ کیا تھا اور اس کو کچھ نہیں کہا تھا، لہٰذا آج میں بھی تجھے اس عمل کی برکت سے بخش دیتا ہوں۔

حضورؐ کا اپنی بیوی کیساتھ محبت سے پیش آنا

اپنی بیویوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے، اپنے اخلاق وکردار کو نبی کے اخلاق وکردار جیسا بنانے کی کوشش کرنا چاہئے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ پیش آتے تھے ویسے ہی پیش آنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کردار سبھی بیویوں کے ساتھ میں عجیب تھا، ایک مرتبہ حضرت عائشہ گھر میں بیٹھی ہوئی پیالہ میں پانی پی رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پہنچے، دیکھا کہ حضرت عائشہ پانی پی رہی ہیں، تو دور سے کہا اے حمیرہ! کیا کر رہی ہو، انہوں نے کہا کہ پانی پی رہی ہوں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے بھی تھوڑا بچا دینا، تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھوڑا سا بچا دیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پانی لیکر پینے لگے، تو رک گئے کہا کہ عائشہ تمہارے ہونٹ کہاں لگے ہوئے تھے، کہاں سے تم پانی پی رہی تھی، تو حضرت عائشہ نے نشاندھی کی کہ یا رسول اللہ! یہاں سے پی رہی تھی، حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے ہونٹ لگا کر پانی پیا، ایک نمونہ پیش کیا امت کے سامنے، یہ اسلامی نمونہ ہے۔

بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم اپنی بیویوں کے منہ میں لقمہ بھی دو تو وہ بھی صدقہ ہے'' اور یہ سنت ہے، اس لئے اس کام کو کرنا چاہئے، کبھی دیدینا بھی چاہئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو، ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے یہاں ہماری بخشش کا یہی ذریعہ بن جائے، ہم یہ نہ سوچیں کہ یہ تو بوڑھی عورت ہے، یہ تو ایسی ہے ویسی ہے، یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک سنت پر عمل کرنے سے کتنے شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، دیکھنے میں تو بات معمولی سی ہے، اور آپ کہیں گے کہ ہمارے پوتے ہیں، ہمارے نواسے ہیں، ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہمارے سفید داڑھی ہے اور یہ کام کر رہے ہیں، میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ قبر میں جاتے جاتے اگر ایک بھی سنت زندہ کی تو اللہ تبارک وتعالی ہم کو بخش دے گا، ہمیں اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ہمارا یہ عمل قبول ہو جائے گا، یہ معمولی معمولی باتیں ہیں، لیکن ہمیں معلوم نہ ہونے کیوجہ سے بڑی بڑی کوتاہیاں ہو جاتیں ہیں، اور اچھا خاصہ موقعہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

ہمارے دونوں کے لئے جنت پکی ہے

ایک آدمی انتہائی کالا کلوٹا تھا، اس کی شادی ایک حسین وجمیل عورت سے ہو گئی، اب عورت خوبصورت اور شوہر کالا کلوٹا، مسئلہ بہت اہم تھا، بیوی بیچاری کیا کرتی بس بیوی نے صبر کیا اور ہمیشہ خوش وخرم رہی، اس طرح شوہر اپنی حسین وجمیل بیوی کو دیکھ کر انتہائی خوش ہوا اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا، زندگی کے ایام یونہی گزرتے چلے گئے، ایک دن بیوی نے شوہر سے کہا کہ تم بھی جنتی ہو اور میں بھی جنتی ہوں، شوہر نے کہا کہ کیا گارنٹی ہے ہمارے اور تمہارے

جنتی ہونے کی، بیوی نے کہا اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو شخص شکر ادا کرتا ہے وہ جنتی ہے اور جو صبر کرتا ہے وہ بھی جنتی ہے، میں چونکہ حسین وجمیل ہوں اور تم کالے کلوٹے ہو، اس پر میں صبر کرتی ہوں اور تم مجھے دیکھ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہو، اس لئے ہم دونوں جنتی ہیں، مجھے اس لئے جنت ملے گی کہ میں تمہیں جھیل رہی ہوں، صبر کر رہی ہوں، میں خوبصورت ہونے کے باوجود تم جیسے کالے کلوٹے کیساتھ رہ رہی ہوں، اس لئے ہمارے دونوں کیلئے جنت پکی۔

بیوی سکون کی چیز ہے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں میں سے جو چیز پسند فرمائی تھی ان میں عورت کو بھی کہا ہے کہ میرے نزدیک عورت بہت پسندیدہ چیز ہے؛ اس سے سکون ملتا ہے، راحت ملتی ہے، تمہاری بیویاں تمہارے لئے سکون کا ذریعہ ہیں، لہٰذا تم ان سے سکون حاصل کرو، لیکن سکون حاصل کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ بیوی سے بس ملاقات کر لی جائے، بلکہ اس کی زندگی کے ہر لمحہ سے، زندگی کے ہر گوشہ سے ہمارے گھر میں آنے سے، ہمارے گھر سے نکلنے سے ہمارے لئے وہ باعث سکون ہو، ایک تو یہ کہ وہ ہماری ضرورت پوری کرتی ہے اور ہم گناہوں سے بچتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت کیساتھ حسن سلوک کی فضیلت بیان کی اور بیوی سے ملنے پر ثواب بیان فرمایا، تو صحابہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہمیں اس میں ثواب ملے گا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس عمل کو غلط جگہ کرو گے تو تمہیں گناہ نہیں ملے گا، کہنے لگے بالکل گناہ ملے گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر صحیح جگہ کرو گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے تم کو بالیقین ثواب ملے گا، تو ہمیں سنت سمجھ کر یہ عمل کرنا ہے، سنت سمجھ کر معاشرہ کے اندر رہنا ہے، تاکہ ہماری زندگی ایک نمونہ بن جائے۔

مجھ سے ایک سنت ادا ہو جائے گی

مولانا احمد علی لاہوریؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا واقعہ ہے، جب وہ دیوبند پڑھتے تھے، پڑھائی کے دوران ان کا نکاح ہو گیا تھا، نکاح کس طرح ہوا؟ وہ اس طرح ہوا کہ ایک بار انہی کے علاقہ کا ایک آدمی اپنی بیٹی کا رشتہ تلاش کرتے کرتے دیوبند آ گیا، اس کو کسی طرح سے معلوم ہوا ہوگا کہ مدرسوں میں اچھے عالم ملتے ہیں، اس لئے وہ دیوبند کے مدرسے میں آ گیا، اس نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ عالم سے ہی کروں گا، چنانچہ وہ کسی طرح دیوبند آ گیا اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے ملاقات کی، ملاقات کرنے کے بعد کہنے لگا کہ حضرت! میری بیٹی جوان ہے، میں چاہتا ہوں کہ کسی اچھے عالم سے، اچھے فاضل سے، اچھے متعلّم سے اس کی شادی کر دوں، حضرت نے کہا کہ بھائی ٹھیک ہے، یہ بات پوچھنے سے تعلق رکھتی ہے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے کہا کہ دیکھو ان بچوں میں سے تمہیں کون جچ رہا ہے، کون اچھا لگ رہا ہے، تو اس شخص کو ایک نوجوان حسین وجمیل اور خوبصورت نظر آیا اور وہ مولانا احمد لاہوریؒ تھے (جو پہلے سکھ تھے، پھر مسلمان ہو گئے تھے) اس آدمی نے کہا کہ یہ بچہ مجھے پسند ہے، کہا ٹھیک ہے، جب تمہیں پسند ہے تو اس سے بات کی جائے گی، اب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے احمد علی سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنا چاہتے ہو؟ کہا حضرت میں تو سکھ گھرانے کا ہوں، مجھ سے کون شادی کرے گا، میرے گھر والے سب کافر ہیں، مجھ اکیلے کو کون لڑکی دے گا، مولانا نے کہا کہ نہیں اگر کوئی دیدے تو تم کر لو گے، کہا جی ہاں! اگر مل جائے تو اچھی بات ہے، نبی کی ایک سنت زندہ ہو جائے گی، میں سنت کا تارک نہ رہوں گا، حضرت نے لڑکی کے والد کو بتلا دیا کہ ٹھیک ہے یہ لڑکا تیار ہے، لیکن یہ تو سکھ ہے، سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے، اس نے کہا کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بس مجھے لڑکا پسند ہے، اس کے ساتھ ہی کروں گا۔

مولانا احمد علی لاہوری کی سادگی

اب اگلے دن نکاح دیوبند ہی میں ہونا تھا، احمد علی لاہوری اتنے سادہ تھے، ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ شادی کے دن ان کے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا تھا اور وہ بھی گندا ہو رہا تھا، جب ساتھیوں کو معلوم ہوا کہ احمد علی کی شادی ہے اور اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں، چلو ان سے کہیں گے کہ بازار سے چل کر کپڑے خرید لائیں، چنانچہ سب ساتھیوں نے آ کر کہا کہ تمہاری شادی ہے اور تمہارے پاس کپڑے نہیں ہیں، چلو بازار سے کپڑے خرید کر لاتے ہیں، احمد علی نے کہا بھائی میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں، کپڑے کیسے لائیں، ساتھیوں نے کہا کسی سے لے لیں، احمد علی بولے میں کسی سے مانگ بھی نہیں سکتا، مجھے شرم آتی ہے، ساتھیوں نے کہا کہ کم از کم ان ہی کپڑوں کو دھو لیجئے، ساتھیوں کے کہنے کی وجہ سے کپڑے دھل لئے، اب سردی کا زمانہ تھا دھوپ نہیں نکل رہی تھی، ساتھیوں نے ان کو چکر میں ڈالا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، شام تک بھی کپڑے نہیں سوکھے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا، تو وہ پریشان ہوگئے کہ اب کیا کریں؟ خیر وہ گیلے ہی پہن کر مسجد میں حاضر ہوگئے، ان کو عجیب سا لگ رہا تھا، لڑکے کہہ رہے تھے کہ بھائی تمہارے خسر کیا کہیں گے، لیکن خسر بھی ایسے تھے جو کپڑے کو نہیں دیکھ رہے تھے، بلکہ احمد علی لاہوری کے ماتھے کی لکیروں سے ان کے روشن مستقبل کو دیکھ رہے تھے، اور اللہ تبارک وتعالی نے یہ چیز ان کے خسر کے ذہن میں ڈال رکھی تھی۔

مجھے تو دنیا ہی میں جنت مل گئی

چنانچہ جب آپ کا نکاح ہوگیا اور نکاح ہونے کے بعد چند ہی دنوں کے بعد رخصتی ہوگئی، رخصتی کے بعد ان کی بیوی ان کے یہاں رہنے لگی، کچھ دن گزرنے کے بعد جب ان کی بیوی

اپنے میکے آئی تو ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا، تو اس لڑکی نے کہا میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی کے یہاں جنت ملے گی؛ لیکن مجھ کو تو دنیا ہی میں جنت مل گئی، یہ لڑکی کے بیان ہیں کہ میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ آخرت میں جنت ملے گی، لیکن اللہ نے مجھ کو دنیا ہی میں جنت دیدی، ایسے انداز سے ان کے ساتھ میں پیش آئے، اور پھر اللہ نے ان کو بڑا مقام عطا فرمایا، مولانا احمد علی لاہوری بڑے مفسر گزرے ہیں، بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد ہوئے ہیں، مولانا علی میاں صاحب جن کا نام آپ لوگوں نے سنا ہوگا چوٹی کے عالم تھے، پوری دنیا کے امام تھے، پوری دنیا کے زبردست عالم تھے وہ بھی مولانا احمد علی لاہوری کے شاگرد تھے، آج بھی لاہور میں ان کی قبر سے خوشبو آرہی ہے، ہم بھی ۲۰۰۰ء میں حضرت کی قبر پر حاضر ہوئے ہیں۔

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیساتھ اچھا ہو

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ" کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ میں بہتر ہو اور "اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ" (۱) اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے زیادہ بہتر ہوں، تو گھر میں پیمانہ یہی ہے، نمونہ یہی ہے، ہم باہر بزرگ بنے پھریں، باہر حضرت بنے پھریں، دوسروں کو اپنی ڈاڑھیوں سے، اپنی ٹوپیوں سے کردار دکھائیں اور ہمارا گھر جہنم بنا رہے، ہمارے گھر کے اندر وہ چیزیں نہیں ہیں، نہ تربیت ہے، نہ اخلاق ہے، نہ کردار ہے، تو پھر ہمارا ظاہری اسلام ہے، دکھاوے کا اسلام ہے، جس کی اللہ کے یہاں کوئی قدر نہیں۔

بیوی کیساتھ محبت سے پیش آؤ

تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ، اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، محبت

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۸۹۵

کے ساتھ پیش آؤ، اگر ہم اس کو پیار دیں گے تو بیوی بھی پیار کرے گی، اس کی برائی کسی دوسرے کے سامنے نہیں کرنی چاہیے، خاص طور سے اس کے میکے والوں کے سامنے نہ کریں، اور بیوی کے میکے والوں کی برائی بھی بیوی کے سامنے نہ کرنا چاہیے، اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف کریں، اگر اتفاق سے کھانے میں نمک کم ہوجائے تو اس کا دل نہ توڑیں، انسان ہی سے غلطی ہوتی ہے، اگر وہ کھانا بنا کر لائی ہے اور اس میں کسی چیز کا نقص اور کمی ہوگئی ہے، تو اس کو برا بھلا نہ کہیں، بلکہ خوبصورت انداز میں یہ کہنا چاہیئے کہ دیکھئے ماشاء اللہ تم اتنے اچھے گھرانہ کی، اور اتنی اچھی ہو، یہ کھانا تمہیں سجتا نہیں، تمہاری شان کے لائق نہیں، تم تو ماشاء اللہ اتنے اعلی خاندان کی، اتنے اچھے گھرانے کی ہو، چاہے وہ کنڈم خاندان کی ہو، خراب گھرانے کی ہو، لیکن دو میٹھے بول جب آپ بولیں گے، تو وہ پھولے نہیں سمائیگی، پھر وہ آپ کے لئے ہر طرح سے تیار رہے گی۔

پیار و محبت سے دوریاں ختم ہوجاتی ہیں

کراچی میں ایک شخص تھے جن کی کئی سال ہوئے شادی ہوگئی تھی لیکن میاں بیوی میں آپس میں ناچاکی اور نااتفاقی رہتی تھی، یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آ گئی، مزے کی بات یہ تھی کہ میاں بیوی ایک بزرگ سے مرید تھے، ایک دن ان دونوں کو خیال آیا کہ جب ہم جدا ہو رہے ہیں تو بزرگ سے ملاقات کر کے ہی علیحدہ ہوں، چنانچہ ایک دن میاں بیوی دونوں بزرگ کے پاس آ گئے، دونوں نے کہا کہ حضرت ہماری زندگی اجیرن ہوگئی، ہمارا نبھانا اب مشکل ہوگیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کردیجئے، اس لئے کہ ہم اب برداشت نہیں کرسکتے، بھائی کیا واقعہ ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان دوریاں بہت بڑھ گئیں ہیں، حضرت نے حالات سمجھ لئے کہ جدائی وتفریق مناسب نہیں، لیکن وہ دونوں اصرار کرتے رہے، تو بزرگ نے کہا کہ ٹھیک ہے، تم مجھے چھ مہینہ کا وقت دو، اور ان کو طریقہ بتلادیا کہ تم اپنی

بیوی کے ساتھ میں ایسا کرو، چونکہ دونوں ملازم پیشہ تھے، دونوں کی اچھی خاصی تنخواہ بھی آتی تھی، تو انہوں نے طریقہ بتلایا کہ تم کو میں چھ مہینہ کا ٹائم دیتا ہوں، چھ مہینہ کے بعد پھر ہم فیصلہ کریں گے؛ لیکن تم کو ایک کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم گھر پر آؤ تو ہنستے ہوئے آؤ، بیوی سے سلام کرو، بیوی کی طرف ہنس کر دیکھو، اس سے بات چیت کرو، یہ عمل کرو، اسکے بعد پھر انشاء اللہ فیصلہ کریں گے، اب چند دن کے بعد جب انہوں نے یہ معاملہ کیا تو وہ دوریاں محبت میں بدل گئیں، ایک مہینہ کے بعد حضرت کے پاس آئے کہا کہ حضرت ہماری زندگی میں تو ایسا مزہ آرہا ہے، آپ نے تو چھ مہینہ کا ٹائم دیا، یہاں تو ایک مہینہ میں ہی انقلاب آ گیا۔

ساس بہو کے لئے ایک نعمت ہے

آج کل کے حالات بہت خراب ہیں، اور دن بدن خراب ہوتے جارہے ہیں، ساس بہو کا جھگڑا دن بدن بڑھتا جارہا ہے، اور یہ مسئلہ اچھے اچھے گھرانوں میں دیکھنے میں آیا ہے، کہ ساس بہو میں لڑائی کا ہونا ایک عام سی بات ہوگئی ہے، کوئی کسی سے کم نہیں، ساس بہو کو برا بھلا کہتی ہے اور بہو اپنی ساس کو الٹی سیدھی سنانے سے نہیں ہچکچاتی، ایک بزرگ کے یہاں اسی طریقہ سے ایک واقعہ پیش آیا، بیوی نے آکر شکایت کی کہ میری ساس بڑی ظالم ہے، ایسی ہے، ویسی ہے، لیکن شوہر تو میرے بہت اچھے ہیں، میں ان سے خوش ہوں، اب وہ بزرگ بھی سمجھدار تھے کہا تمہاری بات ٹھیک ہے، تمہارا گھر بھی ٹھیک ہے، تمہارا شوہر بھی ٹھیک ہے، تم یہ بتلاؤ کہ اگر کوئی آدمی تمہیں کوئی نعمت دے، تو تمہیں کیسا لگے گا، اچھا لگے گا کہ نہیں؟ بیوی نے کہا کہ اچھا لگے گا، تو بزرگ نے کہا کہ تمہاری ساس نے تمہیں اتنا اچھا شوہر دیا ہے، تمہیں بیاہ کرلائی ہے، اس نے تمہیں اتنا اچھا مکان دیا ہے، اس کا تیرے اوپر یہی کیا احسان کم ہے، اگر تیری ساس نہ ہوتی تو یہ خوبصورت اور اچھا شوہر کہاں ملتا، اتنا اچھا مکان کہاں ملتا، اب اس عورت کی عقل کے پردے کھل گئے، اس نے کہا کہ بس میں سمجھ گئی ہوں، اب اطاعت

وفرمانبرداری کی کوشش کروں گی، بعض مرتبہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، آدمی اپنی ہی بات کو حق سمجھتا ہے اور بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، لیکن اگر بات سمجھ میں آجائے تو کتنا بھی اکھڑ دماغ ہو اور کتنا بھی سرکش ہو، دماغ کتنا بھی موٹا ہو، اگر دماغ کے ذرا سے بھی پردے کھل جائیں تو انشاء اللہ بات اثر کرتی ہے۔

زبان کی پاسداری کے نتائج

مولانا لطف اللہ صاحب سہارنپوری، دیوبند میں رہتے تھے، ان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اپنے گھر کی مستورات کو لیکر کہیں جارہے تھے، راستہ میں ایک جگہ چوروں نے ان کو گھیر لیا، مردوں میں اکیلے یہی تھے، بقیہ سب عورتیں تھیں، چوروں نے سامنے آکر کہا کہ ہم مال بھی لوٹیں گے اور عورتوں کی بھی بے عزتی کریں گے، تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے رکو، تم میری بات سنو، مال تو جتنا ہے وہ تو تم کو دیدیتا ہوں، ان عورتوں کے پاس جو زیوارت ہیں وہ سب نکال کر تم کو دیتا ہوں، لیکن ان پردہ نشین عورتوں کو نہ چھیڑا جائے تو بہتر ہے، آپ کو مال کی ضرورت ہے، مال دیتا ہوں، انہوں نے عورتوں سے کہا کہ جس کے پاس ناک میں، کان میں، انگلی میں جو بھی زیور ہیں نکال کر دیدو، اب وہ پانچ چھ عورتیں تھیں، سب نے نکال کر دیدیئے، مولانا نے چوروں سے کہا کہ بھائی سب مال مل گیا، انہوں نے کہا کہ جی مل گیا، مولانا نے کہا ٹھیک ہے جاؤ، اب سارے چور خوشی خوشی چلے، آگے بڑھے، اتنے میں ان عورتوں میں سے ایک لڑکی نے کہا ابا جان! میری یہ ایک انگوٹھی رہ گئی ہے، ہم نہیں دے پائے، لہٰذا چوروں کے قافلہ کو روکو، تو انہوں نے وہ انگوٹھی لی اور ان چوروں کی طرف بھاگے، اب چور بھی ڈرے کہ بھائی اب یہ آرہا ہے، یہ تو ہم ہی کو مارے گا، لیکن انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس نے ہمیں سامان دیا تھا، تو وہ رک گئے کہ دیکھا جائیگا جو کچھ ہوگا، تو مولانا لطف اللہ صاحب نے جاکر ان کو وہ انگوٹھی دیدی اور کہا کہ بھائی چونکہ ہم نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جتنا بھی ہمارے پاس

زیور ہے، مال ہے، وہ سب آپ کو دیدیں گے، ہماری بیٹی کے پاس انگوٹھی چھوٹ گئی تھی، وہ نکال نہ سکی، اس کو لیکر آیا ہوں چونکہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا اس لئے لیکر حاضر ہوا ہوں، اب سارے چور حیرت میں پڑ گئے کہ اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کا اور اپنی زبان کا اتنا لحاظ ہے کہ ایک انگوٹھی رہ گئی تھی، اس کو دینے کے لئے خود آرہے ہیں، اور ہم ہیں کہ ڈاکہ زنی کررہے ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں، چونکہ چور بھی مسلمان تھے، اس لئے حیرت میں پڑ گئے اور اپنے اللہ کو یاد کرلیا، اور سبھوں نے اس کام سے توبہ کی اور کلمہ پڑھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی سمجھ میں یہ بات ڈال دی، اب تک تو یہ چور تھے، مال لوٹ رہے تھے، لیکن ان کی سمجھ میں بات آگئی، ان کی زندگی میں انقلاب آگیا اور یہ کہنے اور سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ دیکھو یہ تو اپنی بات کا کتنا پاس ولحاظ رکھ رہے ہیں، آخر ہم بھی تو اللہ کے بندے ہیں، ہم بھی اللہ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، ہم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں، اور ہم اس بات کا لحاظ نہیں رکھ سکتے، افسوس کی بات ہے، یہ سب سوچنے سے ان کی زندگی میں انقلاب آگیا اور فوراً انہوں نے اپنے اس عمل سے توبہ کی، اور انہوں نے سارا لوٹا ہوا مال واپس کردیا، اللہ تعالیٰ چونکہ ذرہ نواز ہے، وہ تو بخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

ایک چھوٹے سے عمل پر مغفرت کا اعلان

ایک بزرگ ایک دن بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، اتنے میں ان کے قلم پر ایک مکھی آکر بیٹھ گئی، انہوں نے مکھی کو اڑایا نہیں، یونہی ٹھہرے رہے کہ جب تک یہ چوس نہ لے تب تک میں اپنے قلم کو حرکت نہیں دوں گا، ہوسکتا ہے یہ مکھی بھوکی ہو، پیاسی ہو، جب یہ اڑ جائیگی تب لکھنا شروع کروں گا، کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ان کی پیشی ہوئی، تو اس چھوٹے سے عمل سے مغفرت ہوگئی، کچھ دنوں کے بعد یہ بزرگ صاحب کسی کے خواب میں آئے، انہوں نے خواب میں پوچھا بھائی اللہ نے تمہارے ساتھ

کیسا معاملہ کیا ہے، بزرگ نے کہا کہ ٹھیک کیا، وہ کیسے؟ بتلاؤ تو کیا واقعہ پیش آیا، انہوں نے بتلایا کہ اللہ کے یہاں میرا کوئی عمل قبول نہیں ہوا، میں نے پوری زندگی حدیث پڑھائی وہ قبول نہیں، تفسیر پڑھائی وہ بھی قبول نہیں، نماز پڑھی، تہجد پڑھی کوئی چیز قابل قبول نہیں، صرف اللہ نے مجھے بس اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہماری مکھی کے ساتھ میں اچھا سلوک، اچھا معاملہ کیا تھا، ایک مرتبہ تو بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا اور تیرے قلم کے نب پر ہماری ایک مکھی بیٹھ گئی تھی تو نے یہ سوچ کر اس کو اڑایا نہیں تھا کہ مکھی پیاسی ہے، اللہ کی مخلوق ہے، لہٰذا تیرے اس عمل کی وجہ سے کیونکہ تو نے وہ عمل میری رضا کیلئے کیا تھا، لہٰذا اس پر میں تم کو بخشتا ہوں، اللہ تعالی تو بخشنے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ایک زانیہ کی مغفرت

بنی اسرائیل کی ایک عورت کا واقعہ ہے کہ وہ بڑی زانیہ فاحشہ تھی، لیکن مرنے کے بعد اللہ تعالی نے اس کی مغفرت کردی، پتہ چلا کیسے؟ وہ واقعہ مشہور ہے آپ لوگوں نے بھی سنا ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زانیہ فاحشہ عورت نے ایک مرتبہ ایک پیاسے کتے کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا، کنویں سے کسی برتن یا موزے میں پانی لے کر اس کو پلا دیا تھا، وہ اللہ کی ایک مخلوق تھا، اب اللہ تعالی کو یہ بات پسند آئی، اللہ تعالی تو ذرہ نواز ہیں، اگر ہم اہل زمین پر رحم کریں گے، تو اللہ ہم پر رحم فرمائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ" کہ جو بھی کسی پر رحم کرتا ہے اللہ تعالی اس پر رحم کرتا ہے اور "اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ"(۱) تم ان زمین والوں پر رحم کرو، ان کے ساتھ میں اچھا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا، آسمان والا تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، اس زانیہ اور فاحشہ عورت نے اس پیاسے کتے کو پانی پلایا، ادھر اللہ کی رحمت

(۱) ترمذی شریف حدیث ۹۲۴ کتاب البر والصلة

کا دریا جوش میں آیا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

فاطمہ جیسی عورت بننے کی کوشش کرنی چاہئے

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اس طریقہ سے زندگی گزاریں کہ جس سے ظاہر ہو کہ ہم واقعی اللہ والے ہیں، نبی کی صاحبزادی کی طرح رہیں، ان کے عمل کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنائیں، آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی عورتوں کی سردار، ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، کئی دن سے ان کے گھر میں فاقہ ہو رہا تھا، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کہیں سے کچھ کما کر لائے، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دن چار روٹیاں بنائیں، ایک حضرت علی کیلئے، ایک حسن کیلئے، ایک حسین کے لئے اور ایک اپنے لئے، غور کرنے کی بات ہے سب نے اپنی اپنی روٹیاں کھالیں، مگر حضرت فاطمہ نے اپنی روٹی میں سے صرف آدھی روٹی کھائی، اور آدھی روٹی کپڑے میں چھپا کر رکھ لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئی اور کہا کہ ابا جان! یہ میں آپ کے لئے لائی ہوں، آپ اس کو قبول فرمالیں، فرمایا کہ یہ کیا ہے بیٹی؟ کہا کئی دن سے گھر میں فاقے ہو رہے تھے، چولہا نہیں جلا تھا، آج حسنین کے والد گرامی کہیں سے آٹا لائے تھے، اس کی چار روٹیاں بنائی تھیں، میرے حصے میں بھی ایک روٹی آئی تھی مجھ کو خیال ہوا کہ معلوم نہیں میرے ابا جان کس حال میں ہوں گے، اس لئے آدھی روٹی آپ کے لئے لائی ہوں، قربان جائیے اس پیغمبر پر اور اس پیغمبر کی زندگی پر، انہوں نے فرمایا کہ میری بیٹی میں تین دن سے بھوکا ہوں، میری بیٹی تمہارا بہت بہت شکریہ، اللہ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے۔

رسول کی زندگی کو اپنا اسوہ بناؤ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے گھر والوں کی زندگی ایک ایسا نمونہ ہے

جو رہتی دنیا تک ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے، ان کی زندگی کس طرح بسر ہوئی، کیسے کیسے حالات آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی زبان پر حرف شکایت نہیں لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ مہینوں مہینوں گھر پر چولہا نہیں جلا، آپ لوگ تعجب کریں گے، اگر ہم لوگوں کے یہاں ایک دن چولہا نہ جلے، تو شکوہ شکایات اور مرنے کی بات ہونے لگتی ہے، لیکن پیغمبر علیہ السلام کائنات کا وجود جن کی برکت سے ہے، ان کے یہاں مہینوں مہینوں چولہا نہیں جلا، آپ لوگ تعجب کریں گے کہ پھر زندہ کیسے رہے؟ ہلکی پھلکی کھجور کہیں سے مل گئی، یا کہیں سے آگئی اس کو کھالیا، ورنہ تو پیٹ پر پتھر باندھ لیا، پانی پی کر گزر بسر کیا، ایسا نہیں تھا کہ کچھ تھا ہی نہیں، اللہ نے ان کو فرمادیا تھا کہ اے محمد! اگر تم چاہو تو اس احد پہاڑ کو تمہارے لئے سونے کا بنادوں، لیکن ان کو امت کو تعلیم دینی تھی، امت کو بتانا تھا، اس لئے یہ نمونہ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے ہیں، تو اس نمونہ کا ہمیں پاس ولحاظ رکھنا چاہئے۔

مذہب اسلام میں کوئی تفریق نہیں

جرمنی کے ایک آدمی نے اپنا ایک واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے یہ بیان کیا کہ میں جس آفس میں کام کرتا تھا، وہاں کئی کاؤنٹر بنے ہوئے تھے، میرے کاؤنٹر کے برابر میں دوسرے کاؤنٹر پر ایک عیسائی لڑکی کام کرتی تھی، ایک روز جب وہ صبح صبح ڈیوٹی پر آئی تو اس کا چہرہ اداس تھا، میں نے اس سے اداسی کا حال پوچھا کہ بہن کیا بات ہے، آج تو تم بڑی اداس معلوم ہو رہی ہو؟ اس نے کہا کہ میں اداس اس لئے ہوں کہ میں جس مکان میں رہتی ہوں، وہ مکان کرائے کا ہے اور اس کا مالک میرا باپ ہے، وہ مجھ سے ہر مہینہ کرایہ وصول کرتے ہیں لیکن ابھی کچھ دنوں سے زیادہ کرایا مجھ سے وصول کر رہے تھے، اور مجھ سے یہ کہتے تھے کہ اگر تو اتنا کرایہ نہیں دے گی تو دوسرے آدمی کو زیادہ کرائے پر دیدوں گا، میں ان کے کہنے پر کرایا بڑھاتی رہی، لیکن اس مہینہ میں کچھ زیادہ ہی بڑھانے کو کہہ رہے تھے، میں نے انکار کیا، تو وہ

اس گھر کو خالی کرانے پر بضد ہوگئے اور کہا کہ تم سے زیادہ پیسے پر فلاں آدمی سے بات کر چکا ہوں، اس کو مکان کرائے پر دینا ہے، تو میں نے کل پھر دوسرا مکان تلاش کیا، اس مکان میں تبدیل ہونے میں دیر ہوگئی، اس لئے آج تاخیر سے اس حالت میں پہنچی ہوں، میں نے کہا میری بہن تمہارا یہ کیسا مذہب ہے کہ جس میں باپ بیٹی میں تفریق ہے، تمہارا باپ کیسا ہے کہ تم سے کرایا لے رہا ہے، ہمارے مذہب میں تو باپ اپنی بیٹی پر جان چھڑکتا ہے اور بیٹی اپنے باپ کے اوپر جان چھڑکتی ہے، آپ ہمارے نبی کی تعلیم کو پڑھ کر دیکھو تو تمہیں یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گی کہ ایک باپ اپنی بیٹی کے ساتھ کیا کردار ادا کرتا ہے، اور تمہاری تعلیم کا یہ اثر ہے کہ باپ بیٹی میں تفریق کردی، باپ الگ، بیٹی الگ، بیٹا الگ اور ان کی تفریق کا یہ عالم ہے کہ آج جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اپنے بچوں سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔

بوڑھے ماں باپ سرکار کے حوالے

باہر ملکوں میں امریکہ ہو یوروپ ہو، وہاں الگ سے مکان بنے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے یتیم خانے بنے ہوتے ہیں، ان کے یہاں یہ ہوتا ہے کہ باپ بوڑھا ہوگیا، ریٹائیرڈ ہوگیا، امی بوڑھی ہوگئی تو ان کو وہاں سرکاری ہاؤس میں ڈال دیتے ہیں Old House میں ڈال دیتے ہیں، اب گورنمنٹ کی طرف سے ان کو روٹی ملتی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے ان کو رہنا ملتا ہے، وہ آزاد رہتے ہیں، بوڑھوں کو وہاں ڈال دیتے ہیں، اور کبھی کبھی سال میں ایک دو مرتبہ فون کر کے خیریت معلوم کر لیتے ہیں، تو اسی سے وہ خوش ہوتے ہیں، ان کی تعلیم کا اثر یہ ہے اور ہماری تعلیم یہ ہے کہ والدین کے حقوق ادا کرنے ہیں، باپ جنت کا دروازہ ہے اور ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے، تو ہماری تعلیم یہ ہے، ہماری تعلیم کے اندر حسن معاشرت کی ترغیب ہے، پھر اس پر اجر وثواب ہے، تو یہ صرف تعلیم اور ماحول کا فرق ہے۔

ہمارے نبی کا طریقہ کچھ اور ہی ہے

ام جمیل کا نام آپ نے سنا ہوگا کہ مکہ میں ایک بوڑھی عورت تھی، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ کوڑا ڈالتی تھی، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگئی، اس کی طبیعت خراب ہوگئی اور کئی روز سے یہ عمل نہیں ہوا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیکر اس کے گھر گئے، ام جمیل کے دروازہ پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی، ام جمیل اس وقت اپنے گھر میں اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلی تھی، وہ باتیں کر رہی تھیں، تو اس نے کہا بیٹی دیکھو دروازہ پر کون ہے، تو اس نے جا کر دیکھا تو محمد نظر آئے، اندر جا کر ماں سے کہا کہ امی جان وہ تو محمد ہیں، جن پر تو روزانہ کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی، آج تو وہ ماریں گے، تجھ کو بھی ماریں گے اور مجھ کو بھی ماریں گے، آج تو قیامت آگئی، ام جمیل نے کہا کہ کوئی بات نہیں، معافی مانگ لوں گی، اب کیا کر سکتے ہیں، مرد یہاں پر کوئی ہے نہیں ہم ہی دونوں ہیں، ان کو اجازت دیدو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے، ام جمیل نے پوچھا کہ محمد! کیسے آنا ہوا؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل میں تو روزانہ میرے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی، کئی روز سے نہیں ڈالا، میں نے خیریت معلوم کی کہ ام جمیل کئی روز سے نظر نہیں آرہی ہے، معلوم ہوا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے، تمہاری تیمارداری کرنے آیا ہوں، تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، اتنا سننا تھا کہ اس بڑھیا کے ذہن ودماغ کے دریچے کھل گئے، فوراً کہا یا رسول اللہ! میں تو اسلام لاتی ہوں، کلمہ پڑھتی ہوں" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" آپ حقیقی پیغمبر ہیں، میں تو آپ پر ایمان لاتی ہوں۔

اگر تم بیویوں کا خیال کرو گے تو گھر جنت بن جائے گا

ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہماری بیوی صرف ہماری خدمت کرے، ہر طرح سے ہمیں آرام

پہنچائے، مگر ہم اپنی بیویوں کا خیال نہ کریں، تو معاملہ خراب ہو جاتا ہے، اس لئے بیویوں کا جو حق ہے، اس کو ادا کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے، اور یہ ہمارا تمہارا فریضہ بنتا ہے، اگر ان کا خیال رکھو گے تو تمہارا گھر جنت بن جائے گا، چونکہ بیوی تمہارے تابع ہے، اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس پر حکمرانی کریں، اس کا بھی کوئی ہے، ٹھیک ہے وہ اپنے گھر سے آگئی ہے، یہاں پر اس کے بھائی نہیں ہیں، اس کے ابا نہیں ہیں، اس کی اماں نہیں ہے اور اس کے رشتہ دار نہیں، مگر اوپر والا تو ہے، اللہ تو سب کا ہے، وہ سب کا لحاظ کرتا ہے، اس لئے اپنی بیوی کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہئے، اس کے ساتھ اچھے کردار اور اچھے انداز سے پیش آنا چاہئے، قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (۱) کہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، لیکن اگر اپنے اپنے حقوق کو لئے رکھو گے، ان کا خیال نہیں رکھو گے تو دوریاں ہوتی جائیں گی، اور دن بدن خرابیاں ہی پیدا ہوتی چلی جائیں گی، لیکن اگر حسن معاشرت، اچھا کردار پیش کریں گے، اچھے انداز میں رہیں گے تو انشاء اللہ ہماری زندگی میں تبدیلی آجائے گی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

حسن اخلاق سے ہی جیتا جا سکتا ہے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، صحابہ کرام کی جماعت آپ کے اردگرد بیٹھی ہوئی تھی، اتنے میں ایک قبیلہ کا آدمی آیا، اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام نے ہٹانا چاہا، ارے ہٹو اللہ کے گھر میں پیشاب کر رہے ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ابھی ٹھہرو، اس کو مت چھیڑو، کرنے دو اس کو جو کر رہا ہے، یہاں تک کہ اس نے اطمینان وسکون کے ساتھ پیشاب کرلیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محبت اور پیار سے سمجھایا کہ کوئی بات نہیں، تم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ اللہ کا گھر

(۱) سورۂ نساء آیت ۱۹

ہے، اور اللہ عظیم الشان ہے، اس کے گھر میں پیشاب کرنا اچھا نہیں ہے، تم کو معلوم نہیں تھا، کوئی بات نہیں، لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے، تو جب وہ اپنے قبیلہ میں گیا تو خوب زور زور سے، چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ سنو! اے قبیلہ والو! میں محمد کے پاس سے آرہا ہوں، وہ ایسے انسان ہیں، میں نے اتنا بڑا جرم کیا ہے، اللہ کے گھر میں پیشاب کیا، پھر بھی انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا، حالانکہ لوگ مجھے مار سکتے تھے، پیٹ سکتے تھے، لیکن انہوں نے مجھے معاف کر دیا اور کتنے اچھے انداز میں سمجھایا کہ اچھا چلو ٹھیک ہے، اب مت کرنا، یہ اچھی بات نہیں ہے، تو تین سو آدمی اس کے ساتھ آ کر مسلمان ہوئے۔

جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں

جب ہمارے سامنے کوئی بات آتی ہے جو مزاج کے خلاف ہوتی ہے، تو ہم قابو سے باہر ہوجاتے ہیں، ہمارا ٹمپریچر (Temperature) فوراً ہائی ہوجاتا ہے، بعض مرتبہ ذرا سی غلطی پر بڑے خراب واقعات پیش آجاتے ہیں، اس لئے سب سے پہلے سوچیں اور غور کریں، پھر فیصلہ کریں، اس کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں دونوں طریقے سے سوچنا چاہئے، دونوں ناحیہ سے بات کو سمجھنا چاہئے، چاہے وہ بزنس کی بات ہو، گھر کی بات ہو، کھیت کی بات ہو اور آپسی ماحول کی، معاشرہ کی بات ہو، اگر کوئی بات ہوتی ہے تو اس کو دونوں ناحیہ سے سوچیں، اس میں کیا منفی پہلو ہے، کیا مثبت پہلو ہے، کیا اس میں اچھائی ہے اور کیا برائی ہے، اس کے بعد فیصلہ کرو، صرف یہ نہیں کہ جوش آیا اور فوراً معاملہ طے کر دیا، ایسا نہ ہونا چاہئے، اگر ہمارا یہ طریقہ رہا، انشاء اللہ ہماری زندگی میں انقلاب آجائے گا اور ہماری زندگی ایک اچھی زندگی بن جائے گی۔

اپنے گھر میں نبی کی سنت زندہ کیجئے

ہم اپنے گھروں میں نبی کی سنت کو زندہ کریں، نبی کی ایک سنت یہ ہے کہ ہم اپنی بیوی کو

اپنے ہاتھ سے کھلائیں، یہ بھی صدقہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ بیوی کے منھ میں لقمہ دینا بھی صدقہ ہے، یہ اتنی اچھی بات ہے کہ آپ کے گھر کو جنت بنا دے گی، اس طریقہ سے ان کے ساتھ معاملات کرنے چاہئے، اگر ادھر سے کوئی غلطی ہوجائے تو برداشت کرلو، تحمل کرلو، اور یہ سمجھ لو کہ ٹھیک ہے، میں قادر ہوں، ڈانٹ بھی سکتا ہوں، میں مار بھی سکتا ہوں، لیکن یہ اللہ کی بندی ہے، یہ لحاظ کر کے اس کو کچھ نہ کہو، نمک زیادہ ہوگیا، مرچ زیادہ ہوگئی یا کم ہوگئی، یا کھانے میں کوتاہی ہوگئی یا کپڑے دھلنے میں کوتاہی ہوگئی، گھر میں بہت ساری باتیں پیش آجاتی ہیں، ان کو جھیلنا پڑتا ہے، برداشت کرنا پڑتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس پریشانی کے جھیلنے سے اللہ تعالیٰ ہمیں جنت دیدے، اللہ ہم سے راضی ہوجائے، اللہ کے یہاں ہمارا کوئی عمل قبول ہوجائے، تو ہمیں عمل اس طرح کرنا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے، اللہ بڑے بڑے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کو اگر چھوٹے چھوٹے عمل بھی پسند آجائیں تو اس پر بھی ہماری کشتی کو پار کر دیتا ہے، اور ہماری مغفرت کا معاملہ کر دیتا ہے، عمل تو ہم نماز کے، روزہ کے، صدقہ کے کرتے ہیں، کچھ ایسے عمل بھی کریں، جن کو ہم جانیں اور ہمارا رب جانے، نہ ہماری بیوی جانے، نہ ہمارے بچے جانیں اور نہ ہمارے گھر والے جانیں، چپکے سے کریں اور وہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہوسکتے ہیں، خیر کے کام ہوسکتے ہیں، جو بھی کام کیا جائے وہ سوچ سمجھ کر کیا جائے، یہ سوچ کر کہ بس اللہ میرا کوئی عمل نہیں، بس یہ معمولی سا عمل ہے، اس کو میری مغفرت کے لئے خاص فرما، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے گا۔

سب کے حقوق پہچاننے والے بنیں

ہم سب اپنے معاشرہ کے اندر، اپنے گھروں کے اندر، اپنے محلّہ کے اندر، اپنے پڑوس کے اندر پیار اور محبت کی باتیں کرنے والے بنیں اور محبت وسلوک کا معاملہ کرنے والے بنیں، ساتھ ہی ساتھ سب کے الگ الگ حقوق پہچانیں، صرف اپنے حقوق لینے ہی والے

نہیں؛ بلکہ دوسروں کے حقوق کو پہچاننے والے بھی بنیں، بیوی کے حقوق بھی پہچانیں، اولاد کے حقوق کو بھی پہچانیں، ماں باپ کے حقوق بھی پہچانیں، بھائی بہن کے حقوق کو بھی پہچانیں، محلّہ والوں، پڑوس والوں کے حقوق بھی پہچانیں اور پورے معاشرہ کے حقوق کو پہچانیں، تو انشاءاللہ زندگی کا ہر مسئلہ آسانی سے حل ہوجائیگا، دنیا کی ساری الجھنوں سے ہمیں نجات مل جائے گی، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اپنی اپنی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا

یہ تقریر ۲۲/مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا

ہم اپنے معاشرہ میں دیکھتے ہیں، اگر کوئی آدمی کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے، تو اس کو روک دیتے ہیں، کسی کے بچہ کے اوپر کسی نے ظلم کیا ہے تو وہ اس کو پکڑتا ہے، اس سے بدلہ لیتا ہے، اس کو ڈانتا ہے، اگر خاندان کے افراد کے ساتھ دوسرے خاندان کے لوگ زیادتی کرتے ہیں، اس کی زمین کو ہڑپ کرتے ہیں یا اس پر بے جا ظلم کرتے ہیں تو خاندان والے قبیلہ والے اس کی حمایت میں کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اس کی مدد کرتے ہیں، یہ دنیا کا دستور ہے؛ لیکن ایک ایسا بھی دن ہے جہاں پر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا: "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ، لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ، وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ، وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ، أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ" (۱) اس دن ہر شخص بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، ان میں سے ہر شخص کے لئے اس دن ایک فکر ہوگا جو اس کو ہر چیز سے بے پرواہ کردے گا، کچھ چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے ہنسی خوشی، اور کچھ چہرے اس دن (ایسے ہوں گے) کہ ان پر غبار ہوگا، ان پر سیاہی (یعنی ذلت) چھائی ہوئی ہوگی، یہی بدکار کافر ہوں گے۔

ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں ہر ایک کی شان الگ ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا،

(۱) سورۂ عبس آیت ۳۴ تا ۴۲۔

باپ بیٹے کے کام نہیں آئے گا، بیٹا باپ کے کام نہیں آئے گا، بیوی شوہر کے کام نہیں آئے گی، شوہر بیوی کے کام نہیں آئے گا، بھائی بہن کے کام نہیں آئے گا، بہن بھائی کے کام نہیں آئے گی، آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ہر ایک کی اپنی عجیب ہی حالت ہوگی، وہ کونسا دن ہے؟ وہ قیامت کا دن ہے، قیامت کی ہولناکیاں انتہائی خطرناک ہیں۔

قبرستان میں رہ کر بھی قبر کے عذاب سے غافل

ہم یہاں دنیا میں اللہ تعالی کی شان میں بھی گستاخی کردیتے ہیں، اور ایسی ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں کہ (الامان والحفیظ) قبر کا تصور، آخرت کا تصور، حشر اور جزا و سزا کا اور قیامت کا تصور، ان سب کو کھلواڑ سمجھتے ہیں، اور ہنس ہنس کر کہہ دیتے ہیں کہ دیکھا جائے گا، یہاں تک کہ جب قبرستان میں ہوتے ہیں، اگر مردہ رکھنے کے لئے یا قبر کے درست کرنے کے لئے کچھ وقت ہے، چند منٹ کا موقع ہے تو وہاں بھی یہ باتیں ہوتی ہیں، کہ ہاں بھائی کھیت میں کیا بور کھا ہے، گنے کا کیا بھاؤ چل رہا ہے، ابھی معلوم ہے کہ مردہ ہمارے سامنے ہے، دفنایا جانے والا ہے، چند منٹوں بعد اس کی پسلیوں کو قبر پیس دینے والی ہے، ابھی منکر نکیر فرشتے آنے والے ہیں، یہ اب بھی مستی میں ہے، پوچھ رہا ہے کہ ہاں بھائی فلاں معاملہ کیسا ہے، رشتہ داری میں کیا ہو رہا ہے، کھیت میں کیا چل رہا ہے، کمپنی میں کیا ہو رہا ہے، دکان کیسی چل رہی ہے، بزنس کیسا چل رہا ہے، اور غیبت کرنے، اور ایک دوسرے کی برائی کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

قیامت کی ہولناکی سے حضرت عائشہؓ کا رونا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہ جو حضور

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں وہ رو رہی ہیں، آنکھوں میں آنسو ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہ کیا بات "مَا يُبْكِيكِ" آنکھوں میں آنسوں کیوں؟ کیوں رو رہی ہو؟ کیا پریشانی ہے؟ کیا دقت ہے،؟ حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قیامت کا تصور آگیا اور قیامت کا خیال آگیا، قیامت کی ہولناکیاں دل میں آنے لگیں، جہنم کی یاد آگئی ہے، تو اس تصور نے مجھ کو رونے پر مجبور کر دیا کہ اس روز کیا بنے گا، کیا پوزیشن ہوگی اور کیا حالت ہوگی، میرے دوستو! کیا ہم کو بھی کبھی مرنے کے بعد کا خیال آیا ہے، قبر کے گڑھے کا کبھی خیال آیا ہے، کتنے لوگوں کو، کتنے دوستوں کو روز آنہ یا ہفتہ میں ہم دفناتے ہیں، یا مرتے ہوئے دیکھتے ہیں، کبھی خیال آتا ہے؟ نہیں آتا، کیونکہ اپنی رنگ رلیوں میں، اپنی زندگی میں مست ہیں، سوچتے ہیں کہ ابھی تو اسی کا نمبر آیا ہے، ہمارا تھوڑا ہی آیا، ہماری تو ابھی پچاس سال عمر ہوئی ہے، ابھی ساٹھ ہی تو ہوئی ہے، ستر ہونے والی ہے، بوڑھوں کا یہ خیال ہے۔

تین جگہوں پر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ: "فَهَلْ تَذْكُرُونَ اَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یارسول اللہ! اس دن، قیامت کے دن کیا آپ اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا: "أَمَّا فِي مَوَاطِنَ ثَلَاثَةٍ فَلَا، عِنْدَ الْمِيزَانِ وَعِنْدَ تَطَايُرِ الصُّحُفِ فِي الْأَيْدِي وَعِنْدَ الصِّرَاطِ" (۱)۔ جب اعمال تولے جا رہے ہونگے اور جب اعمال ناموں کی فائل ہاتھوں میں دی جا رہی ہوگی اور جب پلصراط سے گزر رہا ہوگا۔

(۱) سنن ابوداؤد حدیث ۳۴۹

پہلی جگہ میزان کے وقت

جب اعمال تولے جا رہے ہوں گے، جب اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا، اس وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، اللہ تعالی اس روز اعمال کے وزن کا نظام قائم کرے گا: "وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ" (۱) اللہ فرما رہے ہیں قرآن کریم میں کہ جب قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے، تو کسی پر ظلم نہیں ہوگا، اگر کسی کے پاس رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی ہوگی، یا برائی ہوگی، اس کا حساب ہوگا، یہاں تک کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کے مارا ہوگا تو اللہ تبارک وتعالی اس سے بھی بدلہ دلوائیں گے، وہاں اعمال تولے جائیں گے، ترازو لگی ہوئی ہوگی، کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا، وہ انصاف کا دن ہوگا، اللہ تعالی "مالك يوم الدين" ہے، یوم جزا کا مالک ہے، وہ دن انصاف کا ہوگا اور کسی پر اللہ تبارک وتعالی ظلم نہیں کریں گے، جس نے بھی اس دنیا میں جو کیا ہوگا، جس کے ساتھ کیا ہوگا، اللہ تبارک وتعالی وہاں اس کو سامنے رکھ دیں گے اور اس کے سامنے پیش کیا جائے گا، تو جب یہ معاملہ ہوگا اور اعمال تولے جا رہے ہوں گے، اس وقت سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کا خیال نہیں کرے گا، ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں، کہیں لڑائی ہو رہی ہو، کہیں کوئی معاملہ ہو رہا ہو، کہیں تفتیش ہو رہی ہو، تو سب کو اپنی فکر ہو جاتی ہے، نفسی نفسی کا معاملہ ہو جاتا ہے، کسی کے ساتھ ذرا سا معاملہ ہو جائے تو فوراً خاندان والے، تعلق والے ایک طرف رفو چکر ہو جاتے ہیں، اگر کسی خاندان پر پولیس کی دابی پڑ جاوے، تو کہتے ہیں کہ یار وہ نہ آجائے، کہیں ہم نہ اس کے چکر میں پکڑے جاویں، تھوڑا سا بھی دنیا میں کچھ ہوتا ہے تو اپنی فکر ہو جاتی ہے، اپنے بیوی بچوں کی فکر ہو جاتی ہے کہ بھائی ہمارا نام نہ آجائے، ہمارا نہ پتہ

(۱) سورۂ انبیاء آیت ۴۷

چل جائے ورنہ ہم بھی پھنس جائیں گے، تو وہاں یہ پوزیشن ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کسی کو کسی کی پرواہ نہیں ہوگی، بلکہ ہر آدمی یہ سوچ رہا ہوگا کہ بس میرا معاملہ جلدی سے ٹھیک ہوجاوے، میرے اعمال کا وزن ہوجائے، لوگ بوگی میں جب گنا لیکر جاتے ہیں اور کانٹے پر بھیڑ لگی ہوئی ہو، تو ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ میری بوگی جلدی تل جائے، حالانکہ یہاں پیسے ملیں گے، کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں اور وہاں تو آر پار کی بات ہے، خطرے کی بات ہے، پھنسیں گے یا بچیں گے، اس وقت ہر ایک کی حالت خراب ہوگی، اس دن کسی کی نہیں چلے گی، ہر ایک کو اپنے اعمال کی فکر ہوگی کہ کاش میرا معاملہ جلدی سے حل ہوجائے اور جلدی سے اس معاملہ سے الگ ہوکر اچھی جگہ چلاؤں، اس وقت یہ پوزیشن ہوگی۔

دوسری جگہ اعمال نامے دینے کے وقت

جس وقت اعمال نامہ دیا جائے گا، اس وقت بھی کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، اس وقت عجیب ہول دلی ہوگی، ہر ایک کا دل کانپ رہا ہوگا، کہ ہماری فائل کس ہاتھ میں دی جائیگی: "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتَابِیَهْ، اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ، فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ، فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ، قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ، وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَهْ" (۱) تو جس کو اس کا نامہ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ لو! میرے اس نامہ اعمال کو پڑھو! بے شک میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ مجھے میرا حساب ملنے والا ہے، پھر وہ خوشگوار زندگی میں ہوگا، اونچی جنت میں ہوگا، جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے، کہا جائے گا کہ تمہیں مبارک ہو، کھاؤ اور پیو، ان اعمال کی وجہ سے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے، اور جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامہ

(۱) سورۂ الحاقہ آیت ۲۳تا۲۵

اعمال نہ ملتا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا، وہ کہے گا کہ لو میری فائل دیکھو! اور وہ خوش ہوگا اور جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جس کی فائل بائیں ہاتھ میں ملے گی، وہ تو تباہ وبرباد ہوجائے گا، اس لئے ہر ایک کو انتظار رہے گا کہ میری فائل مجھ کو کس ہاتھ میں دی جاتی ہے، پیچھے سے دیجاتی ہے، یا آگے سے دیجاتی ہے، دائیں سے دی جاتی ہے یا بائیں سے دی جاتی ہے، ہر ایک دیکھ رہا ہوگا، ہر ایک جھانک رہا ہوگا، اس وقت نہ اپنے خاندان والوں کی پرواہ ہوگی، نہ اپنے بیوی بچوں کی، نہ اپنے عزیز واقرباء کی، حالانکہ وہ سامنے ہی کھڑے ہوں گے: "وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا، یُبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ" (۱) "اور کوئی دوست کسی دوست کو پوچھے گا بھی نہیں، حالانکہ وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ کاش! وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دیدے اپنے بیٹوں کو"۔

"حمیم" کہتے ہیں عربی میں اس کو جس سے خاص تعلق ہو، پکا اور سچا دوست، اور خاندان، عزیز واقارب اور گھر والوں سے زیادہ حمیم کون ہوسکتا ہے، ان سے تو خونی رشتہ ہوتا ہے، خونی رشتوں کے علاوہ جو قریبی ہیں ان کو حمیم کہتے ہیں عربی میں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ وہاں تو حمیم کی خبر نہیں ہوگی، حالانکہ سامنے کھڑا ہوا ہوگا، اس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں، اپنے اعمال کے چکر میں ہونگے کہ میری فائل کس ہاتھ میں ملتی ہے، میرا نامہ اعمال کس ہاتھ میں ملتا ہے، تو اس وقت یہ پوزیشن ہوگی۔

تیسری جگہ پلصراط پر گزرنے کے وقت

جب پلصراط سے لوگ گزر رہے ہوں گے، اس وقت بھی کسی کو کسی کا کوئی دھیان نہ ہوگا،

(۱) سورۂ معارج آیت ۱۰تا۱۱

جہنم کے اوپر جو ایک پل بنایا جائے گا، تمام لوگوں کو اس پر سے گزرنا ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پلصراط سے جتنے بھی لوگ گزریں گے، سب کی الگ الگ پوزیشن ہوگی، اپنے اعمال کے اعتبار سے، اپنے کردار کے اعتبار سے، اپنی نیکی کے اعتبار سے، کچھ لوگ تو وہ ہوں گے جو بالکل بجلی کی طرح گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو ہوا کی طرح گزر جائیں گے، کچھ تیز رفتار سواری کی طرح گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو اونٹ یا گھوڑے کی طرح گزریں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو گرتے پڑتے گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو کٹ چھٹ کر جہنم میں گر جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے نامہ اعمال بالکل خراب ہونگے، تو پل صراط سے تو ہر ایک کو گزرنا ہے، جو بھی انسان ہے، جو بھی جی والا ہے، اس کو گزرنا ہے، اس وقت بھی کسی کا کسی کی طرف دھیان نہیں جائے گا، ہر ایک کی الگ شان ہوگی، تو دوستو! وہ دن ہم سب کے لئے بھی آنا ہے، یہاں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، ان کو معلوم ہے کہ میں حرم محترم میں ہوں، میں نبی کے حرم میں ہوں، اور اپنے بخشے جانے کا بھی یقین ہے، لیکن اس کے باوجود قیامت کا تصور آتے ہی وہ رونے لگتی ہیں، تو ہم لوگ بھی روئیں، ہم بھی فکر کریں اور اپنی زندگی کو بنائیں، ہم سب بھی یاد کریں کہ ہم کو بھی ان مراحل سے گزرنا ہے، اور اس سے پہلے قبر کے گڑھے میں بھی جانا ہے، اور اس سے پہلے مرنا بھی ہے، تو میرے دوستو! ہم لوگ تصور کریں اپنے آخری وقت کا اور اس سے پہلے ہم خیال کریں اپنی زندگی کا۔

اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتیں دی ہیں

اس لئے کہ ایک ایک پائی کا حساب ہوگا، کیونکہ اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، اللہ نے ہمیں آنکھیں دی ہیں، ان کا حساب ہوگا، اللہ نے زبان دی ہے، اس کا حساب ہوگا، اللہ نے کان دیئے ہیں ان کا حساب ہوگا، اللہ نے پیر دئے ہیں ان کا حساب ہوگا، اللہ نے

طاقت دی ہے اس کا حساب ہوگا، اللہ نے زندگی دی ہے، اس کا حساب ہوگا، چاہے پچاس سال کی زندگی دی ہے، ساٹھ سال کی زندگی دی ہے، ستر سال کی زندگی دی ہے، سب کا حساب ہوگا، ہم کسی کو کوئی نعمت، کوئی دولت دیتے ہیں، تو اس سے اس کا حساب لیتے ہیں، تو اللہ نے ہم کو یہ زندگی دی ہے تو کیا وہ ہم سے اس کا حساب نہیں لے گا، اللہ نے ہم کو مال دیا ہے، اس کا بھی حساب لے گا، اللہ نے اولاد دی ہے، نعمتیں دی ہیں، اور جتنی بھی چیزیں دی ہیں، سب کا حساب ہونا ہے، تو ہم کو سب کا صحیح استعمال کرنا ہے، اپنی زندگی کو صحیح استعمال کرنا ہے اور اپنی زندگی کی چیزوں کو اور اللہ کی تمام نعمتوں کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرنا ہے، تا کہ اللہ کے حساب سے اور اللہ کی پکڑ سے بچ جائیں، اس لئے کہ "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ"(۱) اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے، جس کو وہ پکڑ لے پھر اس کو کوئی چھڑانے والا نہیں اور جس کو وہ معاف کرے تو اس کو کوئی پکڑنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور قیامت کی ہولناکیوں سے اور قیامت کی جو خطرناکیاں ہیں اور قیامت کی جو وعیدیں ہیں ان سے بچنے کیلئے اپنی اس زندگی کو صحیح گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) سورۂ بروج آیت ۱۲

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو!

یہ تقریر ۲۹/مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار بنو!

اے لوگو! انصاف قائم کرنے والے بنو

اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کو اس دنیا کے اندر ایک اہم خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو! اے مسلمانو! اللہ کو ایک ماننے والو! انصاف کے علمبردار بن جاؤ، انصاف کی بات کرو، اللہ کے لئے گواہ بن جاؤ، چاہے یہ انصاف اور یہ گواہی خود تمہارے خلاف پڑ جائے، یا جس کے خلاف پڑے وہ خود تمہارے والدین ہوں یا تمہارے رشتہ دار ہوں، بات حق کہو، انصاف کی کہو، منہ دیکھی مت کہو، آج ہمارے معاشرہ میں، ہمارے ماحول میں یہ سب ہو رہا ہے، انصاف نہیں ہو رہا، ظلم ہو رہا ہے، بدعنوانی ہو رہی ہے، بے اصولی ہو رہی ہے، اور انصاف کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، نام انصاف کا، نام عدل کا، نام حق کا، اس کے پس پردہ ناانصافی اور حق کی پامالی، دوسروں پر ظلم وزیادتی، اس کا دور دورہ ہے، ہمارے معاشرہ کے اندر یہ بات عام طور سے پائی جا رہی ہے، کوئی اس کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے: ”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ، وَلَوْعَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ، اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْفَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا، فَلَا تَتَّبِعُوْا الْھَوٰیٓ اَنْ تَعْدِلُوْا، وَاِنْ تَلْوٗآ اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا“۔(۱)

”اے ایمان والو! انصاف کو لیکر کھڑے ہونے والے بن جاؤ، اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ، اگرچہ اپنی جانوں کے خلاف وہ گواہی کیوں نہ ہو یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو، اگر وہ مالدار یا فقیر ہے تو اللہ ان سے زیادہ محبت والا ہے، تو خواہشات

(۱) سورۃ النساء آیت ۱۳۵

کے پیچھے مت پڑو، کہ تم انصاف نہ کرو، اور اگر تم منہ موڑو گے یا اعراض کرو گے تو یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"۔

کسی مفاد کی خاطر جھوٹ مت بولو!

مسلمانو! صاف بات کہو، حق والی کہو، انصاف والی کہو، گواہی اللہ کیلئے دو، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نے کسی کے ساتھ ظلم کیا ہے، اور ہمارے سامنے والے سے، فریق مخالف سے ہماری رشتہ داری ہے، یا ہماری دوستی ہے، یا ہمارا پڑوس ہے، اس سے ہمارا کسی بھی طرح کا مفاد وابستہ ہے، یا اس سے ہمارا کسی بھی طرح کا تعلق ہے، یا وہ طاقتور ہے، یا اس کا جتھا ہے یا اس کا خاندان ہے، یا اس کی کسی بھی طرح کی کوئی پہنچ ہے یا پکڑ ہے، اس سے بچنے کیلئے حق کو چھپا دیتے ہیں اور ناانصافی اور ناحق کی بات کہہ دیتے ہیں، تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے؛ کیونکہ ہم نے دیکھا کہ سامنے والا چودھری ہے، سامنے والا طاقت والا ہے، یا یہ دیکھا کہ سامنے والے سے ہماری کچھ رشتہ داری ہے، یا اقربیت یا عزیزداری کا کوئی معاملہ ہے، تو ہم حق بات کو چھپا دیتے ہیں، ناانصافی کی بات کہہ دیتے ہیں، دیکھنے میں اچھے خاصے ملاجی داڑھی والے، نمازی، حاجی، سب کچھ لیکن جب انصاف کی بات آئی ہے، تو انصاف کے سلسلہ میں ڈنڈی مار دیتے ہیں، اور جھوٹی قسم کھالیتے ہیں، جھوٹی گواہی دیدیتے ہیں، چند ٹکوں کی وجہ سے کوئی معاملہ ہوجائے، عدالت میں جانا پڑجائے، وکیل کو پانچ سو روپئے یا دو ہزار روپئے دئے، یا جیسی اس کی فیس ہے، حق کو ناحق کہلواؤ، جھوٹی بات کو سچ کرادو، جس کا حق ہے، اس حق کو ناحق کرادو، اور جس کا حق نہیں اس کو حق والا بنادو، آج کل یہ سب دنیا میں چلتا ہے۔

اے لوگو! جھوٹے گواہ مت بنو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر اس سلسلہ میں بڑے صاف اور واضح انداز

میں فرمایا: "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ" قوام بن جاؤ، کس چیز کے؟ قسط کے، کس چیز کے؟ انصاف کے، حق کے، صحیح بات کے، عدل کے قوام بن جاؤ، اس کے علمبردار بن جاؤ، اس کی آواز سناؤ، حق کو حق کہو، ناحق کو ناحق کہو، انصاف کی بات کرو، گواہی بھی اللہ کے لئے دو، اللہ ہی کے لئے گواہ بنو "شہداء للہ" اللہ نے کہہ دیا وضاحت کے ساتھ، گواہی چاہے تمہارے نفس کے خلاف پڑ جائے، خود تمہاری جان کے خلاف پڑ جائے لیکن بات حق کہو، آپ تھوڑے سے پھنس جاؤ گے، تھوڑی سی ذلت ہوگی، کہاں؟ سو آدمیوں میں، مظفرآباد کے پچاس آدمیوں میں یا ایک ہزار آدمیوں میں؛ لیکن کل کی بے عزتی، کل کی توہین اور ذلت سے بچ جاؤ گے، جہاں پوری کائنات کی مخلوق جمع ہوگی، وہاں کی توہین، وہاں کی ذلت برداشت نہیں کر پاؤ گے، یہاں مظفرآباد کی یا سو دو سو آدمیوں کی یا رشتہ داروں کی یا خاندان والوں کی ذلت تو برداشت کرلوگے، ایک دو دن منہ چھپالوگے، اگرچہ آپ کو دھمکی بھی مل جائے گی کہ تم نے ہمارے خلاف ایسی بات کہی تم کو نمٹادیا جائے گا، صفحۂ ہستی سے ختم کر دیا جائے گا، تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں، تمہارے بچوں کو یتیم کردیا جائے گا، تمہاری بیوی کو بیوہ کردیا جائے گا، یہ دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں، تھوڑی دیر کے لئے؛ لیکن اگر آپ نے حق بولا، حق بولکر تھوڑا سا تو زور پڑے گا؛ لیکن اللہ کی طرف سے مدد بھی آئے گی، اللہ آپ کا معاون ہوگا، اللہ آپ کا مددگار رہوگا، اللہ آپ کو یہاں کی ذلت سے بھی بچائے گا، جس کو آپ تھوڑی سی دیر کے لئے ذلت سمجھ رہے ہیں، اور آخرت کی ذلت سے بھی بچائے گا، جس کو برداشت کرنے کی کسی کے اندر طاقت نہیں۔

گواہی دینے میں امیر وغریب کو نہ دیکھا جائے

اگرچہ یہ گواہی آپ کے خلاف پڑ جائے "ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین" یا آپ کے والدین کے خلاف پڑ جائے، آپ کے قریب سے قریب رشتہ دار کے خلاف

پڑ جائے "ان یکن غنیا أو فقیراً" یہ نہ دیکھو کہ یہ چودھری صاحب ہیں، مالدار صاحب ہیں، اور یہ بیچارے غریب ہیں، تو کسی کے بھی ساتھ ناانصافی نہیں کرنی، غریب ہے تو اس کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں کرنی چاہئے، کہ بیچارہ کے پاس کچھ ہے نہیں، اس لئے جھوٹ بول دو، نہیں سچ بولو، صحیح گواہی دو، اگر وہ غریب ہے، اگر وہ محتاج ہے تو "فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا" اللہ تبارک وتعالی زیادہ خیر خواہ ہے، آپ لوگوں کی خیر خواہی سے کیا کام چلے گا، ارے اگر وہ غریب ہے، آپ نے اس پر دوسرے کی زمین دبوادی، ایک فٹ، دوفٹ، تو آپ کی خیر خواہی زیادہ دیر تھوڑا ہی چلنے والی ہے چونکہ اللہ تعالی سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔

خواہشات نفس کی پیروی نہ کی جائے

عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جس کا پلڑا بھاری ہوتا ہے، اسی کے حق میں گواہی دی جاتی ہے، جب کہ ایسا کرنا غلط ہے، چونکہ یہ شیطان کی پیروی ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کی پیروی نہ کی جائے "فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى" کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اور نفس کی اتباع نہ کرنا؛ اگر آپ نے شیطان کی اور نفس کی پیروی کی تو کہیں انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے، انصاف کا پلڑا آپ کے ہاتھوں سے نہ چلا جائے، آپ نے ان حالات کو دیکھا، آپ نے اللہ کے حکم کو نہ مانا، اللہ کے پیغام کو نہ سنا، تو اس کا انجام غلط ہوگا۔

گواہی میں حق کا دامن نہ چھوٹنے پائے

جب آپ کو گواہ بنایا جائے تو انصاف سے کام لو، حق بات کو نہ چھپاؤ، کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ اپنے خاندان کی عزت دیکھی، اپنے رشتہ داروں اور محلّہ والوں کی عزت دیکھی تو حق کو چھپایا تو "اِنْ تَعْدِلُوْا" ہوسکتا ہے حق کا دامن آپ کے ہاتھ سے چھوٹ جائے "وَاِنْ تَلْوٗا" اور اگر لگی لپٹی بات کی اور حق سے منھ موڑا "اَوْ تُعْرِضُوْا" یا حق سے اعراض کیا تو اللہ

تبارک وتعالی تمہارے حالات کو دیکھ رہا ہے، تمہارے دلوں کو دیکھ رہا ہے، تمہاری گواہی اور تمہارے انصاف کو دیکھ رہا ہے، تم نے کس ناحیہ سے، کس اعتبار سے، کیا سوچ کر یہ گواہی دی، کیا سوچ کر یہ فیصلہ کیا، تمہارے دلوں کے اندر کیا بات چھپی ہوئی ہے، اللہ تبارک وتعالی اس سے خود باخبر ہے، پھر اللہ تبارک وتعالی جب جس چیز کو دیکھتا ہے، اسکے سلسلہ میں جو فیصلہ کرتا ہے، تو اس کے فیصلے کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے "فَلَا یُقْضٰى عَلَیْهِ" اللہ نے اگر کوئی فیصلہ کر دیا تو اس کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا، دنیا کے تمام فیصلوں کو چیلنج کیا جاسکتا ہے، دنیا کا کتنا ہی بڑا جج اور کتنا ہی بڑا منصف ہو اس کو چیلنج کیا جاسکتا ہے؛ لیکن جس فیصلہ کو اللہ تبارک وتعالی کرے اس کو کوئی بھی طاقت چیلنج نہیں کرسکتی۔

حق بات پر جمے رہو!

میرے دوستو! اور میرے دینی بھائیو! کوشش کرنی ہے کہ بات حق کہیں، بات انصاف کی کریں، ہمارے معاشرہ سے، ہمارے ماحول سے ہماری بستیوں سے اور ہمارے گھروں اور ہمارے خاندان سے انصاف کی اور حق بات کی جو ایک خوبی تھی، جو ایک عادت تھی، جو ایک چلن تھا وہ ختم ہوتا جارہا ہے، ضرورت ہے کہ ہم زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر گوشہ میں اور ہر جگہ پر انصاف کی ترازو کو ہاتھ میں لے کر بیٹھیں اور حق بات کہیں، حق کی گواہی دیں، اور حق بات پر جمے رہیں، ناحق کی گواہی نہ دیں، چند ٹکوں کے بدلے میں اپنی آخرت کو تباہ وبرباد نہ کریں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں صحیح بات کہنے کی اور حقیقت پسندی کی اور انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کے عرش کے سائے میں کون لوگ ہونگے ؟

یہ تقریر ۹/جولائی ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوئی تھی۔

اللہ کے عرش کے سائے میں کون لوگ ہونگے ؟

قیامت کے دن کی خوفناکی

اللہ تبارک وتعالی جب اس کائنات کو ختم کردے گا، تو قیامت قائم ہو جائیگی، قیامت ایک زلزلہ کی شکل میں قائم ہوگی، قیامت کا واقعہ دلوں کو دہلا دینے والا ہوگا، اس وقت انسانوں کی حالت ایسی ہوگی جو بہت ہی عجیب وغریب ہوگی، جس کا منظر خود خدا تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ "اِنَّ زَلْـزَلَةَ السَّـاعَةِ شَیْءٌ عَـظِیْمٌ، یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ، وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارىٰ وَمَاهُمْ بِسُكَارىٰ، وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ" (۱) قیامت کا زلزلہ بڑی عجیب اور بڑی عظیم چیز ہے، جس دن ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو پھینک دے گی، ہر حاملہ عورت اپنے پیٹ کے اندر جو ہے اس سے بے پرواہ ہو جائے گی، اس دن کا منظر بڑا خطرناک ہوگا، اس دن لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو نشہ ہوگا؛ لیکن وہ نشہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ہوگا، جو بہت سخت ہوگا، بہت شدید ہوگا، اس کا بھیانک ہونا، اس کی خطرناکی، اس کی ہیبت ناکی ایسی ہوگی کہ انسان برداشت نہیں کر پائے گا۔

دنیا میں حادثہ کی ہیبت ناکی

دنیا میں اگر کوئی معاملہ ہوجاتا ہے، ذرا سی گھبراہٹ کی کوئی خبر آجاتی ہے، تو لوگ کانپنے لگتے ہیں، انکے کاندھوں، شانوں اور پورے جسم میں کپکپی طاری ہوجاتی ہے، کہیں بم بلاسٹ

(۱) سورۂ حج آیت ۱/۲۔

نہ ہوجائے، کہیں بم پھٹ نہ جائے، لوگ کانپنے لگتے ہیں، اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگنے لگتے ہیں، کرسی چھوڑ کر بھاگتے ہیں، گاڑی چھوڑ کر بھاگتے ہیں، سائیکل چھوڑ کر بھاگتے ہیں کیونکہ اپنی زندگی کی خطرناکی کا مرحلہ سامنے ہوتا ہے، اس لئے سب کے سب بھاگنے لگتے ہیں، افسر کرسی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، ملازم ڈیوٹی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے، کوئی کتنا بھی عظیم کام کررہا ہو چھوڑ کر بھاگنے لگتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔

اس دن عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن عورتوں کی یہ حالت ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو بھول جائیں گی، دنیا میں جو سب سے اہم معاملہ ہوتا ہے، وہ عورتوں کا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچہ کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی اپنی چھاتی سے لگائے رکھتی ہیں، اللہ نے اسی کو تعبیر کیا ہے کہ اس وقت کی پوزیشن ایسی ہوگی کہ ماں اپنے بچے کو چھوڑ کر بھاگے گی، ابھی تو اگر پانی آجائے، آگ لگ جائے تو عورت اپنے بچے کو لیکر بھاگتی ہے، وہ سوچتی ہے کہ میں مرجاؤں؛ لیکن میرا بچہ نہ مرے، چھاتی سے نہیں اتارتی، اس کو اپنے ساتھ لیکر بھاگتی ہے، ایسے ہی اگر کوئی آدمی اس کے بچے کو مارنا چاہتا ہے، تو کہتی ہے کہ تو مجھے ماردے؛ لیکن میرے لاڈلے کو نہ مار، اس دن وہ اس کو بھی چھوڑ دے گی، حاملہ عورت اپنے حمل کو ڈال دے گی، اور لوگوں کی جو پوزیشن ہوگی وہ نشہ کی نہ ہوگی بلکہ اللہ کا جو عذاب ہے، اس کی ہیبت ناکی کی وجہ سے ہوگی جو بہت خطرناک ہوگی۔

قیامت کے دن کی گرمی

جس دن سب لوگ قیامت کے میدان میں جمع ہوں گے، وہ دن بڑا خطرناک اور وحشت ناک ہوگا، اللہ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے: ”فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا“ (۱) کہ تم اس دن کیونکر منکر ہوں گے جب تم دیکھو گے کہ نوجوان بوڑھے ہوجائیں گے، جو بچے ہیں وہ جوان ہوجائیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالی قرآن کریم میں اس منظر کو پیش کرتا ہے کہ وہ دن بڑا سخت ہوگا، جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے:
”تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ“ (۲) جس دن فرشتے اور روح اللہ کے پاس جائیں گے، چڑھیں گے، اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، آپ اندازہ لگائیے، ہم مئی، جون کے اندر گرمی کی شدت کے اندر کچھ وقت کھڑے ہوسکتے ہیں، پیر میں جوتا نہ ہو، سر پر کپڑا نہ ہو، تو حالت خراب ہوجاتی، اور یہاں کی زبان میں نانی دادی یاد آجاتی ہے، اتنی خطرناک ہوتی ہے، تو وہ دن کتنا خطرناک اور عظیم دن ہوگا، اس کی ہمیں پرواہ نہیں ہے، وہ دن ہم سب کو جھیلنا ہے، سب لوگ خطرہ میں ہوں گے اور سب لوگوں کو وہ دن جھیلنا پڑے گا، لیکن کچھ لوگ اس سے بچ جائیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰى ظِلِّ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ“ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں کون لوگ سبقت کرنے والے ہوں گے، ان لوگوں کو جلدی سے وہاں موقع ملے گا، جب سورج کی شدت ہوگی، سورج قریب ترین ہوگا، دماغ ہانڈیوں کی طرح کھول رہے ہوں گے، اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ پیروں تک ہوگا، کسی کا پسینہ پیٹ تک ہوگا، اور یہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کا پسینہ منہ تک ہوگا کہ وہ شرابور ہوگا، اور اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، یقیناً وہ ایک عظیم دن ہوگا، مزید یہ بھی کہ اوپر سے آفتاب کی شدت ہوگی، اور زمین تانبے کی ہوگی، تو آپ اندازہ لگائیے کہ اس وقت تمام لوگوں کا کیا حال ہوگا، تو کیا اس دن تمام

(۱) سورۂ مزمل آیت ۱۷۔ (۲) سورۂ معارج آیت ۴۔

لوگوں کا دماغ نہیں کھولے گا، یقیناً پورا جسم کھولے گا، اور سب کو انتظار ہوگا کہ میرا جلدی سے حساب وکتاب ہوجائے، چونکہ اس دن سب کا حساب وکتاب ہونا ہے، اس لئے سارے لوگ سوچیں گے کہ میرا پہلے ہوجائے۔

سب سے پہلے کن لوگوں کا حساب وکتاب ہوگا؟

ایسی حالت میں سب سے پہلے جن کا حساب وکتاب ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلَّذِیۡنَ اِذَا اُعۡطُو الۡحَقَّ قَبِلُوۡہُ" ارشاد ہوگا کہ وہ لوگ سب سے پہلے ہوں گے کہ جن کو حق پیش کردیا جائے تو وہ فوراً قبول کرلیں، ہمارے معاشرہ میں کیا ہوتا ہے کہ حق بات سامنے آنے کے باوجود بھی کہتا ہے کہ نہیں بات تو صحیح ہے؛ لیکن چونکہ اس نے یہ کہا، بات تو واقعی صحیح ہے؛ لیکن چونکہ اگر مگر میں لگا رہتا ہے، اس اللہ کے بندہ کو یہ خوف نہیں، اس اللہ کے بندہ کو یہ خطرہ نہیں کہ جب حق واضح ہوگیا تو قبول کرلینا چاہئے، اب اگر چہ اور کیوں اور یہ وہ، اس کی ضرورت نہیں رہی، حق آ گیا تو اس کو قبول کرلو، اگر اس نے فوراً قبول کرلیا، تو اللہ کے عرش کے سائے میں اس کو جگہ ملے گی اور جب "اِذَا سُئِلُوۡہُ بَذَلُوۡہُ" اگر کسی کا حق بیٹھتا ہو، وہ بتلا دیا گیا تو فوراً ادا کردے، ٹال مٹول نہ کرے، جب معلوم ہوگیا کہ حق بات یہ ہے، حق کو قبول بھی کرلیا، حق میں دینے کا نمبر آتا ہے تو فوراً دیدیتا ہے، تو وہ عرش کے سایہ میں اللہ کے یہاں ہوگا، اس کو بھی آرام ملے گا۔

ٹال مٹول کرنے سے دیر ہوسکتی ہے

اگر فیصلہ کا موقعہ آئے تو سکون واطمینان کے ساتھ کھڑا رہے: "وَاِذَا حَکَمُوۡا لِلنَّاسِ حَکَمُوۡا کَحُکۡمِهِمۡ لِاَنۡفُسِهِمۡ" (۱) اگر معاملہ فیصل کا آجائے، معاملہ حکم کا آجائے، معاملہ

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر ۳۷۱۱

جج بنانے کا آجائے، ثالث بنانے کا آجائے، اور حق بات کے فیصل کرنے کا آجائے، ہم لوگ بناتے ہیں کسی کو فیصل تو وہ دیکھتا ہے کہ میرا رشتہ دار کونسا ہے، میرا تعلق والا کونسا ہے، پھر اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اگر فیصلہ کردے تو وہ جہنم میں جائے گا، اگر فیصلہ اس کی ماں کے خلاف جائے، چاہے وہ فیصلہ اس کے رشتہ دار کے خلاف جائے، اس کے عزیز ترین انسان کے خلاف بھی جائے، مگر وہ صحیح بات پیش کرتا ہے، تو کل جب قیامت کے دن یہ حالت ہوگی تو وہ بھی انشاءاللہ عرش کے سائے میں ہوگا۔

سات لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے

ایک روایت کے اندر جناب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن سات لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے: "سَبۡعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیۡ ظِلِّهٖ یَوۡمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ"۔

انصاف پرور بادشاہ

''امام عادل'' پہلا شخص ایسا امام، ایسا افسر، ایسا حاکم، ایسا بادشاہ جس کی طبیعت کے اندر انصاف ہو، جو انصاف سے کام کرتا ہو، ڈنڈی نہ مارتا ہو، ہر حکم ہر فیصلہ انصاف کے مطابق کرتا ہو۔

ایسا جوان جو اپنے رب کی عبادت میں لگا رہا

"وَشَابٌ نَشَأَ فِیۡ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی" دوسرا وہ نوجوان جس کی جوانی ایسی حالت میں گزری ہو کہ جس میں گناہ کی پوری صلاحیت تھی، ایسے موقع پر بھی وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہا، یعنی وہ شخص اللہ تبارک وتعالی کی عبادت میں پلا اور بڑھا ہو، اپنی پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو۔

اللہ کیلئے آپس میں محبت کرنے والے

"رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ" تیسرے وہ دو مسلمان جو آپس میں اللہ ہی کے لئے محبت کرتے ہوں اور اللہ ہی کے لئے ناراض ہوتے ہوں، اپنے نفس کی بناپر، اپنے خاندان کی بناپر، اپنی ناک کی بناپر، اپنے کسی گھریلو مسئلہ کے بناپر ناراض نہ ہوتے ہوں، ناراض بھی اللہ کے لئے ہوتے ہوں، اور کسی سے تعلق اگر کرتے ہوں تو اللہ ہی کے لئے کرتے ہوں۔

جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہو

"وَرَجُلٌ قَلْبُہُ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ" اور چوتھا وہ شخص جس کا دل ہمیشہ مسجد میں لٹکا رہتا ہے، ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر گیا پھر اس کو خیال آیا کہ عصر کی نماز کب ہوگی، عصر پڑھ کر گیا تو مغرب کا انتظار، مغرب پڑھ کر گیا تو پھر عشاء کا انتظار اور عشاء پڑھ کر بستر پر لیٹا تو پھر فجر کا انتظار جو اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب دوسری نماز آتی ہے، اور میں نماز پڑھوں، اس کو بھی اللہ کے عرش کے نیچے جگہ ملے گی، اور اس کو بھی اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

کسی بدکار کی دعوت پر اللہ سے ڈر گیا ہو

"وَرَجُلٌ دَعَتْہُ اِمْرَأَۃٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ" اور پانچواں وہ جوان جس کو کوئی خوبصورت، حسین وجمیل اور منصب والی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہو اور وہ کہتا ہو "فَقَالَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰہِ"، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

چپ چاپ صدقہ کرنیوالا

"وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ، فَأَخْفَاھَا حَتّٰی لَاتَعْلَمَ شِمَالُہُ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُہُ" اور چھٹا ایسا

شخص جو اللہ کے راستے میں خیرات اور صدقہ اس طرح کرتا ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ کو نہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اللہ کے ڈر سے جس کے دو بوند آنسو نکل آئے ہوں

"وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ" (۱) اور ساتواں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں، تو خدا کی قسم ان ساتوں کو اللہ کے عرش کے سائے میں جگہ ملے گی، اللہ تبارک وتعالی ان سات لوگوں میں ہم سب کو شریک فرمائے، جو اللہ کے احکام ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اللہ تبارک وتعالی اپنے عرش کے سائے میں ہم سب کو جگہ عطا فرمائے۔

(۱) بخاری ۱۴۴-۲/مسلم شریف حدیث نمبر ۱۷۱۲